ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا
مبشر الاخلاق
سنہ ۱۳۰۵ھ
حضرت پیر و مرشد مولانا حافظ حاجی عبدالصمد صاحب چشتی
سہسوانی مدظلہ العالی کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لایق حمد و سپاس وہ خداوند عالم ہی جس نے نفوس بنی آدم کو بنجوای تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ
واسطے تادیب تخلق کے بنایا - اور قابل نعت وثنا وہ ذات بابرکات ہی جو بارگاہ حضرت
خداوندی سے مخاطب اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا قرار پایا - اور مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعٰلَمِيْنَ کا مصداق ہوا - برگزیدہ آفاق راکب براق طے کنندۂ قصر نیلی رواق یعنے
ختم المرسلین شفیع المذنبین حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صدر عالم آفتاب شرع ودین ✤ قدر او در عرش اعظم چون زمین ✤ یک پیادہ در رکابش
عقل کل ✤ یک سوارہ در صفش روح الامین ✤ من چہ گویم مدح او جبار گفت ✤ وصف پاکش
رحمة للعالمین ✤ در ازل منشور او خیر البشر ✤ تا ابد طغرائش ختم المرسلین - آسی نے طالبان

سرور ابدی وسعادت سرمدی کو سبق حسن اخلاق کا پڑھایا - حق یہ ہی کہ اگر اللہ جل شانہ
آپ کی ذات بابرکات کو خلق نہ فرماتا - تو ہجدہ ہزار عالم مین سے کوئی بھی عالم ہستی مین نہ آتا

نہ یہہ زمین ہوتی - نہ آسمان نہ صحرا ہوتا نہ گلستان - نہ لسان ہوتی نہ تکلم - نہ تعلیم ہوتی نہ تعلم
یہہ سب طفیل اوسی اُمّی کا ہی جو بلا واسطہ حق تعالی سے موافق مضمون اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ کے
ادب سیکھے ہوے تھا - اور مکارم اخلاق تمام کرنیکے واسطے مطابق مفہوم بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ
مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کے مبعوث کیا گیا تھا - اوس نے استحصال علم وفضل کی ترغیب دی -
اور حسن اخلاق کی تحریص کی - اور اخلاق کریمہ کو مرجع اتفاق اور تہذیب حسنہ کو منبع فوائد قرار دیا
اور ساری نیکیون کا اسیکو مدار ٹہرایا - اسکے بعد ہیچمیرزانسلی سید فاروق علی بجانے
تقوی سے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ کل خلائق کو عقل کی احتیاج ہی - اور عقل تجربہ کی محتاج
تجربہ واقع مین عقل کی صیقل ہی جس سے امور مصالح دینی ودنیوی مین صفائی اور تیزی
ہوتی ہے - مگر تجربہ کے واسطے عمر درکار ہی - حالانکہ جب انسان تجربہ کار ہوتا ہی تب
موت اظہار اور اعلان کی فرصت نہین دیتی - یا قبل تجربہ آجاتی ہی - اسیواسطے حکماء
حکمت شعار وعلماء ذوی وقار ومشائخان کبار نے اس طریقہ کو پسند واختیار کیا ہی - کہ
حوادثات زمانہ جیسے جسکی نظر سے گزرین - یا سماعت مین پہونچین - اوسمین سے
نیک وبد کو تفصیل کے ساتھہ قلمبند کرے - تاکہ آیندہ لوگ اپنی استعداد اور ہمت کے موافق
اوس سے فایدہ اُٹھائین - چونکہ اخلاق حسنہ ہر زمانہ کے واسطے مفید ومؤثر ہین - لہذا
کئی مرتبہ ہین نے یہ قصد کیا کہ اسمقدمہ مین کچہہ لکہون - مگر ہمیشہ کم بضاعتی اور بے استعدادی
مانع وحارج ہوتی رہی - اور یہہ بھی کہ اخلاق مین متقدمین کے کتب مبسوطہ موجود ہین - مجہکو
قلم اُٹھانا گویا اپنی فرومایگی دکھانا ہی - پہر یہہ خیال ہوا کہ کتب اخلاق بیشتر عربی اور فارسی

مین ہین۔ جسکو مجھ ایسے کم مایہ نہین سمجھ سکتے۔ لھذا مختصر طور پر مین نے سلیس اردو مین
تالیف اور تحریر اس رسالہ کی شروع کی۔ اور نام تاریخی اسکا مبشر الاخلاق ۱۳۰۵ رکھا۔
تا اردو خوان اپنی استعداد کے موافق بہرہ مند ہون۔ لیکن افسوس ہی کہ اس زمانہ مین
جو حضرات کتاب دیکھتے ہین گو وہ کسی علم اور بحث مین ہو اوسکو مثل قصص اور افسانہای
باطل کے سمجھتے ہین۔ اور ظاہری الفاظ و عبارت کو دیکھتے ہین۔ اوس کے نتایج اور
مآل پر جو ہزار ہا فایدے سی مملو ہی مطلقًا غور نہین کرتے۔ اور اوس سے متمتع نہین
ہوتے۔ اسواسطے مین ابتدای سخن مین حضرات ناظرین سے اس کی امید کرتا ہون
کہ اوسکو مثل ناول اور اساطیر کے نہ سمجھین۔ اور مراتب اخلاق اور اتفاق کو چشم غایر سے
ملاحظہ فرما کر ذہن نشین کرین۔ تا کہ قوت روحانی اور فایدہ جسمانی حاصل ہو۔ ع
نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست تر دارند ✤ جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
قبل اسکے کہ مین اصول اخلاق اور اوس کے ذمایم بیان کرون۔ اسکا معلوم ہونا
ضرور ہی کہ تواضع حقہ و عطر و پان کو خلق نہین کہتے۔ بلکہ اخلاق وہ چیز ہین جو انسان کی
صورت و سیرت قطع و وضع حرکات و سکنات سے ثابت ہون۔ اس مین بعض علما
و حکما کا اختلاف ہی کہ اخلاق خلقی ہوتے ہین یا کسبی۔ طبری نے اس مین مخالفت
کی۔ چنانچہ فتح الباری مین ہی وَحَکَی ابْنُ بَطَّالٍ تَبَعًا لِلطَّبَرِیِّ خِلَافًا هَلْ حُسْنُ
الْخُلُقِ غَرِیزَةٌ اَوْ مُکْتَسَبٌ یعنے علامہ ابن بطال نے طبری کی تبعیت مین مخالفت کی۔
اور حکایت کی ہی کہ آیا حسن اخلاق پیدایشی ہین۔ یا اکتساب سے حاصل ہوتے ہین

اور قاضی عیاض نے کہا کہ بعض انواع اوس کے خلقی ہین ۔ اور بعض کسب سے حاصل ہوتی ہین
اور اس کی تائید ہوتی ہی اوس حدیث سے جو اشج عصری کے حق مین ہی جسکو احمد و نسائی اور بخاری
ادب مفرد مین بیان کیا ہی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اِنَّ فِیکَ لَخَصلَتَینِ
یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الحِلمُ وَالأنَاةُ قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدِیمًا کَانَ فِیَّ اَوحَدِیثًا قَالَ قَدِیمًا
قَالَ الحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَبَلَنِی عَلٰی خُلقَینِ یُحِبُّهُمَا یعنی فرمایا رسول خدا نے تجھہ مین دو
خصلتین ہین کہ اللہ اون کو دوست رکھتا ہی ایک حلم دوسرا تحمل عرض کیا مجھہ مین اب پیدا
ہون گے یا پیدایشی ہین ۔ فرمایا پیدایشی ۔ اوںھون نے کہا کہ حمد ہی اللہ کو جس نے مجھکو
پیدا کیا دو خُلقون پر کہ دوست رکھتا ہی اوسکو ۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ اس
حدیث سے ظاہر ہوتا ہی کہ بعض اخلاق جبلی ہین ۔ اور بعض مکتسب ۔ اور بعض علما کا یہ قول ہی
کہ اخلاق طبعی ہین نہ مخالف طبیعت کے جسوقت مزاج موافق ہوتا ہی خلق بہ آسانی
ظہور مین آتا ہی ۔ اور جو مزاج مخالف ہوا تو بدشواری ۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے
انسان کو فطرت خیر پر پیدا کیا ہی ۔ مگر بعد بلوغ وہ ناکس اور فرومایہ لوگون کی صحبت مین
تمام فضائل کو کھو کر رذائل اختیار کر لیتا ہی ۔ یا یہ سبب ہوتا ہی کہ شہوات ناجائز کا
ارتکاب بجای خیر کے شریر بنا دیتا ہی ۔ بہر حال انسان بالطبع خیر ہی ۔ اور شر عارضی ۔
جس کی اصلاح تعلیم و تربیت و تادیب سے ممکن ہی ۔ امام قرطبی اسیطرف گئے ہین
اور کہتے ہین اَلخُلقُ جِبِلَّةٌ فِی نَوعِ الاِنسَانِ وَهُم فِی ذٰلِكَ مُتَفَاوِتُونَ فَمَن غَلَبَ عَلَیهِ
شَیءٌ مِنهَا اِن کَانَ مَحمُودًا وَاِلَّا فَهُوَ مَامُورٌ بِالمُجَاهَدَةِ فِیهِ حَتّٰی یَصِیرَ مَحمُودًا

یعنی خُلق پیدایشی ہی نوع انسان مین۔ پس جس آدمی پر اخلاق حسنہ غالب ہوسے وہ نمود ترت ورنہ مجاہدہ یعنے تعلیم و تعلم تہذیب نفس اور ریاضت اختیار کرے تمود ہوجائیگا۔ ارسطو کا بھی یہی قول ہی کہ تعلیم و تادیب سے اشرار نیک ہوجاتے ہین۔ مگر یہ حکم علی الاطلاق نہین ہان تکرار مواعظ اور نصایح اور تواتر تہذیب و تادیب سے کچھ نہ کچھ ضرور اثر ہوتا ہی۔ اَم صحیح یہ ہی کہ خلق خلقی داخل فطرت انسانی ہی جسکو ناموس اکبر کہتے ہین۔ اور ناموس اکبر کے معنی ہین (قاعدہ و دستور و شریعت) اور یہی وجہ ہی کہ جبرئیل علیہ السلام کو بھی ناموس کہتے ہین۔ جیسا کہ حدیث بخاری مین آیا ہی ھٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَلَ اللّٰہُ عَلٰی مُوسٰی اور حافظ ابن حجر فتح الباری مین فرماتے ہین وَالنَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ وَالْمُرَادُ بِالنَّامُوْسِ ھُنَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یعنے ناموس کے معنی صاحب سر کے ہین۔ اور مراد حدیث مین جبرئیل علیہ السلام ہین کیونکہ وہ شریعت لانے والے ہین خدا کے طرف سے پس ناموس اکبر اللہ تعالی کے طرف سے ہوتا ہی۔ اور اہل عصمت یعنی انبیا و ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے مخصوص ہی۔ اور ناموس اصغر اولیاء اللہ کے لئی ہی۔ کہ وہ محفوظ ہین۔ اور کسبی تقلید ناموس اکبر و ناموس اصغر سے حاصل ہوتا ہی۔ اور تقلید ناموس کی وہی ہی جس مین اتباع ہو سیرت احمدی و شریعت مصطفوی کا اور اوس کی شناخت کے اشکال علما اور اہل عرفان اور حکماء یونان نے بالاتفاق قرار دئے ہین۔ اور کتب اخلاق مثل احیاء العلوم و اخلاق ناصری و کیمیای سعادت و جلالی وغیرہ مین بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہین۔ اور مختصر طور پر یہ ہی کہ اخلاق جمیع ہی خلق کی۔ اور

اور خُلق بالضم اور خَلق بالفتح ہم تجنیس اور مترادف المعنی ہین - مگر مترادف الاستعمال نہین
قَالَ الرَّاغِبُ اَلْخَلْقُ وَالْخُلْقُ یَعْنِیْ بِالْفَتْحِ وَبِالضَّمِّ فِی الْاَصْلِ بِمَعْنًی وَاحِدٍ کَالشُّرْبِ
وَالشَّرْبِ لٰکِنْ خُصَّ الْخَلْقُ الَّذِیْ بِالْفَتْحِ بِالْهَیْئَاتِ وَالصُّوَرِ الْمُدْرَکَةِ بِالْبَصَرِ وَخُصَّ
الْخُلْقُ الَّذِیْ بِالضَّمِّ بِالْقُوٰی وَالسَّجَایَا الْمُدْرَکَةِ بِالْبَصِیْرَةِ کَذَا فِی الْفَتْحِ امام راغب نے
فرمایا کہ خلق فتح کے ساتھہ اور ضمہ کے ساتھہ اصل مین ایک معنی رکھتا ہی - لیکن خاص کرلیا گیا
خلق بالفتح ہیئتون اور اون صورتون کے ساتھہ جو بصر سے مدرک ہوتی ہین - اور خاص کرلیا گیا
خُلق بالضم ساتھہ قوتون اور عادات پسندیدہ کے جو بصیرت سے مدرک ہوتی ہین پس
حق تعالی نے اس حقیقت انسانی کو دو چیزین عنایت فرمائین - ایک یہ جسد جس کو ظاہری
آنکھہ سے دیکھتے ہین - دوسرے روح جس سے حس بصارت متعذر ہے - اور بصیرت سے متعلق ہے
یعنی اوسکو چشم عقل سے دیکھہ سکتے ہین - اور روح کا درجہ جسد سے بڑھا ہوا ہی -
کیون کہ اس کا تعلق عالم علوی سے ہے - اور اوس کا [illegible] عناصر عالم سفلی سے ہے پس
جسم کے واسطے ہیئت واجب ہے عام اس سے کہ خوبصورت ہو یا بدصورت - مگر
فقط آنکہہ وناک رنگ وروپ اچھا ہونے سے اوسکو خوبصورت نہین کہہ سکتے تاوقتیکہ
کل اعضا اچھے - اور ایک دوسرے کے مناسب نہ ہون اسی طرح روح کی بھی صورت ہی
اچھی ہو یا بری - اور حسین اور قبیح کی پہچان انسان کے اطوار و افعال سے ہوتی ہی
کیونکہ اظہار فعل محمود ہو خواہ نامسعود - انسان کی نسبت پر منحصر ہوتا ہی - اور ہیئت شیٔ کی
باطنی ہی - بعض علما نے کہا ہی کہ حسن خلق کشادہ روئی کو کہتے ہین - کوئی کہتا ہے کہ

بحالت قدرت بدسلوکی کا عوض نہ لینا - کوئی کہتا ہی دوسرون کی تکلیف رفع کرنا - اور بعض نے
اس کے چار اصول قرار دیے ہین - **حکمت - عفت - شجاعت - عدالت**

بیان حکمت

واضح ہو کہ موضوع حکمت کا علی قدر امکان تین چیزون پر مبنی ہی - اول حقیقت انسان
دوم کائنات - سوم معرفت واجب الوجود - جو کل کا صانع بے زوال ہی - اور موضوع
علم کا وہ ہی جس کے عوارض ذاتیہ سے اوس علم مین بحث کی جاے - چنانچہ یہان ماہیت
روحانی انسان کا ذکر کیا جاتا ہی نہ ترکیب جسمانی کا گو علم ابدان حکمت مین داخل ہے
مگر موضوع اوس کا اور ہی - اور حکمت کا مطلب اعلی متعلق حرکات و کیفیات حس و
وادراک سے ہی - جو خاصۂ نفس ناطقہ کا ہی اسیکو روح بھی کہتے ہین - اور منشا نفس یہ ہی
کہ اسرار کائنات کو اپنے نفس مین تلاش کرے - اور عَرَفَ نَفْسَہٗ کے مطلب کو
پہونچے - مگر جب انسان دنیا مین قدم رکھتا ہی تو تماشہ خانۂ جہان کو دیکھکر حیرت زدہ
ہو جاتا ہی - اور حسب خاصۂ طبیعت انسانی جسکو قلم قدرت سے صفحۂ طبیعت پر لکھدیا ہی
پہلے اوسکی دریافت اور تحقیقات پر مصروف ہوتا ہی - اور بعد اوس کے رفتہ رفتہ
حقایق اشیا کی دریافت کیطرف متوجہ ہوتا ہی - جو حکمت ہی - اور ہر علم حکمت ہی سے
مکمل ہوتا ہی - جیسے تاریخ کہ بنیاد اوس کی واقعات پر ہی - اور تفتیش وقوعات و حقایق
واقعات حکمت سے متعلق ہی - اسیطرح علم صرف کہ لغت کا تعین کرنا ہی - ورنہ محض تصریفات کا
بیان کرنا داخل علم نہین - اور جو خطا کو دفع کرے - اور اثبات حقیقت مین جستجو کرے

وہ منطق ہے اور علم کلام اور علم اخلاق اقسام حکمت سے ہے علم کلام وہ ہے جس مین مقدمات نقلی کو
بدلائل عقلی ثابت کرین - ایسے عالمون کو متکلمین کہتے ہین - اور علم اخلاق کا پتہ نفس سے
تعلق رکھتا ہے - اور علم کے لغوی معنی ہین (جاننا و عقل و دانائی) جس کے ہونے سے
انسان گفتگو مین صدق و کذب کو آسانی پہچان لیتا ہے - اور اعتقادات مین حق و باطل کی
تمیز کرسکتا ہے - اور افعال نیک و بد کی فوراً تفریق کرلیتا ہے - اور اشیاء کو جیسی وہ حقیقت
مین ہین بقدر قوت بشری شناخت کرلیتا ہے - اور کام ویسا ہی کرتا ہے جیسا کہ ہونا تھا
اپنے ایمان اور طاقت کے موافق - چنانچہ علم کی شان رفیع مین یہ آیہ شریف ناطق ہے -
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنی کہو اسے محمد کیا برابر ہوتے ہین
وہ لوگ کہ علم رکھتے ہین اور وہ لوگ کہ بے علم ہین - اور بہر فضل علم مین حق تعالی نے فرمایا
وَيَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ یعنے بلند کریگا اللہ اون کے
درجات کو جو ایمان لائے تم مین سے اور جنکو علم دیا گیا - اس سے ثابت ہوا کہ علم نہایت
اعلی چیز ہے جسکو کوئی صفت انسانی نہین پہونچتی - اور اسی علم ظاہری کو معاملہ کہتے ہین
نہ علم باطن کو - اور فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ
عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ یعنے طلب علم فرض ہے اوپر ہر مسلمان کے - اور یہ بھی فرمایا اِنَّ الْعُلَمَاءَ
هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ اخرجہ ابو داؤد والترمذی - اور ابن ماجہ و بیہقی نے روایت کی ہے
کہ جو علم ثانی پر عمل کرتا ہے اللہ اوسکو علم ثالث الہام فرماتا ہے - اسیطرح ایک علم کا عمل
دوسرے علوم کا سبب ہوتا جاتا ہے - پس علم اول علم ظاہری ہے - اور وہ دو اصل اور

بنیاد علم لدنیہ کی ہی۔ اور اسی علم ظاہری کے حاصل کرنے سے انسان مین ہر طرح کی قابلیت
دینی و دنیوی پیدا ہوتی ہی۔ اسی سے روح کو حلاوت ملتی ہی۔ اور قربت حضرت الوہیت
حاصل ہوتی ہی۔ اور انہین دو چیزون کے ذریعہ سے انسان کو خلافت ملی ہی یعنی ایک
حکمت بالغہ جو علم سے متعلق ہی۔ دوم قدرت فاضلہ جسکو عمل کہتے ہین۔ چنانچہ بحث خلافت
مین حق تعالی نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر علم ہی سے تفضیل دی۔ اور فرمایا وَعَلَّمَ
آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا یعنے سکھاے آدم کو نام سب کے۔ مگر مجرد علم سے انسان باکمال نہین
ہوتا۔ تا وقتیکہ عمل نہو۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ
عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ یعنے پناہ مانگتا ہون مین اوس علم سے جو نفع نہ دے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا
کہ ایجاد خلافت محض انسان کے واسطے ہی اور وہ موقوف ہی استحصال علم اور عمل پر۔
تو واجب ہوا حاصل کرنا علوم کا جو سراسر حکمت علمی اور عملی ہے۔ اور ادراک اشیا حسی
معنوی یا نظر باطنی سے متعلق ہی۔ اور جو نفس کیفیات کی تصدیق کرتا ہی۔ اور جو تصدیقاً ہی
پیدا ہوتا ہی وہ یقین مطلق ہی۔ اسی معلومات کو امور یقینیہ کہتے ہین۔ اور یقین کے بعد
اوہام کو دخل نہین ہوتا۔ بلکہ یقین افکار و تصورات حسیات کو نہایت صحت کے ساتھ
تصدیق کرتا ہی۔ اور روح انسانی آئینۂ ذہن مین مثل ایک وجود معنوی کے تجلی کرکے
متصف بحس ہوتی ہی۔ اور محسوسات حواس خمسہ کا ادراک کرتی ہی۔ اور ادراک کے
معنی ہین (دریافتن) مگر حس جسمانی سواے اون چیزون کے جنکو دیکھ اور دریافت
کرچکی ہے۔ دوسری کسی شئے کا ادراک نہین کرسکتی۔ بلکہ خود اپنے احساس اور

آلۂ احساس کا ادراک نہین کر سکتی۔ مثلاً قوت باصرہ نہ بصارت کو دیکھہ سکتی ہی۔ نہ آنکھہ کو۔
بلکہ حسِ بصر مین جو غلطی واقع ہوتی ہی۔ اوس سے بھی کامل آگاہی نہین ہوتی جیسے آفتاب
کہ ایکسو ساٹھ ۱۶۰ حصہ زمین سے بڑا ہی۔ مگر ایک بالشت کے برابر مدور معلوم ہوتا ہی علی ہذا القیاس
شعلۂ جوالہ یعنی جو شعلہ نہایت تیزی کے ساتھہ گھمایا جاوے تو ایک دائرۂ متصلہ معلوم ہوتا ہی
اور درخت کنارۂ تالاب وغیرہ کے اوُلٹے نظر آتے ہین۔ اور حسِ بصر اوس کے سبب اور
علت کو دریافت نہین کر سکتی۔ یہ کام روح اور نفس انسانی کے ادراک اور حس کا ہی کہ
وہ حواس خمسہ کے محسوسات کا بھی ادراک کرتا ہی۔ اور حواس خمسہ کو بھی جانتا ہی۔ اور جو
اسمین غلطی واقع ہوتی ہے اوسپر بھی متنبہ ہوتا ہی۔ اور چونکہ ہر انسان کا نفس بوجہ حکمت
علمی اور عملی نہ ہونے کے ادراک مین ضعیف ہی۔ اسواسطے ضرور ہی کہ انسان محض اپنے
ادراک اور حس پر اُسوقت تک نازان نہ ہو جب تک نقل اور عقل سے مطابق نہ کرلے
اور قوی کی تشریح مختصر طور پر یہ ہی کہ نفس حیوانی کے واسطے دو قوتین ہین۔ ایک
محرکہ۔ دوسری مدرکہ۔ مدرکہ ظاہر مین بھی پانچ ہین۔ اور باطن مین بھی پانچ۔ ظاہر
کی۔ سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ اور باطن کی۔ حسِ مشترک یا خیال اور وہم
اور حافظہ اور متصرفہ۔ حسِ مشترک کا یہ کام ہی کہ حواس ظاہرہ مین جس قدر صور
مرتسم ہوتے ہین اون کو قبول کرتی ہی۔ اسیوجہ سے حواس ظاہرہ کو حسِ مشترک
یعنی جواسیس کہتے ہین۔ اور جو اسمین جمع ہی جاسوس کی۔ اور خیال۔ اس قوت کا
یہ کام ہی کہ جمیع صور محسوسہ کی محافظ ہی۔ اور اون کے غائب ہونے کے بعد اونکے

تماثل کی حفاظت کرتی ہی — اسی واسطے دیکھی ہوئی چیز بعد مدت گزرنے کی پہچان لیتا ہی
کیونکہ اوسکا تمثل خیال مین موجود رہتا ہی — اور اسی قوت کو حس مشترک کا خزانہ
کہتے ہین — اور وہم بقوت معانی جزئیہ غیر محسوسہ کا ادراک کرتا ہی — اور قوت
حافظہ حفاظت کرتی ہی مدرکات وہم کو یعنی معانی جزئیہ غیر محسوسہ موجود فی المحسوسات کی
اسی وجہ سے اس قوت کو خزانہ قوت وہمیہ کہتے ہین — اور قوت متصرفہ کا یہ کام ہے
کہ جو کچھ صور اور معانی قوت خیال اور قوت حافظہ مین ہین — اون مین سے بعض کو
بعض کے ساتھ ترکیب کرتی ہی — یا بعض کو بعض سے جدا کرتی ہے — اور اسی قوت کو
جب عقل اپنے مدرکات مین بعض کو بعض کے ساتھ ترکیب دینے یا جدا کرنے مین
استعمال کرتی ہی تو اسکو قوت متفکرہ کہین گے — اور وہم جب اس قوت کو اپنے
محسوسات مین عمل کرتا ہی تو اسکو قوت متخیلہ کہتے ہین — اور محرکہ کی دو قسمین ہین
باعثہ — فاعلہ — اور باعثہ کو قوت شوقیہ بھی کہتے ہین — اور قوت باعثہ اگر قوت
فاعلہ کو حرکت دیتی ہے اشیاء متخیلہ کے طلب کرنے مین واسطے حصول لذائذ کے
اوسکو قوت شہوانیہ کہتے ہین — اور اگر حرکت دیتے اشیاء متخیلہ کے دفع کرنے مین
تو اوسکو قوت غضبیہ کہتے ہین — اور قوت فاعلہ کا کام جسم کو حرکت دینے کا ہی
یہان تک بیان نفس حیوانی کا تہا — جو انسان اور غیر انسان مین شامل ہے
اب رہا نفس ناطقہ — جو انسان کے واسطے مخصوص ہی — اور ادراک کرنا امور
کلیہ اور جزئیات مجردہ کا — اوس کے واسطے دو قوتین ہین — قوت عاقلہ اور قوت عاملہ

نفس ناطقہ قوت عاقلہ کے ذریعہ سے امور تصوریہ اور تصدیقیہ کا ادراک کرتا ہی۔ اور اس
قوت کا نام عقل نظری اور قوت نظریہ ہی۔ اور نفس ناطقہ قوت عاملہ کے ذریعہ سے
بدن انسان کو حرکت دیتا ہی واسطے کرنے افعال جزئیہ کے جو موافق ہو عقل اور نقل کے
اور اس قوت کا نام ہی عقل عملی اور قوت عملیہ اور نفس ناطقہ کے واسطے باعتبار ترقیات دانائی کے
چار مراتب ہین۔ پہلا مرتبہ یہہ ہی کہ نفس بالکل خیالی ہوتا ہی معقولات سے اس مرتبہ کو
عقل ہیولانی کہتے ہین۔ اور دوسرے مرتبہ مین اوسکو معقولات بدیہیہ حاصل ہوتی ہین
اور استعداد ہو جاتی ہی بدیہیات سے طرف نظریات کے منتقل ہونے کے بسبب فکر
اور حدس وغیرہ کے۔ اس قوت سی عقل بالملکہ حاصل ہوتی ہی۔ اور تیسری مرتبہ مین
اسکو معقولات نظریہ حاصل ہوتے ہین۔ اور اسکو عقل بالفعل کہتے ہین۔ اور چوتھی
مرتبہ مین بہی معقولات مکتسبہ حاصل ہوتے ہین۔ اور تیسرے اور چوتھے مرتبہ مین تہوڑا سا فرق ہی۔
اور اس قوت کا نام عقل مستفاد ہی۔ اور قوت فاعلہ جو خارجی ہی۔ اور افعال سے صادر ہوتی ہی
اوس کی چہہ قسمین ہین۔ اختیاری۔ بے اختیاری۔ اضطراری۔ بے پروائی۔ بی احتیاطی
غفلت۔ چنانچہ اختیاری وہ فعل ہی جو عمدًا اور دیدہ و دانستہ کیا جائے۔ جیسے چلنا اور
دوڑنا۔ اور بے اختیاری یہہ ہی جیسے چلنی مین پاؤن پہسلا۔ اور دوڑنے مین ٹہوکر لگی۔
اور گر پڑا۔ یا مجنون اور مدہوش کا فعل۔ اور اضطراری وہ ہی کہ ایک شخص شمشیر برہنہ سے
کسی کا تعقب کیا۔ اور متعقب بخوف جان بہاگ کر دریا مین کود پڑا۔ کہ تیر کر جان بچ جاؤنگا
اور تلوار قطعی نتیجہ ہلاکت ہی۔ اور بے پروائی وہ ہی جو بلا لحاظ وجوب شفقت یا وجوب مستحق بنا

وجوب سالبہ کے ظہور مین آئے - اور وجوب بضمتین کے معنی ہین (لازم اور سزاوار اور
تقاضہ کرنے کے) اور ثبیت کے معنی ہین ثابت کیا گیا - اور منفی نیست و نابود کئے گئے کو
کہتے ہین - اور سالبہ جسمین بعض کی نفی ہو - یا کوئی شخص دوسرے کے ساتھ ایسا فعل نہ کرسکے
جس سے اوسکو تکلیف ہو - اور بے احتیاطی یہ ہی جیسے ایک درخت میوہ دار کسی شارع عام
یا کسی مکان آباد کے قریب ہی - اوسکا میوہ توڑنے کے واسطے پتھر پھینکے - اور غفلت
فرض صریح کے ترک کرنے کو کہتے ہین - یعنی انسان جس کام کے کرنیکا مجاز و مختار ہی اوسکو
نہ کرے - اور روح کو سوای قوت ادراک کے قوت حفظ بھی ہی - ہر چند فلاسفہ نے اسمین اختلاف
کیا ہی - بعض کا قول ہی کہ روح انسانی افکار و تصورات کو بالذات حفظ کرتی ہی - اور
بعض نے کہا ہی کہ محل حفظ افکار و تصورات کا دماغ ہی - اور دماغ مقام عقل کا ہی - اور
عقل ایک قوت عالیہ ہی جو بذریعۂ حواس اشیا کا احساس کر کے تفکر کرتی ہی - جس سے
تصورات موجودات کا حدوث ہوتا ہی - اور بعض کا یہ مذہب ہی کہ افکار و تصورات منجانب اللہ
ہین - اور تا وقتیکہ موجودات خارجی پیش نظر ہین - فیاض مطلق جلشانہ افکار و تصورات
عنایت فرماتا ہی - چنانچہ بدیہی طور پر دیکھا جاتا ہی کہ کوئی شاعر جب ایک مصرع موزون کرکے
دوسرا مصرع موافق اور حسب حال لگانا چاہتا ہی تو طبیعت طرح طرح کے مصرعے
پیش کرتی ہی - مگر جب تک اعلی مضمون نہین ہوتا - ناظم اوسکو نہین لیتا - تجہہ تک ہی
رسائی نہ ہوس کی نہ ہوا کی وہ آجاتا ہی جو دل مین یہ قدرت ہی خدا کی - پس موجودات خارجی
اسباب عارضی معلومات ذہنی کے ہوئے - اور نفس درحقیقت بمقتضای کنفخت

فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ ایک نقطہ معرفت کا ہی - اب افکار تصورات کا نفاذ منجانب اللہ ہوا -
اسی نفس کی نسبت حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہی مَنۡ عَرَفَ
نَفۡسَہٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّہٗ - یعنے جس نے پہچانا اپنی نفس کو اوس نے بیشک پہچانا اپنی رب کو
اور نفس کے معنی ہین (جان و روح وعین ہر چیز) اور نفس انسانی پر عدم کا اطلاق نہین ہوتا
کیونکہ فنا موجود پر صادق آتی ہی - اور موجود حال اور صورت کو کہتے ہین جس مین ابعاد ثلثہ
پائے جائین یعنے عرض و طول و عمق اسی کو عرض بھی کہتے ہین - جو ضد ہی جوہر کی - اور جوہر
وہ ہی جو اپنی ذات پر قائم ہو - جیسے لوح اور نقش - پس لوح جوہر ہی اور نقش عرض - نقش
بغیر لوح کے نہین رہ سکتا - اب جوہر کی بقا روا ہوئی - اور بدن ایک محل قیام نفس کا ٹھرا
اور نفس جیسا چاہتا ہی بدن سے کام لیتا ہی - اور حکمت کا صلہ یہ ہی کہ انسان ہمیشہ اصلاح
نفس مین مصروف رہی - کیونکہ نفس اگرچہ حقیقت مین ایک ہی - مگر حضرات صوفیہ نے اُسکے
تین اقسام قرار دئے ہین - ایک نفس امارہ جو ترغیب دیتا ہی لذائذ جسمانی اور حظوظ نفسانی
ممنوعہ شرعی کیطرف - دوم نفس لوّامہ جو بجالت وقوع معاصی بہدایت نور دل ملامت
کرتا ہی - سوم مطمئنہ جو رذائل و ذمائم سے صاف ہو کر اخلاق حمیدہ کے ساتھ متصف
ہو جاتا ہی - اور حکما نے بھی اسکو تین قسم پر منقسم کیا ہی - یعنے ملکی و سبعی و بہیمی نفس
ملکی وہ ہی جس مین فکر اور تمیز دریافت حقائق امور کی قوت ہی - اور سبعی مبدء غضب
و دلیری ہی - اور بہیمی مبدء شہوت ہی - نفس کی اصلاح سے یہان یہ مراد ہی کہ نفس
لوامہ اور نفس مطمئنہ پر نفس امارہ کو اور ملکی پر سبعی اور بہیمی کو غالب نہ ہونے دے

اور جو انسان اس کی پابندی کرتا ہی وہی حکیم کہلاتا ہی۔ اور یہی حاصل حکمت ہی۔ اور اسی حکمت کی فضیلت بخاری کی حدیث مین ہی۔ لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اِثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالاً فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا۔ یعنے حسد جائز نہین ہی۔ یہان حسد سے مراد غبطہ ہی۔ مگر دو شخصون کی ساتھ ایک وہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال دیا۔ اور وہ اللہ کے حکم کے موافق صرف کرتا ہی۔ اور دوسرا وہ جسکو اللہ نے حکمت عطا کی اور وہ اُس کے موافق عمل کرتا ہی۔ یہی حکما ہین جن کو ابن عباس نے کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ کی تفسیر مین مراد لی ہی۔ اور امام بخاری نے نقل کی ہی۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ حُلَمَاءَ عُلَمَاءَ فُقَھَاءَ۔

شبیہ حکمت

اسکا پہچاننا بہت دشوار ہی جس مین انسان دہوکہ کہا جاتا ہی۔ شبیہ جو بوزن فصیح ہی۔ اسکی معنی (نظیر و مثل و مانند و مشابہ) کے ہین۔ جیسے تصویر مشابہ ہوتی ہی شخص معین کی یعنے اصل مین وہ نہ ہو جو مطلوب و مقصود ہی۔ مگر پیرایہ اور رنگ روپ سب اوسیکا ہو۔ اور اُسیکو تلبیس بھی کہتے ہین جس کے معنی ہین (مکر و فریب اور دہوکہ) چنانچہ اہل تلبیس رذائل کو ایسا پوشیدہ کرتے ہین کہ انسان غور کرنے پر بھی نہین پہچان سکتا۔ اس کی شناخت کے واسطے حکمت علمی اور عملی کے مسائل وقت پر یاد رکھنا موقع پہ کام مین لانا مفید ہوتا ہی جس سے انسان دہوکا نہین کھاتا۔ کیونکہ ایسے لوگ زبان سے نیک باتین کرتے ہین۔ مگر واقع مین اس کے پابند نہین ہوتے۔ جو شخص مسائل علوم کو

حفظ کرکے ایسے نکات بیان کرے کہ سامعین جنکو نو علم و حکمت عطا نہین ہوا۔ اور جو صدق و کذب مین فرق نہین کر سکتے وہ اوسکو صحیح و نیک سمجھکر اوس کے عقل اور دانش اور ذہانت کی داد دین۔ اور محو ہو جاوین۔ ہرچند کہ محویت کا کام مصنوعی مین نہین ہوتی۔ مگر تاہم اقوال وہی سُنے جو صد یقون سے سنے تھے۔ کچھ نہ کچھ ضرور وہ دل کے مین آجاتے ہین۔ اور حقیقت مین اگر واعظ ناصح کے دل کو دیکھو تو اصلا و مطلقا اوسکا اثر نہ پاؤ۔ یعنی قال کے موافق حال نہوگا بلکہ جسطرح مینا اور طوطا کچھ باتین یاد کرکے پڑھتا ہے۔ اور لوگون کے دلون مین آب و دانہ کی جگہ پیدا کرلیتا ہے۔ او سکی معنی و عمل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا۔ اوسیطرح اہل ریا کا وعظ ہے۔ اور وعظ کیا گویا بچھا نی خود دام تزویر ہے۔ حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے ٭ دام تزویر مکن چون دگران قرآن را۔ تاکہ خلقت کی تالیف سے دنیا حاصل ہو۔ اور بعض اہل علم ایسے ہین کہ مسائل حقہ پر مجادلانہ و مکابرانہ معترض ہوکر مسائل یقینیہ پر بحث کرتے ہین۔ اور بدیہیات مین تشبیہا اور عقل آرائی کرکے بے علم یا کم علم یا مبتدیون کو اپنے سخن حریب و باطل سے مغالطہ دیکر ایسا شک مین ڈالتے ہین کہ انسان اپنے اعتقاد راسخہ مین متزلزل ہو جاتا ہے اور اسی تحیر مین کچھ اوس سکے بنائے نہین بنتی۔ اور واعظ صاحب اپنی بیان کو تحقیق و تدقیق مین شمار کرکے خواہان نام آوری ہوتے ہین۔ یہ شان حکمت اور علم کی نہین۔ واقعی حکمت وہی ہے جسمین تصنع کی شرکت نہ ہو۔ اور خواہش دنیوی نہ پائی جاوے۔ افلاطون نے کہا ہے کہ عالم کے بہت علم ہونیکا امتحان نہ کرو۔ بلکہ اوس کی آزمایش عمل سے کرو کہ وہ امور شر و فساد سے کسقدر متنفر ہے۔ کیونکہ علم کا نتیجہ عمل ہے۔ اور علم بے عمل ضائع ہے

عفت

عفت پرہیزگاری اور پارسائی کا نام ہی یعنی ارتکاب حرام سے بچنا۔ اسکی پابندی حسن اخلاق مین داخل ہی۔ اسی سے انسان ملک خصلت ہو جاتا ہی۔ اور بجالت ارتکاب بہائم مین شمار رہوتا ہی۔ اب مقتضای عقل یہ ہی کہ خصلت ملکی کے طرف رجوع کری۔ اور بہیمی سے متنفر ہو اور اسکا علاج یہ ہی کہ جب شہوت بہیمی غلبہ کرے۔ اوسوقت اپنی ارادہ کو فورا روکے۔ اور حرام و حلال پر غور کرے۔ اگر رجحان جانب حرام ہو تو اوس سے کارہ ہوکر حلال کی طرف رجوع کرے۔ اور ہمت کو حرام سے باز رکھے۔ اور جسطرح عقل اور شریعت حکم کرے اوس کے موافق عمل کرے کہ باعث فلاح دارین ہی۔ اور یہی طریقہ اہل عفت کا ہی چونکہ دیگر بیباک گروہ جائز و ناجائز پر نظر نہین رکھتے۔ اور یہی وجہ ہی کہ اہل عفت کی پاس روپیہ نہین۔ اور اگر ہی تو کم جس سے وہ روزگار اور بخت کے شاکی رہتے ہین۔ لیکن عاقل کو چاہیئے کہ بمقابل مال کے اپنی آبرو کو نگاہ رکھے۔ اور وجوہ ناپسندیدہ مثل خیانت و سرقہ و زنا وغیرہ سے اپنی کو بچائے۔ اور فریب دہی و قرم ساقی سے دور رہی۔ کہ یہ شعار بدذاتی ہی۔ اور تارک الدنیا ہونا یعنی اہل و عیال کو چہوڑنا اون کے نان و نفقہ کی خبرگیری نہ کرنا عفت نہین۔ ع ببین آن بے حمیت را کہ ہرگز * نخواہد دید روی نیکبختی * تن آسانی گزیند خویشتن را * زن و فرزند بگذارد بسختی۔ بلکہ اکتساب مال کسب جمیلہ سی کرنا اور اوسکو مصارف فایضہ مین لانا مین ثواب و عفت ہی۔ اور ضد و ذمائم اوس کے یہ ہین کہ کہانا لذیذ کہانا۔ اور سرد پانی برف کا پینا۔ عمدہ لباس پہننا شہوت

نفسانی کو طریق ناجائز سے نکالنا۔ اور قوم سکے گرسنہ اور بہوکون پر توجہ نہ کرنا۔ اس زمانہ مین اکثر دیکھا جاتا ہی کہ بعض زہاد اظہار زہد کرکے دنیا حاصل کرتے ہین ؎ عابد کہ نہ از بہر خدا گوشہ نشیند ٭ بیچارہ در آئینۂ تاریک چہ بیند۔ یا سبب ترک لذائذ کا یہ ہوتا ہے کہ وہ اوس مزہ سے واقف ہی نہین ہوتا۔ جیسے مردمان کوہی و صحرائی مثل اہل شہر کے ہزارون لذات و مزہ سے واقف نہین ہوتے۔ کیونکہ سامان شہری وہان موجود نہین ہوتا۔ یا یہ سبب ہوتا ہی کہ کثرت استعمال لذات سے ایسی سیر و آسودہ ہوجاتے ہین کہ اوسطرف رغبت ہی نہین ہوتی۔ یا رگون مین ایسی سستی آگئی کہ خواہش خود بخود منقطع ہوگئی۔ یا پیرانہ سالی سنے معذور و مجبور کردیا۔ یا پیدایشی ایسے عوارض لاحق ہوے کہ اوسکی ضرورت نہ رہی۔ یا مادرزاد نامرد یا خواجہ سرا۔ یا اس خیال سے باز رہی کہ امراض خبیثہ جو تمام عمر لاحق رہتے ہین۔ پیدا ہوجائین گے۔ یا اس خوف سی کہ لوگ واقف ہوسنے پر سرزنش کرین گے۔ ملتفت نہین ہوستے یہ عفت نہین حقیقی پرہیزگار وہی ہی کہ حدا در حق عفت کو محفوظ رکھے۔ اور اکل حلال اور صدق مقال کا پابند ہو

شجاعت

شجاعت فضائل انسانی مین داخل ہی۔ اللہ جل شانہ سنے جو اور قوتین انسان کو عطا فرمائی ہین منجملہ اون سکے یہ بھی ایک قوت ہی۔ جو درمیان تہور اور جبن سکے ہی کہ اس کا حسن یہ ہی کہ تابع قوت حکمت سکے رہی۔ یعنی نرمی کی جگہہ نرمی۔ اور سختی کی جگہہ سختی موافق حکم عقل سکے ہو۔ تاکہ حد سنے زیادہ متجاوز نہ ہو۔ اسی سے انسان نام آور

اور بامراد ہوتا ہی جس مین یہ قوت نہین - اوسکو مقاصد ظاہری و باطنی پر کامیابی
نہین - اللہ تعالی شجیع کو دوست رکہتا ہی - کیونکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے صفات سے ایک صفت شجاعت کی بھی ہے - حدیث مین اشجع الناس آیا ہی
اور یہ بھی حضرت نے فرمایا ہی کہ وقت حاجت مرد شجاع سے دعا کراو - اللہ تعالی
نیک گمان کی وجہ سے اُسکو دوست رکھتا ہی - اسواسطے کہ وہ بھروسہ رکھتا ہی خدا پر
اور مرنے سے نہین ڈرتا - اور یہ قوت دل سے متعلق ہی جب دل قوی ہوتا ہی
تب شجاعت بھی انسان سے ہوتی ہی - پس دل کے قوی کرنے کی یہ صورت ہی کہ انسان کو
ہمیشہ اسپر نظر رکھنی چاہیئے کہ موت کا وقت معین ہے - قبل از وقت نہ موت آتی ہی
اور نہ اپنے وقت پر ٹالے ٹلتی ہی - ع چون قضا آید طبیب ابلہ شود - جب اسپر قائم ہو گیا
شجیع ہوا - گویا انسان کا نفس اُسپر ثابت ہو جانا خطرات کا دل مین نہ لانا - دشوار کام مین
نہ گھبرانا مشکل کے وقت جزع اور فزع نہ کرنا - اندیشہ کی جگہ ناشکیبا نہ ہونا عین شجاعت ہی
چنانچہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ -
یعنے موت تحفہ ہی اللہ کیطرف سے مومنون کے لیئے - اور وہ شجاع نہین ہے جو
مرگ سے ڈرے - ؎ این جانِ عاریت کہ بحافظ سپرد دوست ٭ روزے
رخش ببینم و تسلیم وے کنم - اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا
کہ تلوار کے ہزار زخم سر پر کھانا بستر پر مرنے سے آسان تر ہی - اور یہ بھی شجیع کی
کی تعریف ہی کہ غصہ ہمیشہ تیغ کو روکے - کیونکہ غصہ کا کھانا تمام لذائذ سے شیرین تر ہی جسکا

مزہ بعد کہانے کے معلوم ہوتا ہی۔ اور وہ حظ اُٹھاتا ہی کہ تکلیف غصہ کو بالکل بہول جاتا ہی
ے مرد پُر زور جو کہ ہوتی ہین ؛ اپنے غصہ کو آپ کہوتے ہین۔ اور عقلاً تعظیم و تکریم شجاع کو بھی
واجب جانتے ہین خصوصاً بادشاہون پر زیادہ تر لازم ہی۔ کیون کہ وہ اپنی جان کو جس سے
بہتر کوئی شے دنیا مین عزیز نہین۔ میدان کارزار مین اعدای دولت سے مقابلہ مین دیتے ہین
ایسے لوگ قابل رحم و کرم خسروانہ کے ہوتے ہین۔ لھذا جہان تک ہوسکے شجاعون سے
ساتہ زر و مال سے دریغ نہ کیا جائے۔ اور خفیف خطاؤن پر چشم پوشی کرنا عین صواب ہی
اور بعد غلبہ اور فتح کے تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اور جو عدو زندہ گرفتار ہو جا سے
اوسکو قتل نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس مین بڑے بڑے فایدے ہین۔ علاوہ اس کے احسانکو
بمقتضای یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ قتل پر ترجیح ہے۔ مگر ہان جس دشمن سے اندیشہ شر و غدر ہو
اوس کے قتل سے امین نہ ہو۔ اور عفو کا درجہ شجاعت مین بہت اعلیٰ ہی۔ کیون کہ صفت
خداوند ذوالجلال والاکرام کی ہی۔ اور حدیث مین آیا ہی کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو حق تعالے
ایک دوسرا گروہ پیدا کرتا جو گناہ کا مرتکب ہوتا۔ تا کہ رحمت الٰہی علت ظہور مین آسکے۔ اور
اگر واقع مین گناہ نہوتا تو عفو کہ بہترین فضیلت سے ہی۔ کیون کر ظاہر ہوتا سے گناہ
آئینہ عفو رحمت است ای شیخ ؛ مبین بچشم حقارت گناہگاران را۔ اسکندر نے ارسطو سے
دریافت کیا کہ عفو کسوقت زیبا ہی۔ اوس نے کہا کہ بوقت قدرت و ظفر دشمن کا گناہ
بخشنا باعث شکرگزاری اور موجب تالیف قلوب اعدا ہوتا ہی۔ اور جو دشمن پر کوئی آفت
قدرتی یا اتفاقی نازل ہو تو اوس پر خوش نہ ہو۔ کہ خود بھی اوس سے امین نہین۔

ست اے دوست برجنازۂ دشمن چو بگذری ؛ شادی مکن کہ با تو ہم این ماجرا رود - اور اگر دشمن اپنی پناہ مین آسے تو اوسپر اعتماد کرنا چاہیئے - نہ کہ غدر و خیانت اور شرط کرم و مروت کو بجا لاکر وہ الطاف و عمدہ اوس کے ساتہہ کرے تاکہ حسن سیرت علی العموم ہر ایک کو معلوم ہو - اور عدو افعال عداوت سے خود منفعل ہو کر دوست صادق بن جاسے - اور بمصداق لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنے ہین تمہارے واسطے افعال پیمبر خدا پسندیدہ - پس پیروی کرو اوس کے افعال کی حرب و ثبات مین کہ حضرت شدائد رنج اور محن مین کس طرح کا صبر کرتے تھے - اور اعدا کی قصورات کو کیسا معاف فرماتے تھے - تم بھی اوسی کے مقتدی ہو جاو - کہ وہ خصلت نیکنامی حاصل کرنے کی ہے - چنانچہ یہ نقل مشہور ہے کہ کعب بن زہیر جو فصحای عرب سے تہا - اوس نے ایام جاہلیت مین اپنی زبان کو خدام عتبۂ رسالت و کعبۂ جلالت کی ہجو سے ملوث کیا تھا - اور حضرت نے اوسکا خون ہدر کیا تھا اور عام اجازت قتل کی دی تھی - جب کعب کو یہ خبر پہونچی تو وہ سمجھا کہ اس قہر سے کسیطرح نجات ممکن نہین سوای اس کے کہ آپ ہی کی رحمت معین ہو - اور یہ خیال کر کے کہ آپ کی ذات بابرکات بمقتضای مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ رحیم ہے - یعنی نہین بھیجا تجھے اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر واسطے بخشش عالمیان کے اس اعتبار پر اوسنے ایک قصیدۂ نعتیہ بڑے شد و مد سے جس مین توبہ و استغفار کا بھی ذکر تھا حضور مین حاضر ہو کر پیش کیا - اور حضرت نے بعد استماع فرمانے کے چادر مبارک عنایت فرمائی - اور وہ اس اخلاق و شفقت رسالت پناہی کو دیکھکر داخل اسلام ہوا - اور

دفع ضرر اعدا کا علاج تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ اول اوس کے ساتھہ ایسا سلوک کرنا کہ خود
بخود دوست ہو جاوے۔ اور کینہ سے باز آئے۔ دوم مسکن مالوف کو چھوڑنا۔ اور وطن کو
خیرباد کہنا۔ سوم قہر و قمع دشمن پر مستعد ہونا۔ اور یہ علاج اخیر ہے۔ مگر غدر و خیانت کسیحالت مین
روا نہین جس سے مراد بیوفائی ہے۔ اسمین بھی ایسے شبیہ ہین جو غیر شجاع سے سرزد
ہوتی ہین۔ جیسے بعض مواقع خطرناک اور ہنگام ہولناک اور جنگ گاہ مین مردمان کم جرأت
اور بزدل اور بے حمیت بطمع لوٹ یا دیگر خواہشات نفسانی غیر محصورہ حاصل کرنے کے واسطے
قائم رہتے ہین۔ مثلاً اسمین عاشق مزاج بھی ہین۔ کہ طلب معشوق مین بنظر فخر اپنی کو
ورطۂ خوف مین ڈالدیتے ہین۔ اور مرنے کو نہین ڈرتے۔ مگر عاشقان صادق کے واسطے
داخل شجاعت ہے۔ یا کہ عیار جن سے مراد رہزن و ڈاکو وغیرہ ہے۔ وہ اپنی نام آوری کی واسطے
کم زورون کو مارتے یا قتل و قید کرتے ہین۔ تاکہ ان کے رذیل ہمجنسون مین اون کی جرأت
کی وقعت ہو۔ اور نواح مین دلیری کی شہرت۔ اور اسیکو وہ باعث نیکنامی اور سبب
رعب و شکوہ سمجھتے ہین۔ یا وہ لوگ جو شجاعت پر مغرور ہین یا وہ جو فتح حاصل کرکے متکبر
ہو جاتے ہین۔ یا وہ جو اتفاقاً ظفریاب ہو۔ اور پھر اپنی شجاعت پر اوسی امر کا قصد کرے
اور نہ سمجھے کہ امور اتفاقی پر حکم نہین ہو سکتا۔ حقیقت مین شجاع وہی ہے جس کا مقصود
اصلی اکتساب شجاعت ہو۔ جیسے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت
خالصاً اور مخلصاً تھی۔ اغراض نفسانی سے پاک و صاف یون تو شیر و چیتا وغیرہ جو جانور
درندہ ہین وہ بھی دلاور ہوتے ہین مگر ان کی تہور اور فضیلت شجاعت انسانی ہین

زمین و آسمان کا فرق ہی۔ کیون کہ درندے اپنے شکار پر باین وجہ غالب آجاتے ہین کہ
وہ ایسے دانت اور ناخن نہین رکھتے۔ حالانکہ جنگ مین طرفین کا با سلاح ہونا ضرور ہی
یہ صفت انسان ہی مین ہی۔ اور سچا شجاع انسان ہی ہی۔ کہ طرفین مسلح ہوتے ہین۔ نہ کہ
ایک قوی تر مسلح مبارز اور ایک ضعیف و عاجز بے سلاح سے جنگ کرے۔ یہ داخل
شجاعت نہین۔ بلکہ شجاعت کے لیے عقل و حکمت کے شرکت واجبات سے ہی۔ تاکہ
اوس سے جو فعل صادر ہو وہ عقل اور مصلحت سے خالی نہ ہو۔ کیون کہ شجاع وہی ہی
جس کے نزدیک خوف ارتکاب فعل بد خوف موت سے بڑہا ہوا ہو۔ یعنی شجاع کے نزدیک
نیک کام پر مرنا عمدہ ہی۔ اوس زندگانی سے جس مین ذلت وخواری ہو۔ اسی موقع کی واسطے
کسی کا قول ہی۔ اِختَرتُ النَّارَ عَلَی العَارِ یعنے اختیار کیا آگ کو اوپر ننگ کی۔ ہرچند کہ لذت
شجاعت کی ابتدا مین نہین معلوم ہوتی اسلیئے کہ ان امور مین پہلے خوف ہلاکت جان کا
ہوتا ہی۔ لیکن آخر مین لذت اور منافع بیشمار ہی۔ اسمین فایدہ دنیا و عقبی دونون شامل ہی
اگر شجاعت حمایت دین اور تقویت شرع مبین کے واسطے ہی۔ اور جان بھی جاوے تو
نص کلام مجید اس کے منفعت عقبی پر شاہد ہی۔ وَلَا تَحسَبَنَّ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ
اَموَاتًا بَل اَحیَآءٌ عِندَ رَبِّھِم یُرزَقُونَ یعنے مرا ہوا نہ سمجھو اون کو جو مارے گئے
راہ خدا مین۔ بلکہ زندہ ہین وہ پروردگار کے نزدیک اور اون کو روزی دی جاتی ہی پس
جو شجاع اور عاقل ہین وہ جنگ سے روگردانی کرنے کو موجب بقای حیات نہین سمجھتے
اور نامرد جنگ سے فرار ہونے کو باعث زیست جانتے ہین۔ اور ننگ و عار اور

نامردی اور بیعزتی کا جامہ پہن لیتے ہین - اور پہر ملامت اور توبیخ و سرزنش و طعن و تشنیع
ہمسرون اور ہمسایہ اور دوست و آشنایون سے اون پر زندگی تلخ ہو جاتی ہے
اور ایسا شخص بقیہ زندگی کو رذالت کے ساتہ بسر کرتا ہے۔

عدالت

عدالت اسکا نام ہے کہ بزور حکمت و علم قوت غضب اور شہوت کو اعتدال سے گذرنے دے
اور کسی حالت مین افراط و تفریط نہ ہونے دے - کیونکہ عدل مساوات یعنی برابری کی
حفاظت کو کہتے ہین جس سے مراد یہ ہے کہ ظالم سے مظلوم کا حق یا مساوی بدل دلادے -
عدالت ہی ایسی چیز ہے جس سے ملک کا انتظام ہوتا ہے - رعایا برایا آباد و شاد ہوتی ہے چنانچہ
حق تعالی سبحانہ ارشاد فرماتا ہے یَأمُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ یعنے بیشک اللہ حکم کرتا ہے
عدل اور احسان کا - پس مظلومون کی داد دینا اون کی حمایت جائز کرنا مسکینون کے ساتہ
احسان کرنا داخل عدالت ہے - اس مقام پر یہ تصویر بہت صحیح ہے کہ انسان جب سختی دہوپ سے
گھبراتا ہے اور برداشت نہین کرسکتا تب وہ بنظر راحت سایہ مین آتا ہے - اسیطرح مظلوم
جب جور و ستم اشرار سے تنگ ہوتا ہے تب حاکم کی پناہ مین آتا ہے - تاکہ اوسکو انصاف کے
ذریعہ سے آسایش و آرام حاصل ہو - اسیواسطے بادشاہ کو ظل اللہ کہتے ہین - اور حدیث
مین آیا ہے کہ بادشاہ کا ایکساعت عدل پر متوجہ ہونا ساٹہ برس کی عبادت سے بہتر ہے
کیونکہ عبادت کا نتیجہ عابد کی ذات خاص پر موثر ہوتا ہے - اور عدل کا فایدہ عام ہے جس کے
برکات سے سارے انتظامات درست رہتے ہین - عادل سب کی آنکہون مین محبوب

ہوتا ہی۔ عام اس سے کہ کسی کو اوس سے فایدہ پہونچے یا نہ پہونچے۔ مگر اوس سے سب خوش
رہتے ہین۔ اور ظالم و بیخبر اگرچہ کسی پر ظلم کرے یا نہ کرے مگر سب برا کہتی ہین۔ جیسے
نوشیروان کی عدالت پر آجتک آفرین اور حجاج کے ظلم پر ابتک نفرین کرتے ہین نوشیروان
کے عدل کا یہ مرتبہ تہا۔ اور اوس کی عدالت اسدرجہ کو پہونچی تھی کہ گرگ سے چرواہی کا
کام اور چور سے پاسبانی کا کام لیتا تھا۔ اوس کے زمانۂ عدالت مین سوای گل کی کوئی
گریبان دریدہ نظر نہ آتا تھا۔ اور آواز نالہ سوای مرغان چمن کے کسی کی سنائی ندیتی تھی
اوس کے عہد عدل مین فتنہ سوای چشم خوبان کے دوسری جگہ دکھائی ندیتا تھا۔ اور عالم
برزخ مین عدل کا یہ اثر ہوتا ہی کہ بعد مرنے بادشاہ عادل کے اعضا سڑگل کر معدوم
نہین ہوتے۔ چنانچہ مشہور ہی کہ مامون رشید نے اس تعریف کی تصدیق مین نوشیروان
عادل کی قبر کھلوائی۔ تو واقع مین مثل ایک سوتے ہوے آدمی کے سالم موجود تہا۔ درحالیکہ
ایک بادشاہ کافر کا عدالت سے یہ نتیجہ ہوا تو شاہان اسلام جو عادل ہین۔ اون کی نسبت خدا
کے سب وعدے کیون سچے نہ ہون۔ ؎ عدل در دنیا نکونامت کند ٭ در قیامت
خوب فرجامت کند۔ اسواسطے حکام کو چاہئے کہ مظلوم کے طول بیان سے آشفتہ خاطر نہو
کیونکہ جبتک بیمار کا حال تمام وکمال بصراحت طبیب نہ سنے تو تشخیص مرض کی
کیا کرے۔ اور نسخہ کیا لکھے۔ اسیطرح حاکم مظلومون کا طبیب ہی۔ حاکم کو ضرور ہے کہ
مظلوم جو کچھ عرض کرے اوسکو بگوش دل سنے۔ اور عرض و معروض ضعفا اور فقرا سے
عار نہ کرے کہ سنت حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام ہی۔ کہ آپ باوجود اس سلطنت اور

حکومت عظیمہ کے ایک موضعیف کی بات بھی سنتے تھے۔ حکما نے کہا ہو کہ اَلدِّیْنُ وَالْمُلْکُ تَوْاَمَانِ یعنے دین اور ملک دونون توام ہین۔ اگر ایک کی سر مین درد ہو تو دوسرا بھی اسمین مبتلا ہو۔ پس سبب دین یعنی احکام شرعی مین فرق آیا تو تدبیر اور سیاست مین بدرجہ غایت نقصان پہونچیگا جس سے ملک کی حفاظت وامن متصور ہی۔ یہ عدالت والیان ملک وحکام وقت سے متعلق ہی۔ اور عام عدالت جسکا تعلق ہر بنی آدم سے ہی بمصداق کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ یعنے ہر ایک تم مین سے اپنے جوارح اور قوی کا حاکم ہی۔ اسلیے ہر ایک سے سوال کیا جائیگا۔ اسواسطے ضرور ہی کہ شبانہ روز مین جو فعال نیک وبد انسان سے وقوع مین آئین۔ اونکا کسیوقت احتساب کرتا رہی۔ اور اسمین جو مذموم معلوم ہو اوسکو ترک کرے۔ اور محمود پر شکر خالق بجا لائے۔ اور اوس کی عادت کرے۔ اور نفس وعقل مین جو نزاع ہوا کرے اوسکو بحکم شرع شریف فیصل کیا کرے۔ تاکہ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہو۔ عدالت مین افعال شبیہ وہ ہین جو زیور عدل سے آراستہ نہون۔ جیسے اپنے اعمال نیک کو دنیا مین تالیف قلوب عوام کیواسطے مشہور کرنا۔ اور اوس شہرت سے جلب منفعت کی امید رکھنا۔ اور اپنے جاہ وجلال کا بڑہانا ریاکے ساتھہ داخل عدالت نہین۔ عادل وہی ہی جو اپنی قوتون کو موافق حکم عقل اور علم کے کام مین لائے۔ اور اعتدال کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور بنی نوع کے ساتھہ بھی اوسی اعتدال کو نگاہ رکھے۔ اور عموماً فضائل عدالت کے حاصل کرنے مین کوشش کرے۔ اور سوا اس کے دوسرا مقصود نہو اور غلبۂ نفسانی کے وقت روشن اور

وستور عادل مین خلل نہ پڑنے دے کہ زرخالص اور ملمع صاف طور پر معلوم ہوتا ہی - یہ فضائل
چہارگانہ جو بیان ہوے - اون کے انواع بیشمار ہین - جیسے نیکیون کا صلہ بے انتہا ہی
ویسے ہی افعال نیک بھی بے انتہا ہین - کتب اخلاق مین جو تفصیل دیکھی وہ بہت ہی
مگر انواع کا انحصار کسی نے نہین کیا - چنانچہ اون مین سے بعض ضروری بیان کیے جاتے
ہین - **حکمت کے انواع** سات ہین - **ذکا - سرعت فہم - صفائی ذہن**
سہولت تعلم - حسن تعقل - تحفظ - تذکر - اسی ترتیب سے ہر ایک کا
بیان کیا جاتا ہے -

ذکا

ذکا سے مراد یہ ہی کہ انسان مین سمجھہ کا ایسا ملکہ ہو کہ مقدمات سے فوراً نتیجہ نکال لے -
اور بناوٹ کو سمجھہ لے - اور سچ کو لے لے - اور جھوٹ کو چھوڑ دے - اور مقدمہ مرکب
ہوتا ہی صغرے وکبرے سے - اور اوس سے جو بات پیدا ہوتی ہی - اوسکو نتیجہ کہتے ہین -
مثلاً اَلعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ - وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ - فَالعَالَمُ حَادِثٌ - دیکھو صغرے العالم
متغیر ہے - اور کبرےٰ کل متغیر حادث - ذکی آدمی فوراً نتیجہ نکال لے گا کہ العالم حادث یعنی
حدوث عالم کو ثابت کر دیگا پہر اگر مقدمہ کی صغرے اور کبرے مین کوئی نقص ہوگا مثلاً
شکل اول مین صغرے کا موجبہ ہونا - اور کبرے کا کلیہ ہونا شرط ہے - اس مین سے اگر
کوئی امر مفقود ہوگا تو ذکی آدمی فوراً اوسپر متنبہ ہو جاے گا - اور اوسکو دور کر کے
نتیجہ صحیح نکال لے گا - اور عرفاً مقدمہ اوس کارروائی کو بھی کہتے ہین جو ابتدای تحقیقات

فیصلہ تک تنا صمین کے بیانات اثبات و تردید دعوی مین قلمبند ہون خواہ تحریری عدالت مین داخل ہون اس ہیت مجموعی کا نام مقدمہ ہے۔

سرعت فہم

وہ ہے کہ تھوڑی زمانہ اور اندک وقت مین اون امور کو معلوم کرلے جنکا معلوم ہونا ضرور ہے۔

صفائی ذہن

وہ ہے کہ بلا غور و امتداد ایسے اصلی مطلب پر ذہن منتقل ہوجاوے اور صدق و کذب کو دریافت کرلے۔

سہولت تعلم

یعنے آسانی کے ساتھہ بلا اندیشہ و خطرہ مقصود کی طرف اس طرح رجوع کرنا کہ کوئی خدشہ مانع حصول مطلب نہ ہوا و ربلا مزاحمت آسانی کے ساتھہ مقصود حاصل ہوجائے۔

حسن العقل

یہ ہے کہ حصول مقصود کے واسطے ایک حد مقرر کرے جو اوسکے استحصال کے واسطے مناسب ہوا ورجو امر مطلب کے حاصل کرنے کے لئے مفید ہو اوس کو نہ چھوڑے اور جو مقصود سے علیحدہ ہوا وس سے بحث نہ کرے اور عقل و فکر نے جو خیالات اس خصوص مین پیدا کئے ہین اونکو فراموش نکرے

اور وقت پر کام مین لائے اور جو نیک اور مفید باتین سمجھ چکا ہو اون پر بدگمانی نکرے کہ سن تعقل کے خلاف اور باعث ناکامی ہے۔

تحفظ

وہ ہے کہ اشکال محفوظہ جنکو عقل نے پیش کیا ہے اونکی حفاظت کرے اور ایک ایک شکل کو بخوبی یاد رکھے اور اپنے کام مین ہوشیار اور بیدار رہے۔

تذکر

یعنی اون اشکال محفوظہ کا جو بعد فکر اور غور کرکے عقل نے بہم پہونچائی ہین موقع ضرورت پر کام مین لانا اور وقت پر بیان کرنا۔

انواع عفت کے یہ ہین۔ حیا۔ صبر و رضا۔ قناعت۔ سخا۔ امانت۔ کبر نفس

حیا

لغت مین اوس تغیر اور انکسار کو کہتے ہین جو آدمی پر طاری ہوتا ہے اوس فعل کے خوف سے کہ جسکے کرنے سے وہ عیب دار سمجھا جاے اور شرع مین اوس خلق کو کہتے ہین کہ جو باعث ہو اجتناب کا امر قبیح سے چنانچہ فتح الباری مین ہے اَلْحَیَاءُ هُوَ بِالْمَدِّ وَهُوَ فِی اللُّغَةِ تَغَیُّرٌ وَ اِنْکِسَارٌ یَعْتَرِیْ الْاِنْسَانَ مِنْ خَوْفِ مَا یُعَابُ بِهِ وَفِی الشَّرْعِ خُلْقٌ یَبْعَثُ عَلَی اِجْتِنَابِ الْقَبِیْحِ ۔ اسواسطے انسان کو لازم ہے کہ جب نفس کو خلاف شرع یعنی امور قبیح کی طرف رغبت ہو تو اوسکو روکے اور ارتکاب سے باز رکھے اور اون خیالات کے درپے نہو کیونکہ تصور ہی بنیاد خیر و شر ہے اور کلیہ یہ قرار پاچکا ہے کہ پہلے انسان کے خیالات

کسی فعل کیطرف مائل ہوتے ہین تمام اس سے کہ وہ نیک ہو یا بد تب اوسکا ارتکاب ہوتا ہی
پس خیالات بد کو ہمیشہ انسان نیک کامون سے بدلتا رہے اور اوسکے پورا کرنے مین کوشش
کرتا رہے کہ حیا علامت ایمان کی ہی جسکی نسبت حضرت رسالت صلوۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ یعنی حیا ایک ٹکڑہ شاخ ایمان کا ہی حیا ہی سے قلب مین ترقی اور ملائمت
پیدا ہوتی ہی حیا ہی سبب ترغیب احسان ہی اسی سے انسان کو رغبت تبرع یعنی عبادت کی
ہوتی ہی یہی مصلح جو ہی بغیر حیا کے راحت و تن آسانی نہین حیا کے سوا خواہش ناجائز کا
روکنے والا کوئی نہین حیا ہی پر مصالح خلائق منحصر ہے ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ شرم تھی جیسے کنواری لڑکی کو
خلوت مین کسی اجنبی کے آجانے سے ہوتی ہی اور جس چیز کو آپ برا جانتے تو بمقتضاے حیا اسکو
برا نہ کہتے مگر چہرہ مبارک سے ثابت ہو جاتا کہ خلاف طبع گرامی ہے اور مسروق سے روایت
ہی کہ حضور بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ تم مین بہتر وہ شخص ہی جسمین حسن خلق ہی اور حیائے شرعی
حسن خلق سے ہی حیا ایک قسم کی یہ بھی ہی کہ اپنے گناہون سے شرمندہ اور منفعل ہو اور
سائل کو اپنے دروازہ سے محروم نجانے دے اگر سائل کا سوال پورا ادا نہو سکے تو جو
ممکن ہو اوسمین مضائقہ نکرے چنانچہ مرزا صائب نے درحالت ناداری سائل کا سوال
پورا نہو سکنے کی وجہ سے جو خجلت عائد حال ہوتی ہی اوسکو یون نظم کیا ہی ؎ ما نہ تنہا خجلت
سائل تر منیم و در کرد ؛ بے بذر کردیم انچہ بقارون زر کرد ؛ اور حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کوئی سائل یہ جانتا کہ سوال کرنے مین کیا ذلت

توکبھی سوال نکرتا اسیطرح اگر معطی کو یہ معلوم ہوتا کہ سوال پورا کرنیکا کیا نتیجہ و ثواب ہی تو جان دینے سے بھی انکار نکرتا
چہ جائیکہ مال لہذا انسان کو یہ پابندی شریعت حیا کا اختیار کرنا باعث نجات دارین ہی۔

صبر و رضا

صبر کی تعریف یہ ہی کہ شکیبائی کرنا اور حالت ناگوار پر قائم رہنا اور نفس کو لذات قبیحہ کے استعمال سے بچانا اور جو شئے قبضہ سے جاتی رہے اوسپر افسوس نکرنا اور راضی برضا رہنا داخل صبر و رضا ہی جسکی نسبت اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ یعنے اللہ صبر کرنیوالون کے ساتھ ہی اور دوسری جگھہ فرماتا ہی اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنے دئے جائینگے صبر کرنیوالون کو اجر بیحساب اور حدیث مین آیا ہے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ یعنے صبر کنجی ہے کارہاے بستکی اور حکما کا قول ہے کہ جسطرح آہن کو مقناطیس سے عشق ہے اوسی طرح ظفر صبر پر عاشق ہے جو انسان صبر کرتا ہے اوس مین کیفیت مقناطیسی آجاتی ہے۔ اور تمام خلق اللہ اوسکے ساتھ رجوع لاتی ہے۔ اور رسول مقبول علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ یعنے فتح ساتھ صبر کے ہے اور صابر کا مددگار خود خدا ہوتا ہی اور راضی برضا ہونا باعث سرفرازی دارین اور موجب خوشنودی کونین ہی ؎ صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب ✤ عاقبت روزی بیابی کام را ✤ اور بعض حکما نے صبر کی دو قسمین بیان کی ہین۔ ایک وہ جس کے طلب مین دل آرزومند ہو اور مطلوب کا خواہان۔ دوسرے وہ کہ مکروہ ہو جیسے آلام و اسقام پس اول مشکل ہی بہ نسبت ثانی کے

کیون کہ انسان اپنے مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے اکثر ممنوعات شرعیہ وعقلیہ کا مرتکب ہوجاتا ہی۔ اور فرمایا جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صبر انسان کے واسطے مخصوص ہی نہ حیوان کے لئے کیونکہ انسان کو حقتعالی نے عقل عطا فرمائی ہی جس سے وہ شہوت پرستی سے باز رہتا ہی۔ دین مین پہلا مقام صبر ہے۔ اور صبر سے معرفت اور معرفت سے خوف اور خوف سے زہد اور زہد سے اخلاص ویقین پیدا ہوتا ہی۔ اور فرمایا حق تعالی نے اپنے حبیب پاک سے وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا۔ یعنی وہ لوگ جو کچھ تمہین کہتے ہین اوسپر صبر کرو۔ اور بھلائی کے ساتھہ اونسے جدائی اختیار کرو اور حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوۃ والثنا نے فرمایا ہی کہ جو تمکو حق سے محروم رکھے تم اوسکو عطا کرو۔ اور جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اوس کے ساتھ نیکی کرو۔ ایسا صبر انسان کو صدیقون کے رتبہ پر پہونچاتا ہی۔ اور بیماری مین شکوہ نہ کرنے سے شہید کا مرتبہ ملتا ہی۔ اور خوب یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا مثل برف کی ہے جو بلا حرکت گھلتی جاتی ہی اور عقبے مثل زر طلا کے ہی جو ہر حال مین قائم رہتا ہی۔ اس صورت مین برف کو سونے پر ترجیح دینا خلاف عقل ہی۔ یہان سونے سے مراد یہی صبر ہے۔

قناعت

تہوڑی چیز پر راضی رہنا یعنے بقدر ضرورت اکل وشرب (کھانے اور پینے) کو جو خدا کے طرف سے پہونچے اوسپر اکتفا کرنا ــــ ہی عجب دنیا مین نعمت درمیانی زندگی ٭ فقر کی دولت سے اور ثروت کے فتنہ سے بری ٭ چین ہے دنیا مین گر کچھ ہو تو اسی

حالت مین ہی ۔ ہے جو یہ برزخ میان کُنت دوست تھی ۔ اور مال جمع کرنے سے کارہ ہونا اوس حدتک کہ عیال واطفال کو تنگی نفقہ کی نہ ہونے پائے داخل قناعت ہی ۔ مُلک آزادگی و گنج قناعت گنج است ۔ کہ بہ شمشیر میسر نہ شود سلطان را ۔ اور حرص وہوس کی تو کوئی انتہا نہین ۔ اور اس سے زیادہ کوئی البتہ ردّا نہین جو انسان کے فضائل کو غارت کرتی ہے ۔ یہی شرافت کو خاک مین ملاتی ہی ۔ اور نتیجہ سوای ندامت او خفت کی کچھ نہین ۔ آن شنیدی کہ درصحرا ے غور ۔ بار سالارے بیفتاد از ستور ۔ گفت چشم تنگ دنیا دار را ۔ یا قناعت پُر کند یا خاک گور ۔ جب یہہ معلوم ہوگیا کہ حرص نہایت ادنی شئے ہی ۔ اور قناعت اعلی تو اعلی کے مقابل مین ادنی شئے کو اختیار کرنا ادنی ہی کا کام ہی ۔ کار دنیا کسے تمام نکرد ۔ انچہ گیرید مختصر گیرید ۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ جلشانہ کے نزدیک وہ آدمی نیک ہی جسے حقتعالی نے اہل اسلام مین خلق کیا ۔ اور اوس نے بقدر ضرورت مال پر قناعت کی ۔ اللہ تعالی بلاحساب حکم دیگا کہ ان کو جنت مین لیجاؤ ۔ کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ انسان قناعت سے کیا فایدہ اوٹھاتا ہی ۔ جواب ملا کہ خدا ملتا ہے ۔

سخا

سخا کے معنی لغت مین جود کے ہین ۔ اور جود کہتے ہین خرچ کرنے کو اپنے ذخیرہ سے بلا تغیر عوض کے چنانچہ فتح الباری مین ہی اَلسَّخَاءُ فَھُوَ بِمَعْنَی الْجُوْدِ وَھُوَ بَذْلُ مَا یُقْتَنٰی بِغَیْرِ عِوَضٍ جس کی نسبت حضرت رسالت پناہی کا ارشاد ہی اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنے سخی دوست

اللہ کا ہی۔ اور سخی وہ ہی جسپر مال کا خرچ کرنا آسان ہو۔ اور اوسکو اہل استحقاق پر بقدر مناسب خرچ کرے۔ اور اوسیقدر جو داخل امساک و اسراف نہو۔ حدیث مین آیا ہی کہ اللہ جلشانہ نے دین اسلام کو سخاوت کیواسطے برگزیدہ کیا ہی۔ اور اسلام کی اصلاح کسی چیز سے نہین ہوتی الا سخاوت اور حسن اخلاق سے۔ قیامت کے روز جو پہلے میزان حساب مین رکھا جائیگا وہ حسن خلق اور سخاوت ہی۔ اللہ جلشانہ نے جب ایمان کو خلق کیا تو اوس نے خدا سے دعا کی کہ مجھے قوی کر۔ حکم ہوا کہ تجھے حسن خلق اور سخاوت سے قوی کیا۔ اور جب کفر کو پیدا کیا تو اوس نے بھی یہی دعا کی۔ اور خداوند عالم نے اوسکو بخل اور بداخلاقی سے قوی کیا سخاوت اللہ جلشانہ کو ایسی پسندیدہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل نہ کرو کہ وہ سخی ہے۔ اور حدیث ہی کہ اَلْجَنَّۃُ دَارُ الْاَسْخِیَاءِ یعنے جنت گھر ہی سخیونکا اسیواسطے سخاوت لوازم شجاعت سے ہی کیونکہ جب تحمل انسان مین آجاتا ہی تب اوسکو شجیع کہتے ہین اور شجاع جان دینے مین جب خوف نہین کرتا تو مال کے دینی مین کیا پس و پیش کرے گا سخاوت نہایت عمدہ شے ہی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف مین حدیث ہے کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ رسول خدا تمام آدمیون مین زیادہ حسین اور شجاع اور سخی تھے۔ حقتعالے فرماتا ہی وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ یعنے نیک لوگون کا گھر جنت ہی۔ اور یہ عام طور پر بھی مشہور ہی کہ اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ یعنے آدمی بندے احسان کے ہین۔ سخاوت

انسان کے واسطے حکم تسخیر اور اکسیر کا رکھتی ہی۔ اور سخی کی شناخت یہ ہی کہ وہ کسیکا دشمن نہین ہوتا۔ اور جو اسکے ساتھہ برائی کرے وہ اوس کے ساتھہ نیکی کرتا ہی۔ اُس احسان کے ساتھہ پیش آتا ہی۔ جو لوازم سخاوت سے ہی۔ سخی کو کوئی نقصان نہین پہونچا سکتا کیون کہ وہ سب کے نفع کا خواہان ہی۔ احسان ہی ایسی چیز ہے جو دشمن کو دوست بنا دیتا ہی۔ چنانچہ ابن شہاب سے مروی ہی کہ بعد فتح حنین کے رسول مقبول علیہ التحیۃ والثنا نے صفوان بن اُمیہ کو سو اونٹ دئے اور اوسیوقت پہر سو اونٹ دئے۔ اور پہر سو دئے۔ اسپر صفوان نے کہا کہ پہلے مین جیسا حضرت کو برا جانتا تہا۔ اب اُن سے بہتر کسی کو نہین جانتا۔ اور میری نگاہ مین وہ سب سے محبوب ترین۔ صائب نے کہا ہی

؎ دشمن خونخوار را کوتہ زاحسان ساز دست ٭ ہیچ زنجیرے بہ از سیری نباشد شیر را

سچ ہے کہ جس نے مال کو عزیز کیا وہ سارے جہان مین نامقبول اور خوار ہوا۔ اور جس نے مال کو اپنی نظر مین حقیر سمجہا وہ تمام عالم کی نظرون مین عزیز ہوا ؎ قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت ٭ نوشیروان نہ مرد کہ نام نکو گزاشت۔ اور نام نیک چہوڑ جانے کے لئے سخاوت سے زیادہ کوئی عمدہ طریق نہین ہی۔ مگر اس زمانہ مین زبانی جمع خرچ تو بہت دیکہا جاتا ہی۔ لیکن وقت اور موقع پر کسی حاجتمند کو ایک پیسہ نہین دیا جاتا اسی سبب سے فوائد قوم بالکل پامال ہو گئے ہین۔ اور اگلی برکتین اوٹہ گئی ہین۔ اور ایسی سخاوت جو نام آوری کے واسطے کی جاسے۔ داخل سخاوت نہین ہے۔ اس معاملہ مین جہان تک غور کیا جاتا ہی تو بخلاف زمانہ سابق کے معلوم ہوتا ہی کہ جسقدر مقدرت

اور ثروت انسان کی بڑہتی جاتی ہی اوسی قدر وہ اپنی خواہشون کو اور بڑہاتا جاتا ہی۔ اور احکام خدا
اور رسول کی اصلا و مطلقا پروا نہین کرتا۔ ایسا انسان کسیطرح سخی نہین ہوسکتا جو مال کو
رفع شہوات مین صرف کرے۔ جیسے خوش خوراکی وخوش پوشاکی وتعمیر مکانات عالی حاجت سے
زائد ؎ ہر کرا خوابگہ آخر دو مشتے خاکست ٭ گو چہ حاجت کہ برافلاک کشی ایوان را۔
اور فسق وفجور مین صرف کرنا یا بالطمع مزید جاہ وجلال ونمایش خلق وحصول قرب بادشاہ خرچ
کرنا یا اشرار کو بامید رفع ضرر دینا یا موقع ناچ ورنگ مین صرف کرنا یا اہل وعیال کے نان
ونفقہ مین ضرورت سے بے اندازہ خرچ کرنا۔ گویا مال کی قدر نہ کرنا بالکل مواقع احتیاج سے
غافل ہونا ہی۔ ایسی حالت بیشتر اون کی ہوتی ہی جنکو مال بے مشقت میراث یا ہبہ کے
ذریعہ سے ملجاتا ہی۔ یا کوئی دفینہ قدرتی نکل آتا ہی۔ کیونکہ ایسے لوگ اس سے واقف
نہین ہوتے کہ مال کس محنت سے پیدا کیا جاتا ہی۔ اور کس دشواری وسختی سے جمع ہوتا ہے
اور نہین سمجھتے کہ بغیر مال کے کوئی ضرورت انسانی اس مین اکل وشرب اور سامان
آسایش جس سے زندگی متصور ہی سب داخل ہی رفع نہین ہوسکتی۔ اور حکما نے کہا ہی کہ حکمت
تونگری سے چاق اور درویشی سے سست ومضمحل ہوتی ہی۔ جیسے دانا وعاقل کے پاس
اگر مال نہو تو خلق اللہ کو وہ کچہ فایدہ نہین پہونچا سکتا۔ اور سخاوت سے محروم تعلیم و
تعلم سے معذور رہتا ہی۔ کیونکہ اسکو امور ضروری کے بہم پہونچانے اور مصارف لابدی
معاش کے حاصل کرنے سے فرصت ہی نہین ہوتی۔ پہر اکتساب کمالات کہان سے
؎ مرا بتجربہ معلوم گشت آخر حال ٭ کہ قدر مرد بعلم است وقدر علم بمال۔

امانت

رکن اعظم حسن اخلاق سے ہی جس کی نسبت سرورعالم کا ارشاد ہی کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ یعنی نہین ہی ایمان جس مین امانت نہین۔ اور امانت ہر کردار وگفتار مین داخل ہی۔ امانت ہی سے آدمی عزیز اور مقبول خلق ہوتا ہی۔ چنانچہ حضرت رسول مقبول قبل از نبوت تمام عرب مین اسی ایک صفت سے موصوف ہوکر امین مشہور ہو گئے تھے۔ آپ حضور کو سب امین کے نام سے پکارتے تھے۔ اور اس زمانہ مین بھی امانت کی قدر ہی اور رسم امانت باخوبی جاری ہی۔ اور امانت دار شئے مفوضہ کو عام اس سے کہ قسم جنس سے ہو۔ خواہ زر نقد سے اُسکی حفاظت بخوبی کرتا ہی۔ اور لفظ امانت مین ہر قسم کی ملکیت امینانہ داخل ہی۔ خواہ صریحی ہو۔ خواہ ذہنی۔ یا ضمنی۔ چنانچہ امانت صریحی وہ ہی جو صاف اور صریحی طور پر افعال فریقین سے پیدا ہو۔ یعنی امانت دار کا شئے امانتی پر منجانب امانت کنندہ قابض ہونا اور امانت ضمنی وہ ہی جو نیت فریقین سے مستنبط ہو۔ گو شئے امانتی کی سپردگی بطور امانت نہوئی ہو۔ جیسے کوئی جایداد موصی لہٗ کے قبضہ مین قبل ادائی قرضہ کے آئی ہو تو موصی لہٗ اُسوقت تک اُس جایداد کا امانت دار سمجھا جائیگا۔ جب تک قرضہ ذمگی موصی ادا نہو جاے۔ یا کوئی مسلمان اپنی جایداد اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کرے اور پھر او سپر اپنے پسر کے طرف سے قابض رہی تو وہ پسر کا امانت دار ضمنی ہے اور جہانتک دیکھا جاتا ہی امانت دار اس کے پابند پاے جاتے ہین۔ مگر افسوس ہے خدا سے برتو سے نے جو امانت انسان کے سپرد کی ہی اوس مین سرتاپا خیانت ہوتی ہی۔

اور کوئی تنبیہ نہین ہوتا۔ جیسے اعضای انسانی کہ ایک مدت معین کے واسطے انسان کے
پاس امانت خدا ہین۔ پس امانت مین خیانت کرنا کیسا گناہ کبیرہ ہی جس کے نسبت اللہ
جل جلالہ ارشاد فرماتا ہی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللہَ یعنے اے لوگو خیانت
نہ کرو اللہ کی۔ اور وہ خیانت کیا ہی۔ اعضا سے وہ کام لینا جس کے واسطے اوس نے
منع کیا ہی جس کی تفصیل مختصر طور پر یہ ہی۔ آنکھہ اللہ تعالی نے انسان کو اسواسطے
عطا فرمائی ہی کہ چلنے پھرنے مین رہبری کرے۔ کام کرنے مین مدد دے۔ عجائبات
مخلوقات کو دیکھکر عبرت پکڑے۔ رفع حاجات اور ضروریات وغیرہ مین اُس ہی مدد لے
اور آنکھہ کو چار چیزون سے محفوظ رکھے۔ اول غیر محرم اور حسین کو نظر بد سے دیکھنا۔
دوم مسلمان پر نگاہ حقارت ڈالنا۔ سوم مسلمان کا عیب دیکھکر عیب
پوشی نہ کرنا۔ حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص مسلمانون کا عیب پوشیدہ کریگا اللہ اوسکے
عیبون کو مخفی کرے گا۔ ع پردۂ کس ندری کس ندرد پردۂ تو۔ چہارم ہمسایہ کے
مکان مین جھانکنا ممنوعات سے ہی۔ کان اس لئے دئے ہین کہ خدا و رسول کے احکام اور
بزرگون کے نصائح سنو۔ نہ یہ کہ کان کو گانے بجانے کیطرف مشغول کرو۔ اور بزرگون
کی نصیحت پر کان نہ رکھو۔ اور غیبت و فحش اور برائی کی باتین نہ سنو۔ ع نصیحتی
کنمت بشنو و بہانہ بگیر۔ کہ ہرچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر۔ زبان اسواسطے ملی ہے
کہ اس سے اللہ کا ذکر کرو۔ قرآن مجید پڑہو۔ لوگون کو ہدایت اور نصیحت کرو صلاح و
مشورہ نیک دو۔ امور دینی و دنیوی مین اُس سے مدد لو۔ اور فضول باتون سے

زبان کو روکو۔ اور جھوٹ سے بچاؤ۔ گو براہ تمسخر ہو۔ اس سے آدمی کا اعتبار و وقار کم ہوتا ہے۔ اور غیبت کسی کی نہ کرو۔ کیونکہ غیبت تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بڑھ کر ہے کسی کو زبان سے بد دعا بھی نہ دینا چاہیئے۔ گو اس سے ایذا پہونچی ہو۔ ترمذی مین ایک صحابی سے روایت ہے کہ مین نے ایک روز حضور نبوی مین عرض کیا کہ سب سے زیادہ مجھے کس چیز سے ڈرنا چاہیئے۔ آپ نے اپنی زبان پکڑی۔ اور فرمایا اس سے کیونکہ اکثر گناہ زبان ہی سے صادر ہوتے ہین۔ اور اکثر آفتین اسی زبان کی بدولت آتی ہین۔ اور شروع تربیت کا حکما مین یہی قاعدہ ہے کہ پہلے زبان کو قابو مین کرتے ہین اور دیکھتے رہتے ہین کہ زبان سے جو باتین نکلین وہ کس حدتک صحیح یا غیر مناسب تھین۔ اسواسطے لازم ہے کہ خلاف مصلحت کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔ زبان گو ظاہر مین گوشت کا ایک ٹکڑہ ہے۔ مگر تمام جسم پر اسکا تصرف ہے۔ اور زبان عقل اور دل کی وزیر ہے۔ اور عقل و دل جملہ اعضا پر محیط ہے۔ اور جو عقل و وہم اور دل مین آتا ہے اوسکو زبان ہی بیان کرتی ہے۔ اور یہ صفت دوسرے کسی عضو مین نہین۔ اور زبان مین سوا تکلم کے اور بہت بڑی بڑی اثر ہین۔ زبان جب سوز و گداز کی باتین کرتی ہے۔ بڑے سخت دلون کو رقیق کرکے رحیم و کریم بنا دیتی ہے۔ اور جب محبت اور شفقت کی گفتگو کرتی ہے سامعین کے دلون کو محفوظ کرتی ہے۔ اور جب یہ وعظ و نصائح پر آمادہ ہوتی ہے تو فاسقون اور فاجرون کو برے کامون سے بچاتی ہے سچی باتون سے ایک خاص اثر صداقت کا دکھاتی ہے جس سے انسان کامل و مکمل

ہوجاتا ہی۔ اور کلمات فحش سے دلون کو تاریک کرتی ہی۔ گالی دینے سے دوسرون کے
دل دکھاتی ہی۔ اور لوگون کو دشمن بناتی ہی۔ غرض کہ تمام نیکی اور بدی کا مدار زبان کی راستی
اور کجی پر منحصر ہی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان ہی کی نسبت ارشاد فرمایا ہی۔
مَنْ صَمَتَ نَجٰی یعنی خاموشی مین نجات ہی۔ پس انسان کو ایسی بات زبان سے نکالنا چاہیے
جس مین کسی طرح کا نقصان دین و دنیا کا نہو۔ اور امر باطل اور محل ناجائز پر ساکت رہنا
عین صواب ہی۔ شکم اسکو مشتبہ چیز اور حرام کا مال کھانے سے بچانا چاہیئے۔ جب
ضرورت کے لایق انسان کو کچھ ملجاسے تو قلیل ہی پر کفایت کرے۔ شکم سیر ہوکر کھانا
آدمی کو سخت دل اور بیحیا کرتا ہی۔ قوت حافظہ مین فتور ڈالتا ہی۔ عبادت مین مجہول بناتا
پرخوری شہوت کو ہیجان مین لاتی ہی جب اکل حلال سے سیر ہونا ایسی خرابی پیدا کرتا ہی
تو وای بر حرام خوری۔ اگر انسان ایک تقلیل غذا کو اختیار کرلے تو غالبا ارتکاب منہیات
اور عوارض جسمانی سے محفوظ رہی۔ فرج کو حرام سے بچانا فرض ہی۔ اور حرام سے
اوسوقت تک انسان بچ نہین سکتا جب تک نظر اور خیال کی حفاظت کما ینبغی نکرے
اور پرخوری سے باز نہ آئے۔ ہاتھہ جائز کام کرنے کو دیے گیے مین نہ ظلم و تعدی
کرنے کے واسطے۔ حرام کا مال لینے سے مخلوق کو ایذا دینے سے ہاتھون کو روکو۔
امانت مین خیانت کرنے اور مضامین ناجائز اور کلمات فحش کے لکھنے سے باز رکھو۔
پانون ناجائز امور کے حاصل کرنے مین نہ چلاؤ۔ فاحشہ عورتون کے گھرون مین نہ جاؤ
مسلمانان مفرور کا تعقب نہ کرو۔ ظالم اور فاسق اور فاجر کی ملاقات کے لیے دوڑ

تماشہ گاہون کا قصد نہ کرو۔ کیون کہ نیکی اور بدی کی نتائج انسان ہی کے واسطے مفید اور مضر ہین۔ اللہ تعالی انسان کے اعمال سے مستغنی ہی۔ اور کل اعضا و جوارح انسانکو نیک کامون کے واسطے دئے گئے ہین۔ جو افعال سئیہ اور حسنہ اون سے لئے جائینگی یہ خداوند عالم کے روبرو گواہی دین گے ؎ ہمین دوستان تا بدربامن اند ٭ چو من بنگرم این ہمہ دشمن اند۔ اور ہر وقت موت کو یاد کرنے سے بھی انسان معاصی سے محفوظ رہتا ہی۔ چونکہ اعضا نعمت الٰہی سے ہین۔ اور اُسکی امانت۔ پس اللہ تعالے کی نعمت اور امانت کو بُرے کامون مین صرف کرنا بالکل کفران نعمت ہی۔ ایسے لوگ خدا کے مواخذہ سے محفوظ نرہین گے۔ اور بروز جزا کچھ جواب ندے سکین گے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی اوس دن اون کے زبانون پر مہر کر دی جائے گی جو اون کے ہاتھ پانون اپنے اپنے افعال کی گواہی دین گے۔ اس لئے انسان کو اپنے ہر عضو کی حفاظت ضروریات سی ہی۔ امانت اور خیانت متضاد ہی۔ اور یہ مسئلہ مسلم ہی کہ اَلضِّدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ جہان امانت ہی وہان خیانت نہین۔ اور جہان خیانت ہی وہان امانت نہین۔ اور خیانت داخل خباثت ہی لھذا انسان کو خباثت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور ہر حال مین امانت کو اختیار کرنا موجب سعادت ہے۔۔۔

کبر نفس

بزرگی نفس کی یہ ہی کہ ہر حال مین انسان ایکسان رہی۔ اور عشرت و عسرت کو مساوی سمجھ

اور امور ملائم دنیا ملائم پرتا وہ ہہ۔ اور جب کچہ مناصب ومدارج مین ترقی ہو تو اپنے ارباب واحباب سے
اوسی قطع اور وضع سے پیش آئے جیسے قبل اون کا پاس ولحاظ کرتا تہا۔ اور ستایش اور ذم کو
برابر جانے۔ اور خواہش نفسانی کو غالب نہ ہونے دے۔ قولہ تعالی مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ
وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا یعنی جس نے نیکی کی وہ اوسی کے نفس کے لیے ہے۔ اور جس نے بدی کی اوسی
کے لیے ہے۔ اور مہمان نوازی کے شرائط ہمیشہ بجا لائے۔ امیر وفقیر کے ساتہ مساوات کو
مدنظر رکھے۔ کسی اعلی وادنی کی حتی الوسع دل شکنی نہ کرے۔ مسلمانون کو علی قدر مقدرت
مدد دے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ یعنی اگر نیکی کی تمنے تو اپنے لئے
غرضکہ یہ سب افعال کبر نفس کے واسطے ضروری ہین۔ اور بغیر اس کے کبر نفس معلوم۔

اقسام شجاعت یہہ ہین۔ ثبات۔ علو ہمت۔ حلم وتحمل۔ سکون
تواضع۔ حمیت۔ اخلاص۔ آداب۔

ثبات

ایک قوت جسمی کا نام ہے جو انسان اور نفس انسان کو مقابلۂ اعدا مین قائم رکہتی ہے۔
اور آلام وسختی کے وقت ہراسان نہین ہونے دیتی۔ اور قلب کو ساکن رکہتی ہے۔
بغیر ثبات کوئی کام آسان ہو یا مشکل پورا نہین ہوتا۔ اور ثبات کے لیے توکل علی اللہ
علامت غلبہ اور نصرت کی ہے۔ اور سبب کفایت مہات جب تک انسان مین ثبات
نہین ہوتا۔ اوس سے وہ برکات جو باعث فلاح ونجات ہین ظہور مین نہین آتے۔ اور
بادشاہون کے واسطے ثبات ایک لازمی اور ضروری چیز ہے۔ بغیر اسکے رعایا و اور

مستمر دان ملک اطاعت کلی اختیار نہین کرتے۔ اور اشرار اپنی شرارتون سے باز نہین رہتے۔ حکما کا قول ہی کہ بغیر ثبات کے بنیاد دولت ثابت نہین رہتی۔ اسواسطے انسان کو لازم ہی کہ بجای ثبات کے احیانا بھی وسوسہ کو اپنے دل مین جگہہ نہ دے۔ ورنہ اپنے ارادہ پر ثابت قدم نرہیگا۔ پس انسان جس کام کا قصد کرے اوس کے اتمام پر تہ دل سے مصروف رہی۔ اور اُس کے ختم مین غفلت نہ کرے۔ اور زبان سے وہ بات نکالے جو دوسرا اُسکی تنسیخ نہ کرسکے۔ ؎ از ثبات پا توان بر دشمنان فیروز شد؞ می نشاند ایک ہدف بر خاک چندین تیر را۔

علو ہمت

اسکی تعریف یہ ہی کہ نفس کو طلب فضائل کمالات اور تحصیل منافع دنیوی اور دینیات کے طرف متوجہ کرے۔ اور جسقدر عزت اور وقار پیدا کرنے اور اچھے خیالات عمدہ باتین اچھی کامون کے اختیار کرنے مین کوشش ہوسکے دریغ روا نہ رکھے۔ تاکہ عالی ہمت اور بلند حوصلہ مشہور ہو۔ اللہ جلشانہ بلند ہمت کو دوست رکہتا ہی۔ پس استحصال مقصود مین جو مکروہات پیش آئین اون سے نہ گھبرائے۔ اور عدم حصول منافع اور ظہور امور نا ملایم سے غمگین نہ ہو۔ بلکہ حصول مقاصد و نیکنامی پر سعی و کوشش کرتا رہی۔ کہ رفعت ارجمند ہمت بلند سے ہم پیوند ہی ؎ ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق ؞ باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو اور بادشاہون کے واسطے عالی ہمت ہونا واجبات سے ہی۔ بغیر اس کے دولت اور مملکت مین ترقی کے ممکن نہین ؎ عروس ملک کسے در کنار گیرد چست ؞ کہ بوسہ بر لب

شمشیر آبدار زند - اور عام خلق کو عموماً اور اہل قدرت کو خصوصاً لازم ہی کہ اپنی اپنی ہمت اور
مقدرت کی موافق اپنے اعزا اور اولاد کی تعلیم اور تربیت مین کوشش کرین - تاکہ خلاف
علو ہمت اور تہذیب اخلاق کے اون سے ایسی افعال سرزد نہ ہون - جس کی نسبت رسول
مقبول علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد فرمایا ہی کہ البتہ تم چلوگے اگلی امتون کی راہ پر یعنی
دین کے مخالف نہ یہ کہ کفر اختیار کروگے (دیکھو مسلم شریف کتاب العلم مین) چنانچہ یہہ
حدیث حضرت سرور کائنات کی پیشین گوئی ہی جسکا ظہور اس زمانہ مین پورا پورا ہو رہا ہے
کہ مسلمانان ہند ہر بات مین نصاری کی مشابہت کرتے ہین - کھاتے مین - پینے مین -
چلنے مین - پھرنے مین - یہانتک کہ بعض مسلمانون کو دیکھکر دھوکا ہوتا ہی کہ یہ نصرانی
ہی - اسکو علو ہمتی سے کچھہ علاقہ نہین - بلکہ محض بے حمیتی ہی - اگر نصاری کی تقلید اور
مشابہت پسند تھی تو عمدہ باتون مین اون کی تقلید کرتے - یعنے اون کا سا اتفاق
اون کی سی اولو العزمی اون کا سا علم اون کا سا ہنر حاصل کرتے - اسطرف تو التفات
نہین - صرف لباس اور وضع اور اکل و شرب وغیرہ مین جو آسان باتین تہین اون کو پسند
اور اختیار کر لیا - اور یہ نہ سمجھے کہ اپنی قوم کی وضع اپنی قوم کا لباس خود ایک قومی عزت
ہی - جسکو بلا وجہ وجیہ چہوڑنا خلاف عقل و حمیت نہین تو کیا ہی - اور عالی ہمتی کا تو
یہہ مقتضی تہا کہ نصاری کیطرح علم و حکمت ہمت و لیاقت پیدا کرتے - جس سے
دنیاوی قوت اور اسلامی شوکت قائم ہوتی - اور دین اسلام کی عظمت بڑہتی -
مسجدین آباد ہوتین - قومی اتفاق کو ترقی ہوتی - جسپر تمام دینی اور دنیوی کامون کا

مار ہے - اور اگر لباس کا بدلنا منظور تھا تو اپنی رای سے تمام فوائد جسمی اور روحی پر نظر کرکے ایک جدید طرز کا لباس ایجاد کرتے - جس سے عالی ہمت ثابت ہوتے - اور عقلمند کہلاتے - نہ کہ آنکھہ بند کرکے نصاری کی پیروی کرنے لگے - اور قوم مین انگشت نما ہو گئے - ہان اس مین شک نہین کہ زمانہ کی رفتار علانیہ طور پر بتا رہی ہے - اور جہان کی تاریخ بغیر عینک کے صاف دکھا رہی ہے کہ استحصال ثروت و مکنت بادشاہ کی توجہ اور امداد اہل حکومت کی شفقت پر منحصر ہے - اور ہندوستان مین سلطنت اور حکومت نصاری کے ہاتھہ ہے پس جب تک کہ ان کے ساتھہ طرح موافقت وارتباط نہ ڈالی جاے اور اون سے میل جول عرفی طور پر نہ کیا جاسے - اونکا شفیق اور مہربان ہونا معلوم اور اہل اسلام نے جہان اپنے مطلب اور کشود کار کے واسطے اون سے میل جول کیا اور فتوے کفر والحاد کے ہونے لگے - حالانکہ یہ ارتباط و اختلاط ویسا ہی ہے جیسا اکثر مسلمان غیر متقی فاسق فاجر مسلمانون سے ملتے اور اون کے صحبت سے نفرت نہین کرتے - اور مشرکین و بت پرستون سے ملتے ہین - مراسم دوستانہ کیا بلکہ برادرانہ ادا کرتے ہین - اور کوئی معترض نہین ہوتا - اور نہین سمجھتے کہ اون کے مقابل مین تو نصارے اہل کتاب ہین - جن کی نسبت حکم ہے طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنے کہانا اہل کتاب کا حلال ہے تمہارے اوپر - پس بمقابل ہنود کے جن کا کہانا مسلمان بغیر عذر کہاتے ہین - ہر طرح نصاری کو ترجیح ہے - ہان اگر ذبیحہ اونکا خدا کے حکم کے موافق نہ ہو تو مسلمانون کے واسطے جائز نہ ہوگا - چنانچہ اہل فقہ کا یہ مسئلہ

مسلمہ ہی۔ ہدایہ کتاب الذبائح مین لکھا ہی کو جو شخص مدعی توحید ہو مثل یہود و نصاری کے اوس کا ذبیحہ ویسا ہی ہی جیسا مسلمانون کا۔ اور کتابی کا اطلاق علی التعمیم کل اہل کتاب پر مساوی ہی خواہ وہ ذمی ہو خواہ حربی۔ خواہ عربی۔ اور مجوسی کا کہانا جائز نہین۔ اسصورت مین اگر کوئی عالی ہمت بنظر ترقی مراتب و مناصب نصاری کے ساتھہ کہ صاحب حکومت ہین زیادہ اختلاط بڑہاوے۔ اور بحکم اِذَا جَآءَكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ یعنے جسوقت آوے پاس تمہارے کوئی بزرگ قوم کا پس بزرگی کرو تم اوسکی۔ نصاری کے ساتھہ اخلاق و تعظیم سے پیش آوے۔ اور بطور دعوت اپنے دسترخوان پر اُنکو کھلاوے تو کیا مضایقہ ہی۔ فقہ مین کلیہ ہے کہ سُؤْرُ الْاِنْسَانِ طَاهِرٌ یعنے جھوٹا انسان کا پاک ہی اور اہل اسلام کا مذہب مثل ہنود کے نہین کہ جہان غیر مذہب کے ساتھہ کھایا اور مذہب معدوم ہوا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ الْاِعْتِقَادِ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو شخص دعوت کرتا تھا۔ آپ بلا تکلف قبول فرماتے تھے۔ اس مین یہودی ہو یا نصرانی۔ چنانچہ یہ معجزہ معجزات آنحضرت صلعم سے مشہور ہی کہ ایک یہودیہ نے حضرت کی دعوت کی۔ اور گوشت مین زہر ملایا۔ جسپر اعجازاً آپ ماہر ہوگئے۔ ہان مسلمان کو اسقدر احتیاط ضرور ہی کہ جب کسی نصرانی کی دعوت مین جاوے تو اوسکو لازم ہی کہ پہلے دریافت کرلے کہ باورچی قوم ہنود سے تو نہین۔ جن کے مذہب مین ذبیحہ کی قید نہین۔ دوسرے یہ کہ اون کے دسترخوان یا میز پر کوئی چیز ممنوعات شرعی سے نہ ہو۔ جیسے مُردار اور لہو۔ اور گوشت خنزیر۔ اور گلا گھونٹا ہوا جانور

یا لاٹھی سے مارا ہوا ۔ یا وہ جانور جو اوپر سے گر کر مرا ہو ۔ یا سینگ کی ضرب سے ہلاک ہوا
یا ویسا یا وہ درندہ سے اُنکو مارا ہو دعوت منظور کرنے مین کچھ مضایقہ نہین معلوم ہوتا ۔ اور یہ رسم
سوا ہندوستان ہند کے تمام ولایت اہل اسلام مین جاری ہی ۔ اور کوئی مواکلت مین پرہیز
نہین کرتا ۔ چنانچہ سلطان روم اور شاہ ایران ہمیشہ نصاریٰ سے ملتے ۔ خاطر و مدارا
کرتے ہین ۔ ساتھہ کھاتے ہین ۔ ان کے تخت گاہون کو جاتے ہین ۔ کوئی دقیقہ اتحاد
و اختلاط کا ان سے نہین اٹھا رکھتے ۔ اسی ایک ہند مین یہ آفت خلاف اخلاق
و معاشرت ہی کہ جس نے نصاریٰ سے میل جول کیا اور نیچریا کرستان مشہور ہوا ۔
حالانکہ بغیر اس کے رفعت جاہ و منزلت ممکن نہین ۔ اور یہ بھی سمجھنے کے قابل ہی کہ نیچر
وہ ہی جو حکماء طبیعین کا پیرو ہو ۔ اور کرستان اُسکو کہتے ہین جو اپنا مذہب ترک کر کے
عیسائی ہو جائے ۔ ہر آئینہ عالی ہمت کو زیبا ہی کہ جہان تک اوس سے ترقی مین کوشش
ہو سکے دریغ نہ کرے ۔ مگر یہان تک کہ اعتقادات اور وضع اسلامی مین فرق نہ آنے پائے

~ ہشیار ہو اے قوم کہ دنیا ہی گذرگاہ ❊ رہتا ہی گدا اوس مین ہمیشہ نہ شہنشاہ
کیا مرحلۂ صعب ہے العظمۃ للہ ❊ تھراتے ہین رہبر بھی وہ پرخوف ہی یہ راہ ❊ ایمان
عقاید مین نہ ہرگز خلل آئے ❊ کیا جانیے کس وقت پیام اجل آئے ۔

حلم وتحمل

حلم بغیر اسکان قلب کے نہین ہوتا ۔ اور جس کے دل مین حلم ہے وہ مغلوب الغضب
نہین ہوتا ۔ اور متحمل کا حریص ہونا کسب کمال و تحصیل کارہاے بزرگ پر لازمات سے ہی

تاکہ نام نیک اور ثواب عظیم حاصل ہو۔ پس انسان کو چاہیئے کہ قوای جسمانی کو اکتساب فضائل پر مجبور کرے۔ کیونکہ عین اخلاق الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ یعنے اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ اور دوسری جگہہ فرمایا ہے وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ۔ یعنے اللہ بے پرواہی تحمل والا۔ اور تمام انبیاء اور اوصیاء اور اولیا نے غیظ و غضب کے موقع پر حلم سے کام لیا ہے۔ چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ قوی وہ انسان نہین جو حالت غضب مین مقابل کو دے مارے بلکہ قوی تر وہ ہے کہ جو غصہ مین اپنے نفس کو گرا دے۔ اور اُسپر غالب آجاے۔ اور حلم بالکسر کے معنی ہین (سزا دینے مین آہستگی کرنا اور بردبار ہونا) اور تحمل بوجھ اُٹھانے اور رنج و مشقت گوارا کرنیکو کہتے ہین۔ اسموقع پر یہ لطیفہ قابل درج ہے کہ کسی نے ایک حکیم سے پوچھا کہ حلم کیا چیز ہے۔ حکیم نے جواب دیا کہ حلم کا قلب ملح بالکسر ہے جس کے معنی نمک کے ہین۔ پس جو کھانا بے نمک ہو وہ مزیدار نہین ہوتا۔ اسیطرح اگر انسان مین حلم نہ ہو تو اُسکے سب اخلاق بے نمک ہین۔ اور حالت جنگ و منازعت مین حرمت دین و ملت کی حفاظت کرے۔ اور اگر وہ جنگ و دبدبہ سلطنت قائم رکھنے یا بنظر جانب داری کسی فریق کے ہو تو حالت ترس و اندیشہ مین تحمل کو ہاتھہ سے نہ دے۔ تحمل مین بڑے بڑے فایدے ہین۔ اور تعجیل اوسکی ضد ہے جس مین سراسر ضرر ہے۔ اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی دیر اللہ کے طرف سے ہے۔ اور جلدی شیطان کی جانب سے ہے۔ اس صورت مین حلم و تحمل انسان کے واسطے واجبات سے ہے۔ کیونکہ جو چیز شیطان کیطرف سے ہے اُسمین

خیر و برکت کہان - جلدی کا کام خواہ مخواہ خراب ہوتا ہی - اور جو کام غور و تعمق سے کیا جاتا ہے
اوسکا انجام بخیر ہوتا ہی - اور حکمت و عقل کا منشا بھی یہی ہی - اور عجلت کا انجام اکثر پشیمانی
ہوتا ہی - اور تحمل کا مآل نیکنامی سوای اس کے یہ حفظ کرنے کے قابل ہی کہ انسان کو
عزت اور وقار دینی والی بہت چیزین متقدمین سے قرار دی ہین - مثلاً صالح ہونا اور
صالح کے معنی ہین نیکوکار اور نیکی کے بہت اقسام ہین - چنانچہ سخاوت - شجاعت
علم صناعی خوبصورتی - توانائی وغیرہ - ان مین ہر شے اکتساباً و عملاً و فعلاً مشکل ہے
کیون کہ سخاوت کے واسطے سرمایہ اور مقدرت کا ہونا ضرور ہی اگرچہ بعض کا قول ہی کہ
(سخاوت بدل ست نہ بمال) مگر یہ ایک مثل ہی جو بمقابل تہیدستی بادل ہرگز کچھ کام
نہین آسکتی نہ لامحالہ بحسب مکت خدا نہ دسے - آدمی سخاوت نہین کرسکتا - اور واقع مین
سخاوت کیواسطے مال اکا ہونا ضرور ہی - کیون کہ کوئی برہنہ سے کہے کہ گرم ہوجا
اور گرسنہ سے کہے کہ سیر ہوجا - اور اوسے کپڑہ - اور غذا نہ دسے تو کیا برہنہ ایام
سرما مین بغیر پارچہ کے گرم ہوسکتا ہی اور برہنہ بلا طعام کے سیر ہوسکتا ہی ؟ ہرگز
نہین - اسیطرح شجاعت کیواسطے میدان کارزار اور جو مواقع شجاعت کے ہین
اون کا ہونا مقدم ہی - علم حاصل کرنے کے لئی محنت اور ذہانت اور استاد شفیق کا
ہونا ضرور ہی - علی ہذا القیاس صنعت بھی بغیر محنت اور تعلیم کے نہین آسکتی - خوبصورتی
اور توانائی خلقی چیز ہی - اور خداداد - اسکو انسان بطور خود اور اپنی محنت اور
جفاکشی وغیرہ سے حاصل نہین کرسکتا - مگر ہان فضیلت حلم انسان اپنی ذات مین

بہت آسانی سے پیدا کر سکتا ہی اور سہر بنی آدم کے اختیار مین ہی جس کے واسطے محنت درکار ہی نہ کوشش نہ روپیہ کی حاجت۔ نہ اُستاد شفیق کی ضرورت۔ اور ساری فضائل سے افضل تر۔ سوای اس کے اگر کوئی عالم ہو اور حلیم نہ ہو تو وہ عالم جاہل سے بدتر معلوم ہوگا۔ اور خوبصورت قابل نفرت سمجھا جائیگا۔ اور تمام دنیا کا انتظام اسی ایک فضیلت حلم پر منحصر ہے۔ اگر انسان سے یہ فضیلت جاتی رہے تو تمام عالم کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اور خطا و نسیان کہ جس سے انسان مرکب ہی۔ اس سے بھی مستثنی ہو جائے۔ کیونکہ حلم خود عیب پوش ہی۔ اسلیے حلم کا اختیار کرنا ہر فرد بشر کو ضرور ہے حلیم کا کوئی دشمن نہین ہوتا۔ کیونکہ اوسکا خدا کفیل ہوتا ہی۔ اور حلیم ہر دل عزیز ہوتا ہی۔ حلم بہت سی بُرائیون کو دفع کر دیتا ہی۔ اور حلم سے انسان مین بہت سے فضائل آجاتے ہین۔ جیسے صبر و فروتنی و خیرخواہی عام و صلح و امن و سلامتی و خلق و توکل و شیرین زبانی و صفائی باطنی وغیرہ۔ اور ان سب کا نتیجہ دنیا مین ہر دل عزیز ہونیکا ہی۔ اور عقبیٰ مین ذریعۂ نجات۔ حلم سارے جھگڑون ہی کو پیوا کر دیتا ہی۔ باوجودیکہ خدا قادر مطلق ہے اوس کے حلم کو دیکھو کہ اگر وہ ہمارے زیادتی اور بداعمالی اور بداخلاقی پر تحمل نہ کرے تو ایک ساعت مین زمین و آسمانکو تہ و بالا کر دے۔ مگر وہ کس قدر متحمل ہے کہ اوس کی توحید مین لوگون نے تثلیث کو داخل کیا۔ مگر اوس نے سوای تحمل کے کسیطرح کی تلافی نہین کی۔ اور ہر ایک کو بدستور تاحیات روزی دیتا ہی۔ اور پھر آج نہ کل۔ بلکہ ہمیشہ کو وہ اسیطرح حلیم بنا رہیگا

پس آدمی کو حلم اختیار کرنا چاہیئے - کیونکہ جو قادر مطلق ہی وہ کس قدر حلیم ہے - ع
کہ جرم مبیند و نان برقرار می دارد - پس انسان کو جو مثل سبزہ کے آج ہی اور کل نہین
کس قدر حلم کرنا چاہیئے - کیا ثبات اوسکا کہ جس کی خاک سے بنیاد ہی ۔ آج صرصر نے
اگر چھوڑا تو کل برباد ہی - اگرچہ خدا کا علم مظلومی اور مسکینی پر شامل نہین ہی - کیونکہ
اُس کی شان حلم اپنے بندون کی تعلیم کے واسطے ہی - ورنہ عدالت کے دن اوس کا
جلال کچھ اور ہی ہوگا - اور چونکہ انسان عاجز و مجبور خلق ہوا ہی - اُسکو مسکینی اور
مظلومی لازم و ملزوم ہی - اور خدا کا حلم تمام مخلوق کے بہتری کے واسطے ہی - اور
انسان کا حلم اپنی بہتری کے واسطے ہی - اس لیے انسان کے لیے مظلومی اور
مسکینی کہ جزو حلم ہے واجب ہوئی - تاکہ اُس کی مجبوری اور ناتوانی پر شاہد ہو -

تواضع

کی حقیقت یہ ہی کہ انسان اپنے کو بزرگون سے اچھا نہ جانے - اور جو رتبہ مین فروتر
ہو - اُسکو کمتر نہ سمجھے - کیونکہ افراد انسانی تمام امور پیدایشی مین باہم مساوی
ہین - اللہ جلشانہ نے ایک ہی سے اعضا سب کو دئیے ہین - اور اسیطرح معاملات
مین سب شریک ہین - عام اس سے کہ نقصان ہو یا فایدہ - احتیاج ہو - یا غنا
ہر انسان احتیاج مین برابر ہی - اور ایک دوسرے کی مدد کا خواہان - اور بغیر
فروتنی کے کوئی کسیکا مددگار نہین ہوتا - تواضع دولت لازوال ہی - جس کو نہ چور
چورا سکتا ہے - نہ ڈاکو لیجا سکتا ہے - اور قدرتی طور پر شاہد ہر دو نرا اوس -

تا نسخ ادس ۔ ال امین ترقی ہوتی ہی۔ حدیث مین آیا ہی سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ یعنے سردار قوم خادم اونکا ہی۔ پس سید القوم ہونے کے لئے ہر فرد بشر کو اتباع احکام خدا و رسول ضرور ہی جس سے یہ فایدہ ہوتا ہی کہ سردار قوم جس کے ساتھہ بطور انکسار پیش آتا ہی۔ اوس کو اپنے اخلاق کا ایسا گرویدہ کر لیتا ہی کہ وہ خادم ہوجاتا ہی ع ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ اور تواضع سردار قوم اور امیر ہی کے واسطے زیبا ہی۔ ورنہ ع گدا اگر تواضع کند خوی اوست غرض آپسمین بمقابل دوسرے کی اپنے کو حقیر سمجھنا لوگون کی عزت وحرمت کرنا باعث بزرگی اور نیکنامی ہے۔

حمیت

حمیت کے معنی غیرت و شرم و ننگ کے ہین جسکا اول منشا یہ ہی کہ حفاظت دین و ملت۔ و نگہداشت آبرو و عزت مین تساہل و تغافل نہ کرے۔ بلکہ جیسے سبزہ زار کی حفاظت کی جاتی ہی اوسیطرح اسکی نگہبانی بھی کرے۔ اور صاحب ملک تدبیر حل مہمات اور اجرای سیاسات مین غفلت نہ کرے۔ اور اچھے کامون کے ترغیب کرتا رہی۔ اور رعایا کی خبر رکھے۔ تاکہ کوئی کام خلاف شریعت ظہور مین نہ آسکے۔ اور خلاف کرنے والونکو تعزیر دے۔ یہ مرتبہ اہل اختیار و اقتدار کے واسطے ہی۔ اور اہل علم کو چاہیے کہ وہ وعظ ونصیحت کے ذریعہ سے منع کرین۔ اور بحالت عدم قبول ایسے لوگون سے ملاقات ترک کرین۔ اور مرتکب منہیات کو دشمن سمجھین۔ یہ حمیت اخروی ہی۔ اور حمیت دنیوی کی دو قسمین ہین۔ ایک اپنی ذات اور اقربا کے ساتہہ۔ دوسری عام خلق اللہ کے

ساتھہ اپنی ذات کے ساتھہ یہ ہی کہ ممنوعات شرعی سے باز رہی۔ اور عورات کو نامحرمون کے
سامنے نہونے دے۔ اور اون کو عصمت وعفت کی مراتب حفظ کرا کر خوگر کر دے
اور شرعی مسائل ضروری اون کو سکہا پڑہا کر اوسکا عامل بنا دی۔ ے دیدہ فروپوش
چو دُر در صدف ۔ تا نشوی تیر بلا را ہدف۔ اور تمام خلق کے ساتھہ وہی طریقہ جاری
رکھے جو اپنے نفس کے ساتھہ برتا جاتا ہی۔ یعنی جو امر اپنے نفس کے واسطے پسند کرے
وہی دوسرون کے واسطے جائز جانے۔ حدیث مین آیا ہی لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ
لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ یعنی ایمان مین کامل نہوگا کوئی شخص جب تک اپنی بھائیون کے
واسطے وہ امر پسند نہ کرے جو اپنے واسطے کرتا ہی۔ اور استکشاف گناہ مسلمانون پر
سعی نہ کرے۔ بلکہ جہانتک ہو سکے اون کے عیوب پوشیدہ کرے۔ کہ یہ صفت خدای
عزوجل کی ہی۔ اور ستار اوسکا نام ہی یعنی چھپانے والا۔ دنیا اور آخرت مین گناہون کا
اور کمال یہ ہی کہ جب کوئی اپنی پناہ مین آوے تب اوس کی حمایت کرے۔ اور حتی الوسع
اپنی حمایت کو رایگان نہونے دے۔

اخلاص

عمل کو ریا سے پاک وصاف کرنا اخلاص ہی۔ اور اخلاص کے لغوی معنے دوستی کی ہین
اور اسیکو الفت بھی کہتے ہین۔ پس انسان کو چاہئے کہ جس سے محبت اور بغض رکھے
بمقتضاے اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ کے ہو جس سے خوشنودی حق تعالی مقصود ہے
نفسانیت کی اصلا اوس مین شرکت نہ ہو۔ کیونکہ غرض نفسانی عمل حقانی کو تباہ

کرتی ہی۔ اور محبت ذات خاص باری تعالی سے کرنا چاہیئے۔ کہ مبداء اخلاص کا ہی حقتعالی اپنی کتاب پاک مین فرماتا ہی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یعنے جو لوگ مسلمان ہین وہ سب پر غالب رکھتے ہین محبت خدا کو۔ اور اسی طرح اپنے حبیب علیہ التحیۃ والثنا سے خطاب کرتا ہی اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنے بیشک تو اوپر بڑے خلق کے ہی۔ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ جب تک خدا کو سب چیزون سے زیادہ دوست نہ رکھے۔ تب تک اوسکا ایمان درست نہین ہوتا۔ مگر انسان اسکو ظاہر کیونکر کرسکتا ہی۔ کیونکہ اللہ جلشانہ کی ساتھ محبت مثل انسان کے نہین ہوسکتی۔ جیسے مان باپ کو اولاد کے ساتھہ یا دوست کو دوست کی ساتھہ یا بھائی کو بہن یا بہن کو بھائی کے ساتھہ ہوتی ہی۔ خدا کے ساتھہ محبت کرنا یہی ہی کہ صدق کا پابند ہو جس سے ساری خوبیان دنیا و عقبی کی انسان مین پیدا ہو جاتی ہین۔ اسی ایک صدق سے انسان کے دل مین روشنی پیدا ہوتی ہی اور جسمانیت نور سے بدل جاتی ہی۔ اور جمال خداوندی کو دکھاتی ہی۔ اسیکو مشاہدہ کہتے ہین۔ دوسرے اعمال و افعال کی درستی عین محبت خدا ہی۔ اور احکام خدا کی اطاعت داخل وفاداری ہی۔ اور غلام کے واسطے وفاداری فرض ہی۔ اسیطرح محبت انسان سے یہ مقصود ہی کہ اپنے ابنای جنس کے ساتھہ بخلوص باطن پیش آئے۔ اور اون کے حاجات رفع کرنے اور اونکے ہر حال رنج و راحت مین شریک ہونے کو مقدم سمجھے۔ اور ہر معاملہ مین اخلاص کو پیش نظر رکھے۔ کیونکہ

اَلشَّفَقَةُ عَلیٰ خَلْقِ اللہِ - یعنی مہربانی کرنا خلق خدا پر - باعث خوشنودی حق تعالیٰ ہی -

دہ روزہ مہر گردون افسانہ ایست و افسون ٭ نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا ٭ ای صاحب کرامت شکرانۂ سلامت ٭ روزے تفقد ے کن درویش بینوا را ٭ آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست ٭ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا ٭

اور خدا نے اپنی مہربانی کو منحصر کیا ہی شفقت خلق پر - اور اگر ناخواستہ طبیعت پر انحراف یا اختلاف پیدا ہو تو فی الفور اوسکے تدارک مین مشغول ہو - اور استغفار کرے - اور علاج اوسکا صدقات اور ازدیاد خیرات ہی جس سے قلب پھر اصلی حالت پر آجاتا ہی - اور یہ بھی لوازمات بشری سے ہی اور قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہی کہ ہر ایک کام ہونے کے لئے پہلے خیال کا پیدا ہونا ضرور ہی - کیونکہ کوئی چیز مادی ہو یا غیر مادی - ذاتی ہو یا خارجی جب تک تصور اور خیال مین نہین گزرتی اوسکے جانب قصد نہین ہوتا - اور جب تک وہ خیال ذہن نشین نہین ہو جاتا - ارادہ ارتکاب قطعی کا نہین ہوتا پس جب تصورات خلاف اخلاص کے جانب رجوع کرین - اون کو دل مین جگہہ نہ دے اور دوسرے امور کی طرف قلب کو متوجہ کر دے - اس طریق عمل سے حفظ خلوص ممکن ہے -

آداب

آداب جمع ہی ادب کی - اور ادب کہتے ہین استعمال امر محمود کو ازروی قول یا فعل کے اور بعض نے تعبیر کیا ہی اسکو مکارم اخلاق سے - اور بعض نے کہا ہی کہ نیک کامون پر

استقرار و استمرار کر لینا اور بعض نے کہا کہ اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور چھوٹے کے ساتھہ
نرمی او شفقت کرنا اور بعض نے کہا کہ ادب ماخوذ ہی مادبہ سے اور مادبہ نام ہی دعوت
الی الطعام کا چنانچہ امام ابو الفضل ابن حجر شرح بخاری کتاب الادب مین فرماتے ہین
وَالْاَدَبُ اِسْتِعْمَالُ مَا يُحْمَدُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَعَبَّرَ بَعْضُهُمْ عَنْهُ بِاَنَّهُ الْاَخْذُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ
وَقِيْلَ الْوُقُوْفُ مَعَ الْمُسْتَحْسَنَاتِ وَقِيْلَ هُوَ تَعْظِيْمُ مَنْ فَوْقَكَ وَالرِّفْقُ بِمَنْ دُوْنَكَ وَقِيْلَ
بِاَنَّهُ مَاْخُوْذٌ مِنْ الْمَادُبَةِ وَهِيَ الدَّعْوَةُ اِلَى الطَّعَامِ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِاَنَّهُ يُدْعٰى اِلَيْهِ انتهى
گو یہ سب ہماری مقصود کے موافق ہین۔ مگر ہماری مراد یہان ادب سی مکارم اخلاق ہی یعنے
بڑون کی تعظیم کرنا اور خوردون کے ساتھہ نرمی کرنا۔ اور رضای خدا کو رضامندی
بادشاہ پر مقدم سمجہنا کیونکہ اللہ تعالی جس بندہ سے خوش ہوتا ہی وہ تمام خلق کی
آنکہون مین عزیز ہوتا ہی۔ اور جس سے خدا ناراض ہوتا ہی وہ سب کی آنکہون مین
حقیر و ذلیل ہو جاتا ہی۔ اور رضامندی خدا کا نتیجہ اور مآل حصول عزت و آبرو ہی
فرمایا اللہ تعالی نے اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی عزت اللہ اور رسول او
اون لوگون کے واسطے ہی جو اللہ پر ایمان لاے ہین۔ اور بادشاہ کے ساتھ سولہ
قسم کی رعایت آداب شرط ہی۔ اول اظہار عجز و خدمتگزاری کیونکہ بادشاہ ظل اللہ
ہوتا ہی۔ اور وہ خلق سے خدمت چاہتا ہی۔ اور اسکو اپنی یکتائی کا خیال ہوتا ہی۔
اسواسطے ضرور ہی کہ پیشگاہ شاہ مین انسان اپنی محتاجی اور مسکینی کا اظہار اور امتثال
اوامر مین جو خلاف حکم خدا کے نہون۔ بقدر قدرت سعی و کوشش کرنا۔ نیز تنہا

حضرت محبوب رب العالمین شفیع المذنبین خاتم المرسلین نے فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ
فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ رواہ البخاری - یعنی بادشاہ اگر حکم کرے گناہ کا پس نہین چاہیئے
اطاعت اور حقوق شاہی مثل خراج وغیرہ کے باحسن وجوہ ادا کرنا - اور کسیطرح سے
پہلوتہی نہ کرنا عین اتباع شریعت ہی - اور تعظیم و تکریم مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نکیا جای
اور اون کی ضرورت کے وقت جان و مال سے بھی دریغ نہ کرے - اور زیادہ قربت
شاہ کا خواستگار نہ ہو - کیونکہ صحبت سلاطین کو حکما نے مثل آگ اور شیر درندہ کے
تشبیہ دی ہی - ؎ از صحبت بادشہ بہ پرہیز ٭ چون ہیزم خشک ز آتش تیز - اور کہا
احمد و ترمذی و نسائی نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو شخص شکار مین مصروف رہتا ہی وہ غافل
ہوتا ہی طاعت حق سے - اور دور ہوتا ہی رقت قلب اور رحم سے - اور جو شخص پہونچا
قربت شاہ مین وہ پڑا فتنہ مین - کیونکہ اگر موافقت کرتا ہی اوس کے ہر امر مین تو
خطرہ ہے دین مین - اور اگر مخالفت کرتا ہی تو اندیشہ ہی جان کا - الحق آداب ملازمت
سلاطین نہایت دشوار ہین - اور ہر شخص کا کام نہین - اور ملازمت سے وہ لوگ مراد
ہین جو ستم رسیدگان کو داد دیتے ہین - اور اس کے انجام مین محنت کرتے ہین - اور
حق پر نظر رکھتے ہین - اور بادشاہ کو بھی چاہیئے کہ راہ حق سے قریب اور راہ باطل سے
دور رہے - اور کسی کو بغرض تربیت نہ کرے - اور بے محل اور بیموقع کسی پر عقوبت نہ کرے
کیونکہ یہ شان سبکساری اور بے وقعتی کی ہے - حکما نے کہا ہی کہ جسوقت بادشاہ کو
غیظ و غضب ہو - اسوقت ملازم کو نہ چاہیئے کہ اپنی زبان نیک و بد مین کھولے - کیونکہ

ملوک کا غصہ بمنزلہ سیل کے ہوتا ہی۔ اگر کوئی اوسکا روکنا چاہی یا دوسری طرف مخاطب کرنا چاہی تو وہ سیل اُسکو بہا لیجائے اور ہلاک کرے۔ اسواسطے ایسے موقع پر پہر لازم کو سکوت واجب ہی۔ اور پہر مصلحت وقت پر نظر کرکے جسوقت بادشاہ کا مزاج درست ہو تو اُسکو حکایات عمدہ کی پیرایہ مین بیان کرے۔ تاکہ شاہ کو اپنے فعل پر خود تنبیہ ہو۔ دوم محنت وریاضت کرنا مکروہات پر صابر رہنا ملازم کا حق ہی۔ جو ملازم آسایش طلب ہوتا ہی وہ ذلیل وخوار ہوتا ہی۔ سوم جو بات فکر اور غور سے نکالکر عرض کرنا چاہی اوس مین پہلے مصلحت بادشاہ کو خوب سمجہہ لے۔ اور بمقابل امور دنیوی کے آخرت کے کام کو مقدم سمجھے۔ چہارم جہان تک ہو سکے بادشاہ کے سامنے اسطرح کے حکایات بیان کرے جس سے اُسکو عدل اور ملایمت کی جانب رغبت ہو۔ اور ظلم وتعدی سے نفرت تاکہ بروز حساب اس خطاب سے محفوظ رہی۔ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ یعنی جمع کرو ظالمون کو اور اون کے شریکون کو ؎ یاد ستمگار مشو اے عزیز تاکہ از ان زمرہ نہ باشی تو نیز۔ پنجم بادشاہ کو ہمیشہ خیر پر آمادہ کرے۔ اور وہ خیر جو مثل شعاع آفتاب کے ہو جو ہر جگہہ پہونچتی ہے۔ اور مانند ابر باران کے ہو جو ہر زمین پر برسے اور عمدہ خیر وہ ہی جو بلا اظہار احسان ہو۔ بلکہ ابر سے انسان کی سخاوت کا درجہ اسطرح سے بڑہا ہوا ہی کہ ابر روکے دیتا ہی۔ اور سخی خندہ روئی سے۔ ششم بادشاہ سے ایسے شخص کی سفارش نہ کرے جس کے حسب ونسب اور اطوار سے بخوبی واقف نہو ہفتم جس چیز کو سمجھے کہ یہ بادشاہ کی پسند کے قابل ہی۔ اوسکو اپنے پاس نہ رکھی جیسی

گھوڑا اور ہتھیا۔ اور فیل و خدمتگار وغیرہ بلکہ جب ایسی عمدہ چیز اور خوش سلیقہ خدمتگار دستیاب ہو تو بادشاہ کی نذر کرے۔ اور بعد اوس کے اگر بادشاہ اپنی جانب سے مرحمت فرمائے تو عنایت ہے نہیں جہشتم بادشاہ کے کلام کو بدل و جان او بجمیع عقل و حواس و بتوجہ چشم و گوش سنے۔ اور دوسری جانب مائل ہو۔ کہ باعث غضب شاہی ہے نہم دربار شاہی مین کسی سے سرگوشی نہ کرے کہ خلاف ادب اور سبب خطرات و گمانات شاہی کا ہے۔ اور حاسدون کو موقع غمازی کا ملتا ہے۔ ع سخن پوشیدہ گفتن در محافل نباشد شیوہ دانا و عاقل دہم جب تک بادشاہ کچھ دریافت نکرے اپنی جانب سے آغاز سخن نکرے ع صراف سخن باش سخن بیش مگو چتا از تو نہ پرسند تو از خویش مگو۔ اور جس سے بادشاہ سوال کرے سوا مسئول کے دوسرے کو جواب دینا خلاف ادب ہے۔ اور اگر عام حاضرین دربار سے مخاطب ہو تو جواب دینے مین تاخیر کرے اور دیکھے اور سنے کہ اور لوگ کیا کہتے ہین ع مزن بے تامل بگفتار دم نکو گوی گر دیر گوئی چہ غم۔ اس کے بعد اگر کوئی عمدہ جواب مدلل سمجھہ مین آئے تو بیان کرے یازدہم جس بات کو بادشاہ مخفی کرے اوس کی تفتیش اور تفحص مین کوشش نکرے کہ سبب غضب شاہی ہے۔ اور یہ عمدہ ترین تمام آداب شاہی سے ہے۔ پس اسباب مین جہان تک احتیاط کی جاوے وہان تک کم ہے۔ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے سیاست کی بارہ مین مشورہ لیا۔ تو حکیم نے عرض کیا کہ آدمی کے قتل مین سعی نہ کرنا چاہئے۔ مگر تین قسم کے آدمیون کا قتل داخل مصلحت ہے۔ ایک جابر و ظالم کا جو ملک مین خرابی پیدا کرے۔ دوسرے وہ عامل جو مال شاہی کی چوری کرے۔ تیسرا وہ شخص جو راز شاہی کو ظاہر کر دے۔ ع ہر کہ ساز دستر سلطان

آشکار پذیر خاک تیرہ پنہان بہتر است ٭ سر نگہداری سرت ماند بجا ٭ زانکہ حفظ سر نگہبان سر است
پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اسکا عادی کرے۔ کہ جس احوال بادشاہ پر بہت
لوگ واقف ہون اور زبان زد عام ہو۔ اوسکو بھی اپنی زبان سے نہ بیان کرے۔ اور
جب اس صفت کے ساتھ جو شخص موصوف ہوجائیگا وہ از خود محرم اسرار شاہی ہوجائیگا
اور امانت دار کہلائیگا۔ ودازدہم پیشگاہ شاہ سے اگر کوئی تحفہ ادنی سے ادنی عنایت
ہو تو اوسکو اعلی سے اعلی سمجھکر لے۔ اور شکریہ ادا کرے۔ اور اگر کسی کے ہاتھ
بھیجا جاسے تو اوسکو اپنی حیثیت کے موافق انعام دے۔ سیزدہم بادشاہ کے حضور مین
شیوہ غیبت اختیار نکرے۔ غیبت سخت بلا ہی۔ اور غیبت کی تعریف اور اوس کی
حکم مین بہت اختلاف ہی۔ امام راغب نے فرمایا غیبت کی تعریف یہ ہی کہ آدمی دوسری کی
غیبت کرے بغیر ضرورت کی۔ اور امام غزالی نے فرمایا غیبت اوسکو کہتے ہین کہ تو
ذکر کرے اپنے بھائی کا اون امور کے ساتھہ کہ اگر اوسکو معلوم ہوتا تو برا جانتا۔
ابن اثیر نے نہایہ مین فرمایا ہی کہ ذکر کرنا آدمی کا اوس کی غیبت مین برائی کے ساتھ
اگرچہ وہ برائی اوس مین ہو داخل غیبت ہی۔ امام نووی نے اذکار مین فرمایا ہے کہ
ذکر کرنا آدمی کا اوس امر کے ساتھہ جسکو وہ برا جانتا ہی خواہ وہ برائی اوس کے بدن
مین ہو یا دین مین یا دنیا مین یا اوس کے نفس مین ہو یا اوس کے خلق مین یا اوسکے
خلقت مین ہو یا مال مین یا باپ یا بیٹے یا زوجہ یا خادم مین ہو۔ یا کپڑہ مین ہو یا
چلنے یا بولنے مین ہو۔ اور اسکے سوا جو امور مثل اس کے ہین۔ خواہ لفظ سے ہو

یا امارت سے فتح الباری میں ہے وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي حَدِّ الْغِيبَةِ وَفِي حُكْمِهَا فَأَمَّا حَدُّهَا فَقَالَ الرَّاغِبُ أَنْ يَذْكُرَ الْإِنْسَانُ عَيْبَ غَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ مُحْوِجٍ إِلَى ذِكْرِ ذٰلِكَ وَقَالَ الْغَزَالِي حَدُّ الْغِيبَةِ أَنْ تَذْكُرَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُهُ لَوْ بَلَغَهُ وَقَالَ ابْنُ الْأَثِيرِ فِي النِّهَايَةِ الْغِيبَةُ أَنْ تَذْكُرَ الْإِنْسَانَ فِي غَيْبَتِهِ بِسُوءٍ وَإِنْ كَانَ فِيهِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ تَبَعًا لِلْغَزَالِي ذِكْرُ الْمَرْءِ بِمَا يَكْرَهُهُ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ فِي بَدَنِ الشَّخْصِ أَوْ دِينِهِ أَوْ دُنْيَاهُ أَوْ نَفْسِهِ أَوْ خَلْقِهِ أَوْ خُلُقِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ وَالِدِهِ أَوْ وَلَدِهِ أَوْ زَوْجِهِ أَوْ خَادِمِهِ أَوْ ثَوْبِهِ أَوْ حَرَكَتِهِ أَوْ طَلَاقَتِهِ أَوْ عُبُوسَتِهِ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهِ سَوَاءٌ ذَكَرْتَهُ بِاللَّفْظِ أَوْ بِالْإِشَارَةِ أَوْ بِالرَّمْزِ اور حکم غیبت کا یہ ہے کہ حرام ہے باجماع مسلمین اور گناہ کبیرہ ہے۔ فتح الباری میں ہے وَأَمَّا حُكْمُهَا فَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ الْغِيبَةُ وَالنَّمِيمَةُ مُحَرَّمَتَانِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَنَقَلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْقُرْطُبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ الْإِجْمَاعَ عَلَى أَنَّهَا مِنَ الْكَبَائِرِ یعنے ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اجماع نقل کیا ہے غیبت کو کبیرہ ہونے پر۔ اور بہت سے احادیث میں وعید شدید غیبت کرنے والوں کے واسطے وارد ہے۔ نفس الامر یہ ہے کہ غیبت بہت بری شئی ہے اس سے کوئی بچتا نہیں الا ماشاء اللہ یعنی وہ جسے خدا چاہے۔ علاج اس کا یہہ ہے کہ انسان اوس غیبت سے توبہ کرے۔ اور جس کے غیبت کی ہے اوس سے معافی طلب کرے۔ تاکہ خدا اور اوس بندہ خدا کے مظلمہ سے پاک ہو۔ اور اگر وہ شخص فوت ہوگیا ہو جس کی غیبت کی تو اوس کے واسطے دعای مغفرت بدرگاہ رب العزت کرے۔ اِم

اوس کے نام پر کچھہ خیرات غربا اور مساکین کو دے۔ چہاردہم یہہ کہ عنایت
سلطانی پر نازان و مغرور نہو۔ کیونکہ تلون طبع بادشاہ مشہور ہی۔ جیسا حکما نے اپنے
نصائح مین بیان کیا ہی کہ اگر بادشاہ بنور شفقت و قدر افزائی کسی اپنے مقرب بارگاہ کو
بہائی کہے تو اوسکو خداوند نعمت ہی کہنا چاہیئے۔ اور ادب شاہی کو ہاتھہ سے نہ دے
؎ شاہ گر لطف بیحد راند ٭ بندہ باید کہ قدر خود داند۔ پانزدہم حاجات عرض کرنیکے لئے
ہمیشہ موقع کا منتظر رہے۔ ؎ حرامش بود نعمت بادشاہ ٭ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ۔
شانزدہم بادشاہ کے جو مقرب قدیم ہون اون پر سبقت لیجانے کا قصد نہ کرے کہ سوا
سفاہت اور بیخردی اور خفت کی کوئی نتیجہ نہین۔ بلکہ اون کے ساتھہ محبت اور اختلاط
بڑہانا سبب ترقی مدارج ہوتا ہی۔ اور اپنی ذات کیواسطے حفظ آداب درکار ہی کہ جو
چیز جہان سے لینے کے لایق نہین اوسکو نہ لے۔ اور جہان دینے کے قابل نہین وہان
نہ دے۔ تاکہ دنیا مین بدنام اور آخرت مین ناکام نہو۔ اور جہان تک ہوسکے لوگون کو
برائی سے بچائے۔ اور علی العموم نیکی پہونچائے۔ اور اپنے نفس نفیس کو بطمع مال و منال دنیای
گذشتنی و گذاشتنی کی خوار و ذلیل نہ کرے۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنیکی غرض سی
رضای حق سبحانہ تعالی کو برباد نہ کرے۔ اور محافظت نفس کی ہر حال مین مرعی رکھے
کہ اس سے بہتر کوئی کمائی دنیا مین نہین ہی۔ حدیث مین آیا ہی مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا
كَثُرَ وَاَلْهٰى۔ یعنے جو تہوڑی چیز ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہی۔ اوس افراط سے جو
غفلت مین ڈالے۔ اور چلنے مین جلدی نہ کرے۔ کہ علامت سبکی ہی۔ لہذا ایسا

آہستہ چلے جس سے بیمار معلوم ہو۔ یا مغرور۔ غرضکہ چلنے پہرنے مین بھی اعتدال کو ترک نہ کرے
اور زیادہ چپ و راست باز و پس نہ دیکھے کہ علامت حمق کی ہے۔ اور نہ سرنگون ہو کر
چلے کہ عادت اہل حزن کی ہے۔ اور سوار ہونے مین بھی اعتدال کو نگاہ رکھے۔ اور پاؤن
پھیلا کر نہ بیٹھے۔ اور ایک پاؤن کو دوسرے پاؤن پر نہ رکھے۔ اور باپ اور پادشاہ
اور استاد کی خدمت مین دو زانو ادب کے ساتھ بیٹھے۔ اور گردن ٹیڑھی نہ کرے کہ
ایسے حرکات بے ادبی مین داخل ہین۔ اور اون کے سامنے انگلیان نہ چٹخائے
اور جمائی اور انگڑائی نہ لے۔ اور تھوک قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ اور ناک دہن یا آستین سے
پاک نہ کرے۔ اور جس مجلس مین جائے۔ اوسط کے درجہ مین بیٹھے۔ اور اگر خود بانی
مجلس ہو تو جہان چاہے وہان بیٹھے۔ بقول ع صدر ہر جا کہ نشیند صدر است۔ اور جو
اپنے لائق کہین جگہ خالی پاوے وہان بیٹھ جائے۔ حتی کہ صف نعال مین بھی۔ امام بخاری نے
ایک باب اسی مین لکھا ہے۔ بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ یعنے بیٹھ جاے
مجلس کے اخیر مین بھی۔ اور اغیار مین سوای ہاتھ اور مونھہ کے دوسرے اعضا کو
نہ کھولے۔ اور زانو سے ناف تک کسی حال مین برہنہ نہ ہو۔ الا پاخانہ اور غسل خانہ
مین۔ اور سلام تمام اہل اسلام سے بلا لحاظ شناسا اور غیر شناسا کے کرے۔ فرمایا
رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف
رواہ البخاری۔ یعنی اسلام کی صفتون مین سے یہ ہے کہ تو سلام کرے اُس شخص پر
جسکو پہچانتا ہے۔ اور اوسپر جسکو تو نہین پہچانتا۔ اور حضرت عمار نے فرمایا کہ تین چیزین کو

جس نے انہیں جمع کر لیا اوس نے ایمان کو پا لیا۔ اور بخاری نے فرمایا ہی کہ ہر کہ و مہ کو سلام کرنا چاہئے وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ یعنی عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ جو تین چیزون کو جمع کر لیا اوس نے ایمان کو کامل کر لیا۔ یعنی آدمی انصاف کو نگاہ رکھے اور ہر کہ و مہ پر سلام کرے۔ اور محتاجی مین اللہ کی راہ مین خرچ کرے۔ اور سلام ان لفظون مین ادا کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یعنے سلامتی ہو تم پر۔ اور یہ بھی معنے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا نام سلام ہی وہ تیرے حال سے خبردار ہی۔ اور یہ بھی معنے ہین کہ تو مجھسے سلامتی مین ہی۔ ابن دقیق العید شرح الامام مین فرماتے ہین کہ لفظ سلام اطلاق کیا جاتا ہی متعدد معنون مین اسکے معنی سلامتی اور تحیۃ کے ہین۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہی۔ وَقَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ فِي شَرْحِ الْإِلْمَامِ السَّلَامُ يُطْلَقُ بِإِزَاءِ مَعَانٍ مِنْهَا السَّلَامَةُ وَمِنْهَا التَّحِيَّةُ وَمِنْهَا اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى كَذَا فِي الْفَتْحِ۔ امام بخاری نے اسکا ایک باب قرار دیا ہی۔ بَابٌ اَلسَّلَامُ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى یعنے سلام ایک نام اللہ کے نامون سے ہی۔ قرآن مجید مین بھی مذکور ہی اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ اور ابتدا سلام کی سنت ہی۔ اور جواب دینا واجب۔ اور السلام علیک بضمیر واحد اور السلام علیکم بضمیر جمع بھی کہنا درست ہی۔ گو شخص واحد ہو۔ اور جواب دینے مین بھی ضمیر جمع کا لحاظ رکھے۔ اور اگر ابتدا ضمیر جمع سے ہوئی ہی تو وعلیکم السلام کہے۔ اور چاہی تو رحمۃ اللہ وبرکاتہ دونون لفظون کو بڑھا دے مستحب ہی۔ اور جواب مین علیکم بغیر واو کے کہنا

جائز نہین - امام نووی سنے کہا ہی کہ ہمارے اصحاب نی اتفاق کیا ہی کہ اگر مجیب بغیر واو کے
کہے تو نہین کافی ہوگا جواب فَقَالَ النَّوَوِیُّ اِتَّفَقَ اَصْحَابُنَا اِنَّ الْمُجِیْبَ لَوْ قَالَ عَلَیْكَ بِغَیْرِ
وَاوٍ لَمْ یُجْزِئْ کَذَا فِی الْفَتْحِ - اور اہل کتاب یعنی یہودی و نصاری کے سلام کے جواب مین
یون کہنا چاہیے یعنی علیك یا وعلیك جیسا کہ صحیح بخاری اور اوس کی شرح مین مروی
ہی - اور جو سلام پیام کے ذریعے آسے اوسکا یون جواب دیا جاسے یعنی وعلیك وعلیه السلام
چنانچہ بخاری مین اسیطرح سے ہی - اور ترتیب سلام کی یہ ہی کہ سوار سبقت کرے پیدل پر اور
چلنے والا بیٹھے پر - اور قلیل لوگ کثیر پر - اور خورد بزرگ پر - اور جب کسی مجلس مین داخل ہو
پہلے سلام علیک کرے - اور جب اوٹھے تب بہی سلام علیک کرے - امام بخاری سنے
ہر ایک کا ایک ایک باب قرار دیکر احادیث کو نقل کیا ہی باب تسلیم الراکب علی
الماشی یعنے سلام کرنا سوار کا پیدل پر - باب تسلیم الماشی علی القاعد - یعنے چلنے والا
بیٹھے پر باب تَسْلِیْمُ الْقَلِیْلِ عَلَی الْکَثِیْرِ یعنے کم لوگ بہت لوگون پر سلام کرین -
باب تَسْلِیْمُ الصَّغِیْرِ عَلَی الْکَبِیْرِ یعنی خورد سلام کرے بزرگ پر - اور فرمایا رسول خدا نے
اِذَا قَعَدَ اَحَدُکُمْ فَلْیُسَلِّمْ وَاِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ اَخْرَجَهُ النَّسَائِیُّ یعنی جسوقت بیٹھے ایک
تمہارا پس چاہیے کہ سلام کرے اور جب اوٹھے سلام کرے - نقل کیا اسکو نسائی سنے اور
جب چھینک آئے تب اپنی موںہہ اور ناک پر رومال رکہہ لے - تاکہ ریزش رومال مین
جذب ہو جاسے - اور آواز چھینک کی بلند نہ ہو - اور چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے یعنے
تعریف ہے اللہ کے لئے اور سامع کہے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ یعنے رحمت کرے اللہ تجہپر اور یہ کہنا

سامع پر واجب ہے۔ اور اگر چھینکنے والا یہود و نصاریٰ ہو تو اسکی چھینک کے جواب مین کہے یھدیکم اللہ
یعنی ہدایت کرے تمکو اللہ۔ اور کھانا کھانے کے وقت پہلے ہاتھ دہوئے۔ اور ناک کو
صاف کرے۔ اور ابتدای طعام مین بسم اللہ کہے خواہ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑہے
یہ مسنون ہے۔ کیونکہ حدیث مین اسیقدر ہے اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ فَاِنْ
نَسِیَ فِیْ اَوَّلِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ یعنے جس وقت کہ کہاوے ایک تم مین کا
کہانا پس چاہئے کہ بسم اللہ کہے۔ اور اگر بہول جاوے اول مین تو چاہئے کہ کہے بسم اللہ
فی اولہ وآخرہ۔ اور زور سے کہے تاکہ دوسرے کو بھی یاد آجاوے۔ اور سید ہے ہاتھ کی تین
انگلیون سے کھائے۔ اور بڑا لقمہ نہ اُٹھائے اور کہانے مین بار بار انگلیان نہ چاٹے مگر
بعد فراغ چاٹنا مسنون ہے۔ اور دسترخوان پر جتنے اقسام طعام کے ہون علی الترتیب تھوڑا
تھوڑا سب مین سے کھاؤ۔ اور عمدہ قسم پر زیادہ رغبت نہ کرے۔ اور فرمایا حق تعالی نے
کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا یعنے کہاؤ تم پاکیزہ چیزین اور کام کرو تم اچھا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ کھانا بھی علم اور عمل کو قوت دیتا ہے۔ اور کھانا دسترخوان پر چاہئے۔ نہ خوان
اور سینی پر۔ کیونکہ حضرت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی ہی عادت تھی۔ اور ہمیشہ
تقلیل غذا پر نیت رکھے۔ اور حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پاے راست کو اٹھا کر اور پای
چپ پر سیدہا بیٹھ کر کھائے۔ اور ایک ثلث پیٹ غذا کے واسطے ہے۔ اور ایک ثلث
پانی کے واسطے۔ اور ایک ثلث سانس لینے کے لئے۔ اور جب تک اچھی طرح بھوک
نہ ہو کچھ نہ کھائے جو اسپر عمل کرے گا وہ کبھی طبیب کا محتاج نہ ہوگا۔ اور ما حضر پر قناعت

کرے۔ اور نمکین ہی سے آغاز اور نمکین ہی پر ختم کرے۔ اور کھانے مین ذکر خدا و رسول
و اہل اللہ کا کرنا باعث خیر و برکت ہے۔ اور حدیث مین آیا ہی کہ تین وقت کی کھانے کا
حساب بندہ سے اللہ نہ لیگا۔ ایک سحر کے وقت کہانیکا۔ دوسرے افطار صوم کا تیسرے
ہو دوستون کے ساتھ کہانے۔ اور دعوت مین تکلف نہ کرے جو حاضر ہو دوستون کے
سامنے رکھدے۔ کیونکہ تکلف باعث ہوتا ہے دیر خیر اور تکلیف کا۔ ع تکلیف تکلف مین
سراسر ہے انیس؀ اچھے ہین وہی جو کہ تکلف نہین کرتے۔ کیونکہ مقصود دعوت
یہ ہی کہ مسلمانون کو راحت پہونچے۔ اور اوس مین کوئی فعل خلاف سنت نہ ہو۔ اگر
غربا کی دعوت قبول کرنے مین حیلہ و انکار نہ کرے۔ نقل ہی کہ ایک روز امام ہمام
حضرت حسن علیہ السلام ایک موقع پر پہونچے دیکھا کہ چند شخص زمین پر بیٹھے ہین
حضرت سے سلام مین سبقت کی۔ اون لوگون نے بعد جواب کے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
فقیرون کا کھانا تیار ہی آپ نے فرمایا اچھا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ یعنے تحقیق
اللہ نہین دوست رکہتا مغرورون کو۔ اور گہوڑے سے اوترے اور اون کے ساتھ
زمین پر بیٹھے اور کھانا کھایا۔ اور جو ہم کاسہ ہو اوس کے لقمہ کو نہ دیکھے۔ اور اگر
مہمان ہو تو مہمان دار سے پہلے فارغ ہو جاوے۔ اگرچہ گرسنگی باقی ہو۔ اور اگر خود
مہمان دار ہو تو تاخیر کرے۔ تاکہ کوئی مہمان بہوکا نہ رہ جاوے۔ اور پانی آہستہ
پینا چاہئے۔ تاکہ آواز دہن یا حلق سے نہ نکلے۔ اور بعد کہانے کی انگلیون کو وہیخ تا خن کو
خوب صاف کرے۔ اور نیز لب و دہن کو۔ اور یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ یعنے تعریف ہی اللہ کو کہ جس نے ہمکو کھانا کھلایا اور
پانی پلایا اور ہمکو پیدا کیا مسلمانون مین - اور جب دوسرے کے دسترخوان پر کھاوے تو
میزبان کی بابت یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ یعنی اللہ برکت
دے ان لوگون کے واسطے اوس چیزون مین کہ روزی دی ہی تونے اونکو اور مہربانی کر اون پر
جس نے پانی پلایا ہو اوسکو یون کہے اَللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي یعنی اے اللہ کھلا میوے بہشت کے
اوسکو جسنے مجھکو کھلایا اور اوسکو جسنے مجھکو پلایا پانی اوسکو پانی پلا حوض کوثر کا - اور یہ
شراب طہور پلا اوسکو - یا اس سے مراد ہی دنیا کا کھانا پانی کہ وہ شخص محتاج نہ ہو - اور اگر
دونون مرادین لی جائین تو اور بہتر ہے - اسیطرح حق ولی نعمت نگاہ رکھنا فرض اور
واجبات سے ہی کیونکہ کفران نعمت سے نتیجہ ناقص پیدا ہوتا ہی - اور کافر نعمت کبہی
مراد کو نہین پہنچا - اور آیندہ اعتبار نہین رہتا - ع حق نعمت نگاہ باید داشت ٭
حرمت بادشاہ باید داشت - نیک مرد کی علامت شناخت یہ ہی کہ اگر ولی نعمت سے
کوئی ایسا فعل مکروہ ظہور مین آسے جو خلاف طبیعت ہو - یا کسی قسم کی مضرت پہونچے تو
اُس کی اُس نعمت اور احسان کو فراموش نہ کرے جس سے پہلے فایدہ اُٹھایا -
اور متمتع ہوا - بلکہ ہمیشہ اور ہرحال مین اُسکا شکرگزار رہے کیونکہ شکر ایسی عمدہ شی
ہی جس کے نسبت حقتعالی فرماتا ہی لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یعنے اگر شکر کروگے
زیادہ دونگا مین تمکو - پس شکرگزاری باعث زیادتی نعمت ہی - اور انسان کے
احسانات کی شکرگزاری مقدم تر ہی کیونکہ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

یعنی جس نے نہ ادا کیا شکر انسان کا وہ شکر نہ ادا کریگا اللہ کا۔ اسی آداب کا مصدق ہے
اور اللہ کی نعمتون پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہنا چاہیئے یعنی سب تعریف خدا کو
ہی۔ جو رب ہی سارے عالم کا۔ یہ شکرگزاری زبان سے ہوی جو منجملہ جوارح کے ہی۔ اور
اصلی شکرگزاری یہ ہی کہ ہر نعمت مین مخلوق کا حصہ ہی۔ اوسکو علی قدر مرتبہ تقسیم کرے
چون کہ حکومت سی عمدہ کوئی دولت نہین۔ اور اگر حکمرانی مین آداب عدالت ہون تو
حق تعالی کی خلافت ہی۔ اور نہین تو شیطان کی نیابت ہی۔ اور علم و عمل فرمانروائی کی
اصل ہی۔ حاکم کو چاہیئے کہ لذات دنیوی کو فانی سمجھے۔ اور عدالت و آداب کو نہ چھوڑے
اور لذائذ جاہ و دائی کی پیروی کرے۔ اور جوہر بے بہا کو ادنی چیز سے نہ بدلے۔ کیونکہ
رعایا پر مہربانی نہ کرنا اور بندگان خدا کو آسایش نہ دینا آداب خدا سے عزوجل کے
خلافت کے خلاف ہی۔ جو حاکم حق حکومت بآئین ہین ادا کرتا ہی وہ جیسے کھلاتا ہے
اور نیکنامے ابدی پاتا ہی۔ حاکم کو داد وہی مظلومان اور خبرگیری بیکسان سے ایک
لحظ کے واسطے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اور حاکم کو واجب ہی کہ کسی مجرم کو حد معین سے
زیادہ سزا دے۔ اور نہ اوس مین کمی کرے۔ ورنہ حقتعالی اوس سے ناخوش
ہوگا۔ اور حکم کریگا کہ تمہارا غصہ میرے غصہ سے اور تمہارا رحم میرے رحم سے زیادہ
نہ تھا۔ پہر تم نے سزا مین کمی و بیشی کیون کی۔ اسواسطے حاکم کو ضرور ہی کہ ہمیشہ علما سے
صحبت رکھے تاکہ وہ اوسی عدل و انصاف اور آداب کے طریق بتائین۔ اور اُنکی
نصیحت کو تہ دل سے سنا کرے۔ اور عدل کمال عقل اور آداب سے پیدا ہوتا ہی

اور حکما کا قول ہی کہ آداب سے عمدہ کوئی سرمایہ انسان کے واسطے نہین - اس کے مقابلہ مین دولت اور مال سب ہیچ ہی - کیونکہ دولت کو پایداری نہین - اور آداب مکارم اخلاق سے ہی - جسکو تغیر اور فنا نہین -

انواع واقسام عدالت

صدق وفا صلۂ رحم شفقت مکافات توکل

صدق

راستی کو کہتے ہین جو خلاف کذب کے ہی - اور بالکسر ہی - امام راغب نے فرمایا ہی صدق وکذب قول مین ہوتا ہی خواہ وہ ماضی ہو یا مستقبل - اور یہ دونو خبر مین واقع ہوتے ہین - اور کبھی استفہام اور طلب مین بھی - اور صدق نام ہی مطابق ہونا قول کا دل اور مخبر عنہ سے - پس اگر ان دونون مین سے ایک بھی نہ پایا جاوے تو صدق کا اطلاق نہ ہوگا - مثلاً منافق کا کہنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول خدا ہین اگرچہ یہ قول سچا ہی اور مطابق ہی مخبر عنہ کے مگر دل کے موافق نہین - پس منافق کو کاذب کہین گے - قال الراغب اَلصِّدْقُ وَالْكِذْبُ فِي الْقَوْلِ مَاضِيًا كَانَ اَوْ مُسْتَقْبَلًا وَعْدًا كَانَ اَوْ غَيْرَهٖ وَلَا يَكُوْنَانِ بِالْقَصْدِ الْاَوَّلِ اِلَّا فِي الْخَبَرِ وَقَدْ يَكُوْنَانِ فِي غَيْرِهٖ كَالْاِسْتِفْهَامِ وَالطَّلَبِ وَالصِّدْقِ مُطَابَقَةِ الْقَوْلِ الضَّمِيْرِ وَالْمُخْبَرِ عَنْهُ فَاِنْ انْخَرَمَ شَرْطٌ لَمْ يَكُنْ صِدْقًا بَلْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ كِذْبًا اَوْ مُتَرَدِّدًا بَيْنَهُمَا عَلَى اعْتِبَارَيْنِ كَقَوْلِ الْمُنَافِقِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ صِدْقٌ يَكُوْنُ

المخبر عنه لذلك ويصح ان يقال لكذب المخالفة قوله لضميره اور صدیق اُسکو کہتے ہین جس مین صدق بہت پایا جاے والصديق من كثر منه الصدق اور کہین صدق و کذب کا استعمال اون امور مین پایا جاتا ہی جو اعتقاد مین حق ہون اور حاصل ہوجائین جسطرح کہتے ہین سچا ہی میرا گمان یا سچا ہی فلان شخص قتال مین اور اسی معنے کو خدا تعالی نے فرمایا ہی قد صدقت الرؤیا یعنے سچا کر دیا تو نے اپنے خواب کو وقد يستعمل الصدق والكذب في كل ما يحق في الاعتقاد ويحصل نحو صدق ظني وفي الفعل نحو صدق في القتال ومنه قد صدقت الرؤيا اور صدق بالضم راست کہنا جس سے مراد درستی صادق ہی اور علا صدق یہ ہی کہ اللہ تعالی کو وحده لاشریک سمجھے ـ اور اوسکو بحکم لم يلد ولم يولد یعنے نہین پیدا ہوا اوس سے کوئی اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا دوئی سے پاک جانے اور اوس کی وحدانیت پر یقین رکھے ـ اور ایماندار صدیق کو کہتے ہین ـ اور صادق کی شناخت جناب رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتائی ہی لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه یعنے ایماندار نہین ہوتا تم مین سے تا وقتیکہ نہ چاہی واسطے برادر مومن کے جو چاہتا ہی اپنے واسطے ـ غرضکہ صدق کا برتاؤ ذات خاص اور عام مین مساوی ہونا چاہئے ـ کیونکہ راستبازی اور راستکاری سے انسان کو رستگاری ہوتی ہی ـ

راستی موجب رضای خدا است ❊ کس ندیدم که گم شد از ره راست ـ اور صدق سے یہ مراد ہی کہ انسان معاملہ مین

سچا ہو ۔ مکر و فریب کا لگاؤ نہ ہو ۔ ہر امر مین صداقت اور عدالت کی عادت ہو ۔ جو شخص صدق کی سلاح سے مسلح ہو جاتا ہی وہ سوای اللہ جل شانہ کے کسی سے نہین ڈرتا ۔ کسی کے حملہ اور دہمکی کو خیال مین نہین لاتا ۔ صدق کی ضد کذب ہی ۔ اور کذب منافق کی علامت ہی ۔ اور منافق کو خیانت لازم ہی ۔ فرمایا رسول خدا نے اِذَا حَدَثَ کَذِبَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ رَوَاہُ الْبُخَارِی پس صدیق کو جو خیانت سے نفع پہونچے اُسکو تمام عمر کے واسطے باعث رنج اور بعد موت سبب ندامت و انفعال ہوتا ہی ۔ صداقت کے مقابلہ مین اللہ کے تامل کو بھی خیانت سمجھے ۔ کیون کہ صداقت بغیر مذہب کے نہین ۔ اور مذہب بغیر صداقت کے نہین پس صدق مین یہان تک احتیاط چاہیئے کہ موقع جنگ و جدل مین جو گفتگو مخالف سے کی جای اوسمین بھی جھوٹ اور فریب کی آمیزش نہ ہو ۔ اور عہد و پیمان کو توڑ دینا یا قصداً ایسا عہد باندہنا جسکا ایفا منظور نہ ہو خلاف صدق ہی ۔ گو خداع جنگ مین جائز ہی ۔ مگر اوس خدع اور عہد و پیمان سے فرق ہی ۔ کیون کہ وہ عین حربہ آوری مین جائز ہی ۔ اور دہوکا دینا یا عہد شکنی کرنا خلاف وقار شاہی اور راستی کے ہی ۔ اور ضد ہی شرافت کی اور کمین گاہ مین بیٹہنا اور حملہ کرنا یا دشمن پر شبخون مارنا روا ہی ۔

وفا

طریق مواسات یعنی غمخواری ہم جنسون سے قطع نظر نہ کرنا ۔ وعدہ کو بوقت پر پورا کرنا اسیکو وفا کہتے ہین ۔ اور ایفای وعدہ جوانمردی اور بزرگی کی شان ہی ۔ آرایش روحی کا بھی عمدہ سامان ہی ۔ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر وفاے عہد کو فرض کیا ہی

بحکم یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ - یعنی اے مومنو پورا کرو بندھی ہوئی عہد کا اور دوسری جگہہ فرماتا ہی اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ یعنے پورے کرو میرے عہد پورے کرونگا مین تمہارے عہد - پس جس چیز کو اللہ جلشانہ پسند فرماتا ہی وہ انسان کو زیادہ تر پسندیدہ ہوتی ہی - اور احادیث مین بھی نقض عہد کے نسبت سخت وعید ہے ہرقل پادشاہ روم سنے بھی جسوقت رسول خدا کا فرمان دعوت اسلام پڑہا - اہل عرب سے جو اوسوقت وہان موجود تھے - رسول خدا کی نسبت جو سوالات کئے اون مین ایک یہ بھی سوال تھا کہ فَهَلْ یَغْدِرُ یعنے عہد کرکے وہ توڑتے ہین یا نہین - اہل عرب سنے جواب دیا لا یعنے عہد نہین توڑتے - اس سے معلوم ہوا کہ رسالت کی علامت یہی ہے عہد پورا کرنا - اور جو شخص نقض عہد کرتا ہی مبتلاے آفات ہوتا ہی - اور جو وفای عہد کو مقدم سمجھتا ہی - وہ عزیز خلق ہوجاتا ہی - عہد ہی باعث اعتبار ہر گرہی - اور اسی پر سارے انتظامات دنیوی کا مدار ہی - اگر یہ ایک چیز اپنی پایہ سے گر جای تو تمام نظم و نسق عالم ایک چشم زدن مین درہم برہم ہوجاے - ہرآئینہ ایفای وعدہ فرض ہی - اور عہد شکنی خلاف حکم خدا و رسول ہی جس سے ہر حال مین پرہیز اور گریز ضرور ہی -

صلۂ رحم

صلۂ رحم سے مراد ہی بخشش اور محبت کرنا اہل قرابت سے - اور رحم بفتح ر و کسرۂ حاے حطی اطلاق کیا جاتا ہی اون اقارب پر جن کے ساتھہ نسبی شرکت ہو - خواہ وہ وارث ہوسکین یا نہ ہوسکین - ذو محرم ہون یا نہ ہون - اور بعض سنے کہا ہی رحم سے

مراد محارم ہین مگر قول اول کو ترجیح ہی۔ اسوجہ سے کہ اگر محارم مراد لیئے جائین تو اولاد
اعمام و اخوال کی نکل جاے گی۔ ذوی ارحام سے یہ ذوی الارحام ہین داخل ہین
حافظ ابن حجر بخاری کی شرح مین فرماتے ہین بَابُ فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَ
كَسْرِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ يُطْلَقُ عَلَى الْاَقَارِبِ وَهُمْ مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْآخَرِ نَسَبٌ سَوَاءٌ كَانَ
يَرِثُهُ اَوْ لَا سَوَاءٌ كَانَ ذَا مَحْرَمٍ اَوْ لَا وَقِيلَ هُمُ الْمَحَارِمُ فَقَطْ وَالْاَوَّلُ هُوَ الْمُرَجَّحُ
لِاَنَّ الثَّانِيَ يَسْتَلْزِمُ خُرُوجَ اَوْلَادِ الْاَعْمَامِ وَاَوْلَادِ الْاَخْوَالِ مِنْ ذَوِي الْمَحَارِمِ
وَلَيْسَ كَذٰلِكَ۔ پس جو اس کی پابندی کرتا ہی حقتعالی اوس کی عمر و دولت مین
برکت دیتا ہی۔ اور عزت کو بڑہاتا ہی۔ اور اوسپر رحمت نازل کرتا ہی۔ اور طریق عمل یہ
ہی کہ جو اہل رحم موجود ہین۔ اون کے حقوق ادا کرے یعنی محتاجون کے ساتھ عطا
و شفقت سے پیش آسے۔ اور جو محتاج نہین اون کی مدارا اور ثنا کرے۔ اور جو
غیر حاضر ہین اون کے حق مین دعای خیر کرے۔ اور اچھے لفظون مین نیکی کے ساتھ
یاد کرے۔ علامہ ابن ابی حمزہ نے فرمایا ہی کہ صلۂ رحم کے ادا ہونے کی یہ صورت
ہی کہ اہل قرابت کو مال عطا کرے۔ حاجت مین اُن کی مدد کرے۔ ضرر کو اون سی
دفع کرے۔ اون کے واسطے دعا کرے۔ اور کلیّہ یہ ہی کہ اپنی طاقت کے موافق
اون کے ساتہ بہتری سے پیش آسے۔ اور بُرائی کو اون سے دفع کرے۔
قَالَ ابْنُ اَبِي جَمْرَةَ تَكُونُ صِلَةُ الرَّحِمِ بِالْمَالِ وَبِالْعَوْنِ عَلَى الْحَاجَةِ وَبِدَفْعِ الضَّرَرِ
وَبِطَلَاقَةِ الْوَجْهِ وَبِالدُّعَاءِ وَالْمَعْنَى الْجَامِعُ اِيصَالُ مَا اَمْكَنَ مِنَ الْخَيْرِ وَدَفْعُ

ما امکن من الشر بحسب الطاقة کذا فی الفتح - لیکن علامہ موصوف فرماتے ہین کہ یہ
قاعدہ اون اہل رحم کے ساتھ جاری ہوگا جو اہل دین ہین - اور اگر وہ کفار ہین یا
فجار تو اون سے قطع کرنا اللہ کے واسطے بھی اون کا صلہ ہی بشرطیکہ اون کی اصلاح کرنے
کوشش کرے - پھر بھی اگر وہ اصرار اپنے کفر یا فسق پر کرین تو اون کو متنبہ کر دے کہ تم سے
جو قطع کیا گیا وہ بوجہ تمہارے حق سے الگ ہونیکے کیا گیا ہی - مگر تاہم صلہ اون کا دعا
منقطع نہ ہوگا - دعا اون کے واسطے حق پر آجانے کی لیے ضروری ہی - وھذا انما
یستمر اذا کان اھل الرحم اھل استقامة فان کانوا کفارا او فجارا فمقاطعتھم
فی اللہ ھی صلتھم بشرط بذل الجھد فی وعظھم ثم اعلامھم اذا اصروا ان ذلک
بسبب تخلفھم عن الحق ولا یسقط مع ذلک صلتھم بالدعاء بظھر الغیب ان
یعودوا الی الطریق المثلی انتھی اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلنی وصله اللہ ومن قطعنی قطعه اللہ
یعنی ناتا عرش سے لگا ہوا ہی جو ناتا ملاے اللہ اسکو اپنے سے ملائیگا - اور جو رشتہ
کاٹے اللہ اوسکو اپنے سے کاٹیگا - اور دوسری جگہ فرمایا لا یدخل الجنة قاطع رحم
یعنی نہین جائیگا جنت مین وہ جو توڑیگا رشتہ کو - اور ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ایک
شخص نے پیشگاہ حضرت رسالت پناہ مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے رشتہ
دارون سے احسان کرتا ہون اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہین - اُن سے مین
رشتہ لگاتا ہون وہ توڑتے ہین مین بُردباری کرتا ہون - وہ جہالت کرتے ہین

آپ نے فرمایا کہ اگر تو اون کے ساتھہ اسطرح پر پیش آتا ہی تو اون کے مونہہ چلتی
راکھہ ڈالتا ہی۔ اور تیرے ساتھہ خدا کی طرف سی ایک فرشتہ رہیگا جو تجھکو اون پر غالب کریگا
اس حدیث سے بڑی فضیلت صلۂ رحم کی ثابت ہوی۔ کہ فرشتے اوسکی مدد کو ساتھہ رہتی ہین
اور صلۂ رحم مین مقدم والدین ہین۔ کیون کہ والدین سے بہتر کوئی نعمت مولود کے واسطے
نہین۔ یہ ظاہر ہی کہ پدر سبب وجود صوری کا ہی۔ اور سن بلوغ وشعور تک باعث اوس کے
بقا اور نشو ونما کا ہی کہ وہی سارے اسباب قوت مولود مہیا کرنے اور تعلیم دینے اوسکی
پرورش کرنے مین خود مشقت اوٹھاتا ہی۔ اور اوسکو ہر طرحکا آرام دیتا ہی۔ اور خود تکلیف
اوٹھاتا ہی۔ انسان کو چاہیئے کہ بعد اداے حق نعمت الٰہی جسقدر خدمت والدین کی
ہوسکے بجالائے۔ کہ اون کی رضامندی عین خوشنودی خداے عزوجل ہی جس کی
نسبت ارشاد ہی رَضِیَ عَنْہُ وَالِدَاہُ فَاَنَا عَنْہُ رَاضٍ۔ یعنے جس سے راضی ہون
مان باپ تو مین اوس سے خوش ہون۔ اور حدیث ہی کہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّہَاتِ
یعنے جنت ہی نیچے قدمون مان کے۔ ابو ہریرہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک روز
جناب رسالتمآب کے حضور مین عرض کیا کہ میرے اوپر کس کا حق زیادہ ہی۔ آپ نے
فرمایا کہ تیری مان کا۔ اوس نے پھر یہی عرض کیا اور آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا
اور چوتھی مرتبہ فرمایا تیرے باپ کا اور اکثر علما نے اتفاق کیا ہی کہ نیکی کرنے مین مان
باپ پر مقدم ہی۔ اور نووی نے کہا کہ سلوک کرنے مین قرابتدارون کی ترتیب یہ ہی
پہلے مان پھر باپ پھر اولاد پھر دادا پھر نانا دادی نانی پھر بھائی بہن پھر اور محرم

جیسے چچا پہوپھی ماموں نانا اور نزدیک تر مقدم ہے بعید پر۔ اور برادر حقیقی مقدم ہے علاتی اور اخیافی پر۔ اور برادر علاتی مختلف البطن کو کہتے ہین۔ اور برادر اخیافی وہ ہے جنکی مان ایک ہو اور باپ علیحدہ علیحدہ پہر وہ قرابت دار جو محرم نہین جیسے چچا کا بیٹا بیٹی ماموں کی اولاد پہر نکاحی رشتے والے پہر غلام پہر ہمسائے۔ اور ہمسایہ کی حد چالیس گہر تک چارون طرف ہی۔ اور اس حد مین اختلاف بھی ہی۔ چنانچہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص سن لے آواز کو وہ پڑوسی ہی۔ اور بعض نے کہا ہی کہ جو شخص تیرے ساتہہ صبح کی نماز ایک مسجد مین پڑہے وہ پڑوسی ہی۔ اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حد جوار کی چارون جانب سے چالیس گہر بیان کیے ہین۔ امام اوزاعی نے بھی اسی قول کو لیا ہی۔ اور بخاری نے ادب مفرد مین امام حسن سے ایسا ہی روایت کی ہی اور طبرانی نے سند ضعیف کے ساتہہ کعب ابن مالک سے مرفوعًا چالیس گھر کی روایت کی ہے۔ اور ابن وہب نے ابن شہاب سے چالیس گھر کو نقل کیا ہی۔ لیکن بعض نے کہا ہی کہ سامنے اور پیچھے سے اور دسید ہی اور الٹی جانب سے چالیس گھر لئے جائین گے یعنے دس دس پر تقسیم ہو کر چارون طرف سے کل چالیس گھر۔ اور بعض نے کہا ہی ہر طرف سے چالیس گہر لئے جائینگے وَاخْتُلِفَ فِي حَدِّ الْجِوَارِ فَجَاءَ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَهُوَ جَارٌ وَقِيلَ مَنْ صَلَّى مَعَكَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي الْمَسْجِدِ فَهُوَ جَارٌ وَعَنْ عَائِشَةَ حَدُّ الْجِوَارِ أَرْبَعُونَ دَارًا مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَعَنِ الْأَوْزَاعِيِّ مِثْلُهُ وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي أَدَبِ الْمُفْرَدِ مِثْلَهُ عَنِ الْحَسَنِ وَلِلطَّبَرَانِيِّ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ عَنْ كَعْبٍ

ابنِ مالکٍ مرفوعًا اِلّا اَنّ اربعین دار الجار واخرج ابن وھبٍ عن یونس عن ابن شھابٍ اربعون دارًا عن یمینہٖ وعن یسارہٖ ومن خلفہٖ ومن بین یدیہ وھذا یحتمل کالاولی ویحتمل ان یرید التنویع فیکون من کل جانبٍ عشرۃ کذا فی الفتح

اور کافی ہی ہمسایہ کی فضیلت مین وہ حدیث کہ فرمایا رسول خدا نے کہ ہمیشہ جبرئیل وصیت کرتے تھے مجھکو ہمسایہ کے واسطے یہان تک کہ گمان کیا مین نے کہ قریب ہی کہ ہمسایہ وارث کردیا جاویگا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ یورثہ اور پھر فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن ایمان رکھتا ہی پس چاہئے نہ ایذا پہونچاوے اپنے ہمسایہ کو قال رسول اللہ من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ رواھما البخاری اور لونڈی غلام کا حق ہی کہ اون کو روٹی کپڑے سے محروم نہ رکھے۔ اور حقارت کی نظر سے اون کو نہ دیکھے۔ معرور کہتے ہین مین نے مقام ربذہ مین ابوذر سے ملاقات کی مین نے دیکھا کہ جو کپڑہ وہ پہنے ہین وہی اون کا غلام پہنے ہے پس مین نے اون سے پوچھا اونھون نے کہا مین نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی اوسوقت حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ اے ابوذر تو آدمی اچھا ہے مگر تجھ مین جاہلیت کی باتین ہین یہ تمھارے بھائی ہین اللہ تعالی نے تمھارے ماتحت کردئے ہین پس اوسکو وہ کھلاؤ جو وہ کھاے اور اوسکو وہ پہناؤ جو تم پہنو اور نہ تکلیف دو زیادہ کامون کی اور اگر اونسے کام لو تو تم بھی اونکے کام مین مدد کرو عن المعرور قال لقیت اباذر بالربذۃ

وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلاً فَعَيَّرْتُهُ
بِأُمِّهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ
خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَ
وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ رواہ البخاری اور سمجھ کہ بشریت مانند وہی این رجو
کچہ انسے خطا ہوجائے تو اسکو معاف کرے اور سمجھے کہ ہمارا آقا جو خداوند تعالیٰ ہے اوسکی ہم ہزارون خطائیں کرتے
ہین مگر وہ ہمسے ناخوش نہین ہوتا اور علی الاتصال کھانے کو دیتا ہے اور اولاد کا
حق والدین پر یہ ہے کہ اوسکی پرورش و پرداخت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت
نکرین اول دایہ معتدل مزاج مقرر کرین کیونکہ کیفیت مزاجی اور نفسانی اوسکے مولود مین
موثر ہوتی ہے اور ساتوین روز اوسکا نام اللہ یا رسول و ائمہ کے نام پر رکھین کیونکہ
نام نا ملائم کا اثر تمام عمر انسان مین رہتا ہے چنانچہ ابن ابی حسین نے عروہ سے روایت
کی ہے کہ رسول خدا جب کوئی نام قبیح سنتے بدل دیتے اور اچھا رکھ دیتے کَانَ النَّبِيُّ
صلعم إِذَا سَمِعَ الْاِسْمَ الْقَبِيحَ حَوَّلَهُ إِلَى مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ اور سعید ابن مسیب سے روایت ہے
کہ میرے دادا کا نام حزن تھا رسول مقبول نے بدلنا چاہا مگر اونہون نے نہ بدلا اوسکا
اثر آجتک ہم لوگون مین چلا جاتا ہے رواہ البخاری اسلئے نام کی رعایت بہت ضرور ہے
اور پانچ برس کی عمر سے اوسکی تعلیم و تربیت پر توجہ کرین معلم شفیق کو نوکر رکھین
اوسکو پڑہائین لکہائین اور جب سات برس کا ہو تب صوم و صلوٰۃ کے مسائل سکہائین
اور دس برس پر اوسے نماز کی تاکید کرین اور ابو داؤد و ترمذی نے لکہا کہ فرمایا

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سکھاؤ تم لڑکہ کو نماز سات برس کی عمر مین اور
مارو تم نماز نہ پڑہنے پر دس برس کی عمر مین عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلٰوۃَ ابنَ سَبعٍ وَاضرِبُوہ علیہا ابنَ
عشرٍ رواہ ابوداؤد کیونکہ اس عمر کی عادت پائدار ہوتی ہے اور جب دس برس سے عمر زائد
ہو تب اوسکو ترغیب دین کہ صحبت علماء وفضلا اور وعظ مین حاضر ہوا کرے اور مشائخونکی
خدمت مین جایا کرے تاکہ حیا کا غلبہ ہو جو دلیل نجابت وفضیلت کی ہے اور تاجنس
اور آوارہ لوگون کی صحبت سے روکین کیونکہ لڑکون کے نفوس بمنزلہ لوح سادہ
کے ہوتے ہین اور وہ جلد ہر بات اور ہر چیز کو باسانی قبول کر لیتے ہین پس جب
والدین کو معلوم ہو کہ ہمارے لڑکو رغبت نیک کامونکی طرف ہے تب اوسکی تعریف کرین
تا اوسکا دل بڑہے اور جب برے کامونکی طرف میلان پائین زجر و توبیخ کرین اور
حد سے زیادہ ملامت بھی نکرین کہ باعث بیحیا ہونے کا ہے جس سے رذالت کا
عادی اور نڈر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اگر لباس فاخرہ کی طرف اوسکی رغبت
پائین تو سمجھائین کہ لباس منقش وریشمی شیوہ عورتون کا ہے اور ریشمی کپڑہ مردونکو
حرام ہے اور کہانے پینے کے اوسکو آداب سکھائین اور یہ بتائین کہ کہانا صحت
کے واسطے ہے نہ لذت اوٹہانے کے لئے کیونکہ بھوک اور پیاس بھی ایک
قسم کی بیماری ہے جیسے اور امراض کے رفع کرنے کی غرض سے دوا دیتے ہین اسیطرح
جوع وعطش دفع کرنے کے لئے غذا اور پانی مقرر ہے اور جہانتک ہو سکے اوسکو
ایک قسم اور کم کہانے پر عادی کرین کیونکہ ایسی خواہشون سے مولود کو روکنا

والدین پر واجب ہے اور بمقابل چاشت کے شام کو فی الجملہ زیادہ کہانا دین اور
گوشت اعتدال سے زیادہ نہ کھلائین کہ باعث ثقل وبلادت ہے اور بچپن مین افیون
نہ کھلائین کہ مضر ہے اور جھوٹ بولنے اور قسم کہانے سے روکین اِس کل تعلیم و تربیت
کے واسطے مان کا خوش سلیقہ ہونا ضروریات سے ہے اور مان کی تعلیم مولود
پر زیادہ اثر کرتی ہے کیونکہ لڑکا صغر سنی سے زیادہ آغوش والدہ مین رہتا ہے
اور اوس سے کم باپ کے پاس اور جسطرح ہوش سنبھالتا جاتا ہے والدین کی خو
اختیار کرتا جاتا ہے پس والدین وہ طریق اختیار کرین جس سے مولد کی نگاہ جس
فعل والدین پر پڑے وہ نیک ہو اور یوم پیدائش سے جیسی عمر بڑہتی جاتی ہے
اوسی طرح کل قواے جسمانی وروحانی کو نمو ہوتا ہے جسمین قوت آخذہ بھی شامل ہے
اور اوسکا تجربہ ہر شخص کو ہو چکا ہے کہ ابتدا مین بچہ جو سیکھتا ہے وہ والدین
کے حرکات وسکنات کا نمونہ ہوتا ہے اور آئندہ کے واسطے والدین کے طریقون
سے ہر نیک و بد کا ذخیرہ جمع کرتا ہے اسواسطے والدین اور دایہ کا نیک و راست باز
اور کفایت شعار ہونا ضروری اور لابد ہے کیونکہ اونہین کے افعال اولاد کو نیک
و بد بناتے ہین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی تعلیم کے لئے گہر سے بہتر کوئی
مدرسہ نہین اور والدین سے عمدہ کوئی معلم نہین مگر درحالیکہ والدین ناخواندہ ہون
تو اونکا شجر تعلیم کیا ثمر لائے گا اِس صورت مین ایسے ناخواندہ والدین جو کتب
اخلاق اور نصائح کے پڑہنے مین عاری ہون اونکو اپنی اولاد کی تعلیم مین اسقدر

ضرور کوشش کرنا چاہئیے کہ اونکی دانست مین جو افعال قبیح ہون اپنی اولاد کے سامنے نکرین اور جو نیک کام ہون اونکو عمدہ طرز عمل مین لائین اور بچون کو دکھائین اور سنائین تاکہ ابتدا سے اولاد مین وہی عادت حسنہ پیدا ہو اور والدین کو احتیاط کرنا چاہئیے کہ بحالت غیظ و غضب بچون کے سامنے کسی کو گالیان نہ دین اور فحش نہ بکین کہ اوسکو بچے سیکھ لین اور اگر باپ آوارہ و بدچلن ہو اور مان عاقلہ و فرزانہ ہو تو اوسکی اولاد خراب ہونے پائیگی اسی واسطے خانگی تعلیم مادری مین زیادہ اثر ہے ہرچند کہ مرد سے عورت کی لیاقت بڑہکر نہین ہوتی مگر امور خانہ داری و کفایت شعاری مین عورت کا سلیقہ بڑہا ہوا ہے جسکا ایک شعبہ تعلیم اطفال بھی ہے اور اس تعلیم سے بچون مین معاشرت کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے جو مروت و اخلاق و راستی وغیرہ مین داخل ہے اور اکتساب علوم دوسری چیز ہے جو علما سے حاصل ہوتا ہے اور جب بچہ علوم ضروری سے فارغ ہوجائے تب صناعت کی طرف اوسکو متوجہ کرین امام بخاری نے ایک باب صنعت مین لکھا ہے باب کسب الرجل وعملہ بیدہ یعنی اس باب مین وہ احادیث ہین جو مکاسب اور صنعتون کی فضل مین آئی ہین فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَاکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ کَانَ یَاکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ ۔ یعنے نہین ہے کوئی کھانا بہتر اسپنے ہاتھہ کے عمل سے یعنے صنعت سے اور بتحقیق حضرت داؤد علیہ السلام کھاتے تھے صنعت سے اور امام نووی نے فرمایا ہے ٹھیک بات یہ ہے کہ تمام مکاسب سے

افضل اور پاک وہ کسب ہے کہ جو ہاتھ سے کیا جاوے یعنی صنعت وَاِنَّ الصّنوا اَنْ اَطْیَبَ الْکَسب
مَا کَانَ نَعْمَلُ الْیَدِ اور جو لڑکا ستیز و ذہین ہوتا ہے وہ تھوڑی سی کوشش
مین صنعت حاصل کر لیتا ہے جو وجہ معاشت کے واسطے کافی ہوتی ہے کیونکہ جو رزق
والدین کے ذریعہ سے پہونچتا ہے وہ قابل اعتماد نہین ہوتا اپنی قوت بازو سے
پیدا کرنے کے لئے صنعت کا حاصل کرنا ضروریات اور لوازم بشری سے ہے
اور صنعت کے واسطے طبیعت بجائے معلم و استاد کے ہے اور صناعت مثل متعلم
و تلمیذ کے پس صناعت کے واسطے مقدم ہے ہر چیز کو اپنی وضع اور خاص صورت
پر جو جسکے واسطے موزون ہے ترتیب دینا جسکے لئے فراست اور رکھ رکھاو دیکھ بھال
درکار ہے جیسے عورت اپنے بچہ کو اور مرغی چوزہ کو اپنی آغوش اور پروبال مین
ترتیب دیتی ہے اسی طرح صناع کو حفاظت اور تدریج مصنوع کی لازم ہے تا اوسمین
کسیطرحکا نقص نہ آنے پائے اور زمانہ حیات والدین مین ہر کسب کا حاصل کرنا اور اسمین کمال بہم پہونچانا آسان ہے اور
بعد مین مشکل اور یہ ظاہر ہے کہ چوب بعد خشک ہونیکے جس طرح سیدھی نہین ہوتی اسیطرح بعد بلوغ اور بعد
والدینکے اکتساب صنعت محال ہوتا ہے۔ اور قریب بلوغ کے شادی کر دینا چاہئے۔ دوسرا
حق اوستاد کا ہے اور اوستاد کی عزت و حرمت اور حاجت روائی کرنا اور اونکی
خدمت بجالانا باعث برکت اور موجب سعادت ہے۔ اور معلم کو چاہئے کہ جبتک
شاگرد کی تقصیر خود نہ دیکھے یا سبق یاد نکرے تب تک اوسکو نہ مارے۔ اور
یہ بھی اقوال سلف سے ثابت ہوتا ہے کہ معلم کا شاگرد کے کان مروڑنا یعنی گوشمالی

کرنا شاگرد کو ذکی کر دیتا ہے اور مسنون ہوتا تو حدیث شریف سے ثابت ہے کہ رسولخدا
نے ابن عباس کے کان مروڑے چنانچہ امام ابو الفضل اس حدیث کی شرح میں فرماتے
ہین وَقَدْ قِیْلَ اَنَّ الْمُتَعَلِّمَ اِذَا تَعَوَّھَدَ تَقَبُّلَ اِذْنِہٖ کَانَ اَذْکٰی لِفَھْمِہٖ فتح الباری
اور نہایت شفقت اور دلجوئی کے ساتھ تعلیم دے اور اپنی عبرت اوسپر بٹھائے تا کہ شاگرد
خلاف تعلیم کوئی کام نہ کرے کیونکہ بمقابل باپ کے اوستاد کو شاگرد سے زیادہ محبت
کرنا چاہیئے اس لئے کہ باپ سبب وجود و تربیت جسمانی کا ہے اور معلم سبب
تربیت روحانی کا ہے اسی واسطے متعلم کو بھی بمقابل پدر کے اوستاد کا زیادہ ادب
ولحاظ واجب ہے کہ پدر سبب حیات فانی کا ہے اور اوستاد سبب حیات دائمی کا
اور متقدمین کا قول ہے کہ انسان کے باپ تین ہین ایک وہ جو وجود ظاہری میں
لایا دوسرا وہ جس نے علم سکھایا تیسرا وہ جسنے اوسکو لڑکی دی ان تینون کا ادب
جہانتک انسان کرے باعث سعادت دارین ہے اور جناب مرتضوی علیہ السلام نے
فرمایا ہے کہ جسنے پڑھایا مجھے ایک حرف اوسنے بتحقیق بنایا مجھے غلام ۔ اور جس طرحپر
صلہ رحم اپنے قرابتدارون میں ہے اوسی طرح غیرون میں بھی ہے گو اون سے قرابت
ظاہری نہین لیکن قرابت معنوی ضرور ہے ۔ امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ صلہ رحم
کی دو قسمین ہین ایک عام دوسرے خاص عام صلہ رحم محبت اور مصلحت اور عدل اور
انصاف کے ساتھ اور حقوق واجبہ اور مستحبہ کا ادا کرنا ہے اور صلہ رحم خاص میں
نفقہ دینا قرابتدارون کو اور اونکے حالات کی جستجو کرنا اور اونکی خطاؤن سے

درگذر کرنا حسن کا جو مرتبہ ہے اوسکو اوسکا مستحق مجہنا قَالَ الْقُرْطُبِی اَلرَّحِمُ الَّتِی تُوْصِلُ عَلَیْہِ وَخَاصَّۃ فَالْعَامَّۃُ رَحِمُ الدِّیْنِ وَتَجِبُ مُوَاصَلَتُہَا بِالتَّوَدُّدِ وَالتَّنَاصُحِ وَالْعَدْلِ وَالْاِنْصَافِ وَالْقِیَامِ بِالْحُقُوْقِ الْوَاجِبَۃِ وَالْمُسْتَحَبَّۃِ وَاَمَّا الرَّحِمُ الْخَاصَّۃُ فَتَزِیْدُ النَّفَقَۃَ عَلَی الْقَرِیْبِ وَتَفَقُّدِ اَحْوَالِہِمْ وَالتَّغَافُلِ عَنْ زَلَّاتِہِمْ وَتَفَاوُتِ مَرَاتِبِ اِسْتِحْقَاقِہِمْ فِیْ ذٰلِکَ کَمَا فِی الْحَدِیْثِ الْاَوَّلِ مِنْ کِتَابِ الْاَدَبِ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ — سوا اسکے کل بنی نوع مین مناسبت روحانی جو قرابت سے کم نہین ثابت و محقق ہے کہ سب کی پیدایش ایک سے ہے اور اعضا مین سب برابر ہین بس حکام اور اہل ثروت کو اونکے حقوق پر بھی لحاظ کرنا چاہیے اور عام سے بھی وہی برتاؤ باہم کرین جو مقتضاے برادرانہ ہے **شفقت** اپنے ہمجنس کی حالت مکروہ دیکھکر اوسکے رفع پر مستعد ہونا داخل شفقت ہے ہرچند کہ بروسے جسد و جسامت ہر شخص علحدہ علحدہ معلوم ہوتا ہے مگر واقع مین فطرتاً کل بنی آدم ایک ہین کہ خالق نے آفرینش انسان کی ایک نوع پر کی ہے اور پرورش مین سب مشترک ہین پس ایک کے الم و غم راحت و مسرت مین متاثر ہونا لازم ہے اور فرمایا رسول خدا نے نہین رحم کیا جائیگا وہ شخص جو نہ رحم کرے گا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ اس حدیث کی شرح مین علامہ ابن بطال فرماتے ہین کہ رسول خدا نے رغبت دلائی ہے مخلوقات پر رحم اور شفقت اور مہربانی کرنیکی اور داخل ہین اسمین مومن اور کافر اور چوپائے اپنے اور پرائے اور داخل ہے رحمت مین کہانا کہلانا اور پانی پلانا اور

اونکے مصائب مین شریک ہونا یعنے اون کے تکالیف کو دفع کرنا قال ابن بطال
فِیہِ الحضُّ علی استعمالِ الرَّحمۃِ لجمیعِ الخلقِ فیدخلُ المؤمنُ والکافرُ
والبھائمُ المملوکُ منھا وغیرُ المملوکِ ویدخلُ فی الرَّحمۃِ التَّعاھدُ
بالاطعامِ والسَّقیِ والتخفیفُ فی الحملِ وترکِ التَّعدّیِ بالضَّربِ فتح الباری
اور دوسری جگہہ فرمایا مداراۃ الناس صدقۃ یعنے مخلوقات کی مدارات کرنا اون سے
شفقت سے پیش آنا صدقہ ہے یعنے ثواب صدقہ کا حاصل ہوتا ہے بیان کیا اس
حدیث کو طبرانی نے اوسط مین اور روایت کی ابوہریرہ نے کہ فرمایا رسول مقبول نے
رأسُ العقلِ بعدَ الایمانِ باللہِ مداراۃُ النَّاسِ یعنے عقل کامل بعد ایمان باللہ کے یہہ
ہی کہ مخلوقات کے ساتھہ مدارات کرے علامہ ابن بطال نے فرمایا ہے مداراۃ مومنین
کے اخلاق سے ہے قالَ ابنُ بطَّالٍ المُداراۃُ مِنْ اَخلاقِ المؤمنینَ۔ اور امام
بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے باب رحمۃ الناس والبہائم یعنے اس باب مین وہ احادیث
ہین کہ جنسے ثابت ہے کہ انسانون پر رحم کرو بلکہ چوپایون پر اور بموجب نص قرآنی
علاقہ اتحاد نفسانی ثابت اور محکم ہے جس کا ترجمہ سعدی علیہ الرحمہ نے یون کیا ہے
س ۵ بنی آدم اعضائے یکدیگر اند ٭ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند ٭ چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار ٭ تو کز محنت دیگران بے غمی ٭ نشاید کہ نامت نہند آدمی ٭
مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمدردی کا اثر سب مین برابر اور مساوی نہین ہوتا ہان
کم وبیش وجود اوسکا ہر نفس مین پایا جاتا ہے جیسے کوئی شخص ترش شے کا خود

استعمال نہ کرے مگر دوسرے کو جب ترشی کھاتے ہوئے دیکھتا ہے یا اوس کا خیال
دل مین آتا ہے تب منھ مین پانی ضرور بھر آتا ہے اسی طرح دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی پر
کوئی ظلم و تعدی کرتا ہے یا کوئی درد بیماری سے کراہتا ہے تو دیکھنے اور سننے والونکے
دلون پر کچھ نکچھ ضرور ہی اثر ہوتا ہے گو وہ کیسا ہی بیرحم ہو اور جتنی الوسع اپنی قوت
اور قدرت کے موافق دردمند کے ساتھ کچھ ہمدردی کرتا ہے اور بحالت عدم طاقت
و امکان یہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ ظالم کو بُرا کہتا ہے اور تعدی کو اچھا نہین سمجھتا کیونکہ الشفقۃ
علیٰ خلق اللّٰہ حکم خدا اور رسول ہے جس کا اثر تمام قلبون پر پایا گئے ہوئے ہے اور خدا تعالےٰ
کے حکم کی تعمیل ہر فرد بشر پر واجب ہے اور اس اثر قدرتی کا مقتضا یہ ہے کہ اگر زیادہ نہین
تو کسیقدر خواہ دردمند کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہئے زیادہ تفصیل اور شرح
اسکی بحث اتفاق مین دیکھو جس سے پورے قوائد اسکے معلوم ہونگے **مکافات**
کے لفظی معنی مین برابر ہونا اور پاداش اور سزاے فعل بد جس سے یہ مراد ہے کہ
جب کسیکو کسی سے نفع پہونچے تو بحالت قدرت اوسکے برابر یا اوس سے زائد اوسکے
ساتھ عوض کرے اور اگر کسی سے ضرر پہونچے تو مقتضاے سخاوت و شجاعت یہ ہے
کہ اوسکو معاف کرے اور اوسکے مکافات سے باز رہے اور سب سے بہتر یہ ہے
کہ آپسمین اسی طرح کے معاملات کرے جو دوسرون کو پسند خاطر ہون اور کسی معاملہ کو
حتی المقدور عدالت تک نہ جانے دے اور اپنے حق کی حفاظت بطور خود کرے
اور دوسرون کے حقوق جو اپنے قبضہ مین ہون اونکو چھوڑ دے اور بجاے مذمت

اور بدنامی کے نیکنامی حاصل کرے اور اپنے ہمسرون اور برترون سے دوستی پیدا کرے
اور خویش کامی اور حسن [illegible] سے آراستہ اونکے ساتھ پیش آئے کہ موجب ازدیاد محبت ہے

توکل توکل کی اصل وکول ہے اور وکول کے معنی تفویض کے ہین جب کسی شخص پر بھروسا کسی کام کا کر لیا جاتا ہے تو عربی مین کہتے ہین وَکَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی فُلَانٍ وَاَصْلُ التَّوَکُّلِ اَلْوُکُوْلُ یُقَالُ وَکَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی فُلَانٍ اَیْ اَلْجَأْتُهٗ اِلَیْهِ وَاعْتَمَدْتُهٗ فِیْهِ عَلَیْهِ فتح الباری اور شرعًا توکل خدا پر بہروسا کرنے کو کہتے ہین - فرمایا اللہ جل شانہ نے وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ - یعنے جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اوسکو کافی ہے - اور جو قوت بشری سے خارج ہین اور تصرف عقلی سے بعید اور فکر و تدبیر سے باہر اوسمین اپنی طرف سے عجلت یا تاخیر کو دخل نہ دے اور خدا کی مرضی پر چھوڑ دے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے ظہور مین آئے اوسکو غنیمت سمجھے اور اپنی حاجت ان کو ضرورت سے زیادہ نہ بڑھائے اور مال جمع کرنے مین کوشش نہ کرے مگر اوسی حد تک کہ عیال و اطفال کو تنگی نفقہ کی نہونے پائے اور بادشاہ کو چاہیے کہ کسی حالت مین توکل سے قطع نظر نکرے کہ متوکل کا اللہ معین ہوتا ہے اور اوس کی ساری امیدون کو پورا کرتا ہے اور توکل کل مہمات دینوی و اخروی کے واسطے کافی ہے اور توکل پر قائم رہنا باعث نزول سکینہ الٰہی و طمانیت نامتناہی ہے چنانچہ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ مین جہاد مین رسول اللہ کے ساتھ گیا اثنائے نجد مین ایک جنگل خاردار ملا وہان حضرت ایک درخت کے نیچے تلوار کو شاخ مین لٹکا کر سو رہے

اور پھر اسی بھی جُدا جُدا ہیل کر سو رہے اسی درمیان مین ایک شخص آیا اور اوس نے آپکی
تلوار اوتاری اور شمشیر برہنہ سرہانے کھڑا ہوا آپ خواب راحت سے بیدار ہوے اوسنے
کہا کہ اب آپ کو کون بچا سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی پھر اوسنے یہی سوال کیا
پھر آپ نے وہی جواب دیا اوس نے فوراً تلوار نیام مین کر لی اور حضرت کے قریب بیٹھ گیا
اور حضرت نے اوس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا سبحان اللہ توکل و شجاعت اور استقلال
اسیکو کہتے ہین ورنہ انسان جس امر مین بہت تدبیر کی خاک چھانتا ہے سواے پشیمانی
کے کچھ حاصل نہین ہوتا اور اسمین بڑا نقص یہ ہے کہ تدبیر پہ تکیہ ہو جاتا ہے اور جسکام
مین سواے خدا کے اور ذریعہ ڈھونڈا جائے تو وہ کام نہین ہوتا اس سے یہ مراد
نہین ہے کہ انسان بالکل ہاتھ پانون توڑ دے اور سلسلۂ تدبیر کو قطعاً چھوڑ دے
بلکہ اس مصرعہ پر کہ موافق حکم کے ہے عمل کرے ع بر توکل زانوے اشتر ببند ۔ انسان کو
چاہیے کہ بقدر ضرورت تدبیر کرکے خدا پر چھوڑ دے اور اوسکی عنایت پر بھروسا کرے
اسمین اگر کام بن جاے تو فہو المراد شکر خدا بجا لائے اگر بگڑ جائے صبر کرے مدام اپنی
خواہش کے درپے نہ ہے اور اگر بمقتضائے بشریت قلب پر قابو نہ رہے تو غم کی صورت
نہ بن جائے اور راحت مین جامہ سے باہر ہو جائے ؎ نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے
بہ پیش ہمت ما ہر کہ آمد بود مہمانے ؛ حق یہ ہے کہ دنیا کسی طرح اس قابل نہین کہ انسان اوس سے
دل لگائے اور ہمہ تن اوسیکا ہو جائے یہ تو ایک منزل ہے اوس عالم مین جانے کی
جسکو عالم جاودانی کہتے ہین پس انسان کو چاہیے کہ جس طرح مسافر سراے سپنج باش

ہوتا ہے اسی طرح اس سرائے فانی میں گذارا کرے اور جو نیک و بد سر پر آئے اوس کو جھیل لے اسی دنیا کا دوسرا نام دار المحن ہے یہان کوئی کبھی خوش نہین رہا اور جو ایک روز خوشی سے گذرا تو ایک ہفتہ رنج رہا چنانچہ غالب نے اس موقع پر کہا ہے
ع اگر ایک عید کا دن ہے تو عشرہ ہے محرم کا ۔ یہان کی کسی حالت کو قیام و قرار نہین جسکی انسان فکر کرے کیا کسیکو یہان رہنا ہے رنج و راحت دونون مثل خواب و خیال کے گذر جاتے ہین پھر جس چیز کو خود قیام نہین اوسکے رنجون کا کیا ملال اور خوشی کا کیا خیال واقعی یہ ہے کہ انسان کا خیال ہی انسان کے واسطے دام ہے ورنہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز مثل سایہ دہوپ کے گذر جاتی ہے ؎

نہ دولت راست دائم استواری ۔ نہ محنت نیز دارد پائداری

مسافر کو راحت کے ساتھ دل لگانا دیدہ و دانستہ اپنے کو آفت مین ڈالنا ہے

؎ یہ عشرت و عیش کامرانی کبتک ۔ عشرت بھی سہی تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی قیام دولت ہے محال ۔ دولت بھی سہی تو زندگانی کب تک

اور منزل مقصود پر پہونچنے مین یہی اسباب ہارج ہوتے ہین اگر انسان سمجھدار ہو تو متوکل کے لئے دنیا کی مثال کافی ہے اور انسان کی حالت مین جو تغیر وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے تنبیہ کے لئے وافی ہے سوا اسکے کسی چیز موجودہ کو اذان خاص سمجھنا خلاف توکل ہے کیونکہ انسان جب عالم روحانی سے عالم جسمانی مین آتا ہے تو کچھ اپنے ساتھ نہین لاتا اور جب یہان سے جاتا ہے تو کچھ ساتھ نہین لے جاتا

سچ یہ ہے کہ جب انسان اس عالم میں آتا ہے تب [illegible] [illegible] [illegible] ادا [illegible]
کچھ سامان بھی بطور عاریت تجویز کر دیا جاتا ہے پس مالک کو اختیار ہے جب چاہے
اور جس طرح سے اوسکو منظور ہو اوسکو واپس کرے انسان کو اسمین کچھ مداخلت نہیں

درحقیقت ہمہ ملک خداست چندروزے بعاریت باماست

جو متوکل ہین وہ نہ کسی چیز کے آنے سے خوش ہوتے ہین نہ جانے سے رنجیدہ نہ کسی
چیز کو تلاش کرتے ہین نہ اوس کی طلب مین سرگردان پھرتے ہین۔ ع
خدا خود میر سامانست ارباب توکل را ۔ اور توکل اسکو نہین کہتے کہ انسان بیمار ہو تو
دوا نکرے یا سانپ و بچھو و شیر و چیتے سے نہ ڈرے یہ خلاف شریعت ہے اور توکل وہی
ہے جیسا شرع شریف مین ہے مسافر کو رسی لوٹا سوئی اور سوجا نہرنی یعنی ناخونگیر ساتھ
رکھنا مسنون ہے اور توکل یہی ہے کہ آدمی اسباب سے کنارہ نکرے اور رزق
کو اسباب کے سبب سے نہ جانے بلکہ مسبب الاسباب کی طرف اوسکو منسوب
کرے اور کسب سے باز رہنا شرط توکل نہین اور توکل بغیر زہد کے نہین اور رزق کیواسطے
اس آیۂ شریفہ پر تکیہ کرنا چاہئے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۔
یعنے نہین ہے کوئی چارپایہ زمین پر مگر اللہ ہی کے ذمہ ہے رزق اوس کا ۔ بلکہ ایمۂ
حدیث نے فرمایا ہے کہ توکل اسی کا نام ہے اعتقاد رکھے اون امور مین جسپر یہ آیت
دلالت کرتی ہو اور سبب کے ترک کا نام توکل نہین ہے اور نہ عدم اعتماد کا اوس
امر پر کہ جو مخلوق سے حاصل ہوتا ہے بلکہ ترک سبب اور اعتماد سے وہ بات پیدا

سو بیانی ہے جو توکل کے خلاف ہی مروی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا
کہ وہ شخص متوکل ہے کہ جو اپنے گھر یا مسجد مین ہاتھ پاؤن توڑکر بیٹھ جاے اور
کہے نہین کرون گا مین کچھ یہانتک کہ خدا تعالے لاخود مجکو رزق بھیجدے فرمایا
کہ وہ شخص جاہل ہے وَالْمُرَادُ بِالتَّوَكُّلِ اعْتِقَادُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ
فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ تَرْكَ السَّبَبِ وَالْاِعْتِمَادَ عَلَى مَا يَأْتِي
مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ يَجُرُّ إِلَى ضِدِّ مَا يَرَاهُ مِنَ التَّوَكُّلِ وَقَدْ سُئِلَ أَحْمَدُ عَنْ
رَجُلٍ جَلَسَ فِي بَيْتِهِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَا أَعْمَلُ شَيْئًا حَتّٰى يَأْتِيَنِي رِزْقِي فَقَالَ
هٰذَا رَجُلٌ جَهِلَ الْعِلْمَ فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي یعنے فرمایا رسول خدا نے تحقیق اللہ تعالی
نے میرا رزق میرے ہتھیار کے سایہ کے نیچے رکھا ہے۔ اس سارے بیان سے
معلوم ہوا کہ فضائل چہارگانہ مذکور الصدر کا حاصل کرنا سعادت دارین کے واسطے
کافی ہے گو صاحب فضائل کیسا ہی گمنام اور محتاج ہو کیسے ہی رنج و آلام دنیوی
مین مبتلا ہو مگر اوسکی سعادت کو یہ موانع کچھ ضرر نہین پہونچاتے اور حق تعالے
روز بروز اوسکے مراتب صوری و معنوی مین ترقی کرتا ہے اور حاسدون کی آنکھون مین
وہ محسود ہوتا ہے مگر ہان وہ مرض جو نفس کو فعل نیک سے روکنے والا ہے
مضر ہے اور وہ فساد عقل ہے جس سے انسان اکتساب کمال نہین کرسکتا متفرق
انسان کا یہ خیال محض غلط ہے کہ ایسے فضائل انبیا و ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام

اور اولیاے کرام مین ہوتے ہین کیونکہ کل بنی آدم کی خلقت ایک طرز پر ہوئی ہے
اور ہر فرد بشر اسکی قابلیت رکھتا ہے جیسے لوہا یعنے آہن کانی ایسا نہین کہ جہانتک
اوسکو صاف کرو اور وہ صفائی مین مثل اینہ کے نہو جاے اور اوس مین تمام
عالم کی صورت نہ نظر آئے ہان اگر اوسمین زنگ لگجاے اور اوسکی اصل کہ جو ہے
کہا جاے یہ امر غیر ہے اور یہ نقص حرص دنیا اور خواہش نفسانی سے پیدا
ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے
كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ
یعنے ہر لڑکا پیدا ہوتا ہے اوپر خلقت کے پھر مان باپ اوسکے یہودی بناتے
ہین اوسے اور نصرانی بناتے ہین اور مجوسی کردیتے ہین اوسکو اس حدیث
کو محدثین نے بیان کیا ہے اولاد مشرکین کے حکم مین یعنے کفار کے بچے پیدا ہوکر
جو قبل بلوغ مرجاتے ہین اونکا کیا حکم ہے آیا وہ جنتی ہین یا جہنمی یا اعراف مین
ہین اس مسئلہ مین قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے بعض کا قول ہے کہ اون کا
جنتی وجہنمی ہونا اللہ تعالی کی مشیت پر ہے اکثر قدما کا یہی مذہب ہے ابن مبارک
و اسحق اور شافعی سے بھی یہی منقول ہے ابن عبد البر نے امام مالک کی طرف
بھی اسی قول کو منسوب کیا ہے اور دلیل اس مذہب والون کی حدیث اَللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ ہے یعنے اللہ زیادہ جاننے والا ہے اسکا کہ اولاد کفار بعد بلوغ
کے کیا عمل کرتی پس وہ اپنے علم کے موافق اون کے ساتھ معاملہ کرے گا

اور بھی مشیت ہی بعض کا یہ قول ہے کہ وہ اپنے آبا کے تابع ہین پس اولاد مسلمانونکی
جنت مین ہے اور اولاد کفار کی دوزخ مین۔ ابن حزم نے اس قول کو خوارج کے ایک
فرقہ ازارقہ سے نقل کیا ہے اونہون نے بھی اپنی تائید قول پر آیتہ وحدیث کو نقل
کیا ہے۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ اولاد کفار کی برزخ مین ہے درمیان جنت
ونار کے۔ وہ کہتے ہین لَمْ يَعْمَلُوا حَسَنَاتٍ يَدْخُلُونَ بِهَا الْجَنَّةَ وَلَا سَيِّئَاتٍ
يُدْخَلُونَ بِهَا النَّارَ یعنی نہ انہون نے نیک عمل کئے جو جنت مین داخل ہون اور نہ
برے عمل کئے جو بسبب ان کے نار ہون بعض کا یہ قول ہے کہ وہ مٹی ہوجائین گے
ثمامہ بن اشرکا بھی یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہین کہ وہ اہل جنت ہین اس کے
علاوہ اور بھی اقوال ہین لیکن اس قول اخیر کی نسبت امام نودی نے فرمایا ہے
کہ مذہب صحیح اور مختار یہی ہے اور محققین نے اسکی طرف رجوع کیا ہے اسی گروہ
نے اس حدیث کو یعنے کل مولود کو اپنے دعوے کی تائید مین روایت کیا ہے
پس جبکہ اولاد آدم کا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے عام اس سے کہ فطرت کے
کوئی معنے لو بہر حال شرک اور کفر وفسق بعد بلوغ کے عارض ہوتے ہین پس وہ
اہل نار سے نہین ہو سکتا بلکہ پیدائشی جنتی ہوتا ہے ہمارے اس بیان سے
واضح ہوگیا کہ کل بنی آدم کی پیدائش ایک طرز اور طریقہ مستحسنہ پر واقع ہوتی
ہے اس مین مسلمات ہو یا کافر ناری ہو یا جنتی انبیا ہون یا شہدا صدیقین ہون
یا صالحین ان سب مین اکتساب فضائل کا مادہ جو کسب سے متعلق ہے

ہر ایک مین موجود ہے ہان اِس حدیث مین لفظ فطرت اور آیت فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا سے ہمارے زمانہ مین بھی ایک گروہ نے استدلال کیا ہے اور مخالف اہل سُنت کے ایک مذہب قائم کیا ہے وہ کہتے ہین کہ اسلام نام فطرت کا ہے اور فطرت نام اسلام کا پس اسلام اوسی قدر ہے جسپر آدمی پیدا کیا گیا یعنے حق تعالی کا شریک نہ ٹھیرانا یہ ہر شخص کا پیدائشی امر ہے اور اسی کا نام اسلام ہے یعنے صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور یہی اسلام ہے باقی رسالت و نبوت کا اقرار اور اور ارکان اسلام مثل نماز و روزہ حج و زکواۃ وغیرہ کا تسلیم کرنا اسلام مین داخل نہین یہ مولویون نے باتین بڑہا دی ہین اور اونہون نے مذہب گلقندی بنا دیا ہے مسلمانون مین اِس گروہ کا نام نیچریہ ہے لہذا ہمکو ضرور ہوا کہ ہم فطرت کے معنی اور مطلب سے کسی قدر بحث کرین کوئی شبہہ نہین کہ فطرت کے معنی مین بہت اختلاف ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اگلے زمانہ مین بھی ایک فرقہ نے جو قدریہ کے نام سے موسوم تہا اِس حدیث مین لفظ فطرت سے اپنے عقیدہ مخالف سے اہل سنت پر استدلال کیا ہے کہ کفر و عصیان منجانب العباد ہین نہ من قضاء اللّٰہ چنانچہ اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ یعنے اون کے والدین یہودی کرتے ہین نہ حق سبحانہ تعالی اس سبب سے اہل سنت کو اسکے معنی مین تاویل کرنے کی ضرورت ہوئی حالانکہ اگر تاویل نہ کی جائے

جب بہی قدریہ کا مطلب ثابت نہین ہوتا بلکہ بیشک اون کے والدین اونکو یہودی اور نصرانی اور مجوسی کرتے ہین تو کیا یہ من قضاء اللہ نہین ۔ امام ابو الفضل فرماتے ہین سَبَبِ اِخْتِلَافِ الْعُلَمَآءِ فِی الْمَعْنَی الْفِطْرَۃِ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ الْقَدَرِیَّۃَ کَانُوْا یَحْتَجُّوْنَ بِہٖ عَلَی الْکُفْرِ وَالْمَعْصِیَۃِ لَیْسَا بِقَضَآءِ اللّٰہِ بَلْ مِمَّا ابْتَدَاءَ النَّاسِ اِحْدَاثِہٖ فَحَاوَلَ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ فِیْ لُغَتِھِمْ بِتَاْوِیْلِ الْفِطْرَۃِ عَلٰی غَیْرِ مَعْنَی الْاِسْلَامِ وَلَا حَاجَۃَ لِذٰلِکَ لِاَنَّ الْآثَارَ الْمَنْقُوْلَ عَنِ السَّلَفِ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّھُمْ لَمْ یَفْھَمُوْا مِنْ لَفْظِ الْفِطْرَۃِ اِلَّا الْاِسْلَامَ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ حَمْلِھَا عَلٰی ذٰلِکَ مُوَافَقَۃُ مَذْھَبِ الْقَدَرِیَّۃِ لِاَنَّ قَوْلَہٗ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اِلَخْ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ یَقَعُ بِتَقْدِیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی

خیر یہ تو ایک قصہ تہا فرقہ قدریہ کا جس نے زمانہ سلف مین اس حدیث مین لفظ فطرت پر جہگڑا کیا تہا اہل سنت سے اب بحث یہ ہے کہ فرقہ نیچریہ کا استدلال اس حدیث مین لفظ فطرت اونکے دعوے کے واسطے صحیح ہے یا نہین اور مذہب اون کا اس سے ثابت ہوتا ہے یا نہین اوسکی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شک نہین کہ اکثر علما کا یہی قول ہے کہ فطرت سے مراد اسلام ہے اور آیت فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا مین بہی مراد فطرت سے اسلام ہے فتح الباری مین لکہا ہے اَشْھَرُ الْاَقْوَالِ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْفِطْرَۃِ الْاِسْلَامُ وَھُوَ الْمَعْرُوْفُ عِنْدَ عَامَّۃِ السَّلَفِ وَاَجْمَعَ اَھْلُ الْعِلْمِ بِالتَّاْوِیْلِ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا الْاِسْلَامُ یعنے مشہور قول یہ ہے کہ مراد اس حدیث مین فطرت سے اسلام ہے اور اہل علم کا

اجماع ہے کہ آیت فطرت اللہ التی مین بھی فطرت سے اسلام مراد ہے لیکن اونکا
یہ دعوی کہ اسلام نام اسی قدر کا ہے کہ خدا کا شریک نہ ٹھرایا جاے اور ارکان
اسلام کے ماننے اور نہ ماننے کو نفس اسلام مین کچھ دخل نہین نہ اس حدیث
سے ثابت ہوتا ہے اور نہ نفس الامر مین صحیح ہے امام محمدؒ صاحب شاگرد
امام ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہین کہ یہ امر اوایل اسلام مین تھا جس وقت تک
کہ فرائض اسلام اور حکم جہاد کا نازل نہین ہوا تھا اب منسوخ ہے کیونکہ شریعت
اوس بچے کے باب مین کہ جو پیدا ہو کر مرجائے یہ حکم نہین کرتی کہ اوسکے ماں باپ
اگر یہودی ہین یا نصرانی یا مجوسی اوسکے وارث نہین ہو سکتے کیونکہ جب وہ
بچہ مسلمان تھا تو پھر کافر کیون وارث ہون پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث منسوخ ہو گئی
وَحَکٰی اَبُوْعُبَیْدٍ اِنَّہٗ سَاَلَ مُحَمَّدَ ابْنَ الْحَسَنِ صَاحِبَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ کَانَ ھٰذَا فِیْ
اَوَّلِ الْاِسْلَامِ قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ الْفَرَائِضُ وَقِیْلَ الْاَمْرُ بِالْجِھَادِ قَالَ اَبُوْعُبَیْدٍ کَاَنَّہٗ عَنٰی اَنَّہٗ
لَوْکَانَ یُوْلَدُ عَلَی الْاِسْلَامِ فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّھَوِّدَہٗ اَبَوَاہُ مَثَلًا لَمْ یَرِثَاہُ وَالْوَاقِعُ فِی الْحُکْمِ اَنَّھُمَا یَرِثَانِہٖ
فَدَلَّ عَلٰی تَغَیُّرِ الْحُکْمِ وَقَدْ تَعَقَّبَہٗ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَیْرُہٗ وَسَبَبُ الْاِشْتِبَاہِ اَنَّہٗ حَمَلَہٗ عَلٰی اَحْکَامِ الدُّنْیَا
فَلِذٰلِکَ اِدَّعٰی فِیْہِ النَّسْخَ گو اس قول سے تعرض کیا گیا ہے لیکن اس تحریر کا مقصود کہ سعد کا نام اسلام
نہین ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ امر قبل نازل ہونے فرائض اسلام اور احکام
اسلام کے تھا اور اصل یہ ہے کہ ائمہ دین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ فطرت
سے مراد اسلام ہے لیکن شارع کا مقصود یہ ہے کہ ہر بچہ کی اصل حیثیت

مین ہدایت اور قبول اسلام کا مادہ ہے اگر اوسکو کفر اور فسق کے عوارض سے
کوئی عارضہ لاحق ہوگا تو بیشک وہ مسلمان ہوگا اور اسلام کو قبول کرے گا
علامہ طیبی نے فرمایا ہے وَالْمُرَادُ تَمَکُّنُ النَّاسِ مِنَ الْهُدٰی فِیْ اَصْلِ الْجِبِلَّةِ وَالتَّهَیُّوْ لِقُبُوْلِ
الدِّیْنِ فَلَوْ تُرِكَ الْمَرْءُ عَلَیْهَا لَاسْتَمَرَّ عَلٰی لُزُوْمِهَا وَلَمْ یُفَارِقْهَا اِلٰی غَیْرِهَا لِاَنَّ
حُسْنَ الدِّیْنِ ثَابِتٌ فِی النُّفُوْسِ وَاِنَّمَا یَعْدِلُ عَنْهُ لِاٰفَةٍ مِنَ الْاٰفَاتِ الْبَشَرِیَّةِ کَالتَّقْلِیْدِ
بلکہ بیچارہ کے اس شبہہ کو خاصتہ ائمہ دین نے رد فرمادیا ہے بخاری کی شرح
مین ہے لَیْسَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ یَعْلَمُ الدِّیْنَ
لِاَنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ وَاللّٰهُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَلٰکِنَّ الْمُرَادَ اَنَّ
فِطْرَتَهٗ مُقْتَضِیَةٌ لِمَعْرِفَةِ دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَمَحَبَّتِهٖ فَنَفْسُ الْفِطْرَةِ تَسْتَلْزِمُ الْاِقْرَارَ وَالْمَحَبَّةَ
یعنے رسول خدا کے قول یولد علی الفطرت سے یہ مراد نہین ہے کہ آدمی مان کے
پیٹ سے نکلا اور دین اسلام کو جان لیا کیونکہ خود خدائے عزوجل فرماتا ہے
کہ اللہ نے تمکو تمہارے مان کے پیٹون سے نکالا اور تم نہین جانتے تھے
کسی چیز کو بلکہ مراد یہ ہے کہ فطرۃ اور طبیعت اوسکی مقتضی ہے معرفت دین اسلام
کی ۔ علاوہ اسکے بہت سے احادیث اور روایات سے ثابت ہے
کہ اسلام نام تمامی ضروریات دین کا ہے مثلاً حدیث بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ
یعنے بنیاد اسلام کی پانچ چیز پر ہے اور حدیث جبرئیل جس مین اسلام اور
ایمان کی تفصیل ہے اور آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا نازل ہونا

بعد تمامی فرائض اسلام کے ہے کیونکہ صرف ... تعالی کے ... یک
نہ جاننے کا نام اسلام ہے تاوقتیکہ تمام ارکان اسلام کو تسلیم نہ کیے ... ہان
نیاچرہ اس حدیث کو بھی سند لاتے ہین کہ مَن قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه فَقَدْ دَخَلَ
الْجَنَّةَ یعنے جس شخص نے لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا جنت مین داخل ہوا۔
اسکا بھی ائمہ دین نے یہی جواب دیا ہے کہ قبل نزول فرائض اسلام کے
ایسا فرمایا اس سے مراد تصدیق مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُوْل کی ہے یعنے رسول خدا پر جسقدر
احکام نازل ہوئے اوسکی تصدیق کرنا کیونکہ جو شخص اسلام کے کلمہ کی تصدیق
کرتا ہے وہ کل اسلام کی تصدیق کرتا ہے باقی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ۔ ایک شعار
اور علم ہے پورا کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰه ہے جب ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
بولینگے اوس سے پورا کلمہ مراد ہوتا ہے پس نیاچرہ کا دعوی کسی طرح
صحیح نہین ہے اِس بحث مین جو کسی قدر طول ہوا اس وجہ سے کہ اِس زمانہ مین
اس فرقہ نیچریہ کا بہت زور ہے اور اکثر لوگ دین سے آزاد اور مذہب
سے بے قید ہوتے جاتے ہین اور پھر آپ کو خالص مسلمان جانتے ہین۔
اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ حق تعالی نے بھی اسکی خبر اس طرح پر دی ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا
بَلٰی یعنے کیا نہین ہون مین رب تمہارا کہا اونھون نے بیشک ہے
اور عقلاً و نقلاً معلوم ہوتا ہے کہ امور فضائل انبیا و ائمہ کے واسطے گو مخصوص
ہین مگر انبیا اور ائمہ بھی انسان ہین چنانچہ فرمایا حق تعالی نے اپنے حبیب پا

سے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنے کہہ تو مین ایک آدمی ہون مثل
تمہارے اس سے خلقت انسانی ایک طرح پر ثابت ہوگئی اب باقی رہی تفریق
خاص وعام پس خاص وہ ہے کہ خدا جو حکم کرے اوسکا اتباع اور ابلاغ کرے
وہ نبی ہے اور اونہین احکام کو شریعت کہتے ہین اور اوسکے حالات کو معجزات
اور اگر کوئی شخص خلق کو طلب کر کے ہدایت کرے یا نہ کرے مگر مطیع فرمان الٰہی
ہو اوسکو ولی کہتے ہین اور اوسکے حالات کو کرامات چنانچہ اسکا ذکر اوپر گذر چکا
ہے کہ نبوت دادِ الٰہی ہے اور ولایت محنت وریاضت سے متعلق ہے مگر یہ ضرور
نہین کہ جو کنوان کھودے وہ اوس کا پانی بھی پیئے جو راہ چلے وہ منزل مقصود
پر بھی پہونچے جو باغ لگائے اوسکا پھل بھی کھائے شاید درمیان مین موت
آجائے غرضکہ جو کام جیسا معزز ہوتا ہے اوسکا حصول بھی ویسا ہی مشکل ہوتا
ہے اور امانت کا درجہ ولایت سے دشوار تر ہے مگر انسان کو چاہئے کہ جس
کام کے انجام دینے مین مشغول ہو اوسکو کئے جائے گھبرا کر چھوڑ نہ دے
کیونکہ اتمام اوس کا منجانب اللہ ہے۔

علاج زنگ

کے صاف کرنے کا یہ ہے کہ توبہ واستغفار کی صیقل کر کے آئندہ کیواسطے
ایسی احتیاط کرے کہ شہوت اور غضب کی ہوا نہ پہونچے اور جب تک یہ ہوا
اوسکو پہونچتی رہے گی زنگ کا صاف ہونا معلوم یا بعد صفائی کے پھر گرد

ہو جائے گا ذرا غور کر کے انسان دیکھے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام
احکام شریعت بالاجمال و اخل حکمت ہین جسکی تفصیل قدرت انسانی سے
خارج ہے مگر جو اسکے عامل ہین وہ مکاشفات غیبی سے بھی متاثر ہوتے ہین
اور عجیب و غریب لطف اوٹھاتے ہین حکما کا قول ہے کہ جس طرح مزاجون
مین اختلاف و تفاوت ہے کہ دو شخص ایک مزاج کے نہین ہوتے اور دو
آدمی بہمہ جہت ہمشکل نہین ہوتے یہانتک کہ ہزار آدمی اگر ایک جلسہ مین جمع
ہون تو ہر ایک کا رنگ روپ صورت و شکل خط و خال علحدہ علحدہ ہوگا جس سے
ہر مفرد جُدا جُدا پہچانا جاتا ہے اور دوسرے افراد حیوانات مین اس قدر
اختلاف نہین دیکھا جاتا اسکی وجہ یہی ہے کہ افراد انسان کو انواع اقسام
کے ادراکات اور تصورات اللہ جل شانہ نے عطا فرمائے ہین اور طرح طرح
کے کیفیات اور لذائذ مختلفہ نفسانی سے اوسکو محظوظ کیا ہے اور ہر کیفیت
مین ایک خاصہ ہستی جداگانہ رکھا ہے جیسے کیفیت فرحت بمقابل غضب
اور کیفیت سرور بمقابل حزن پہچانی جاتی ہے ویسی ہی اخلاق بھی اپنے
اپنے انواع پر ثابت ہوتے ہین اسی طرح اخلاق بھی نفوس مین مختلف ہین
مگر افسوس ہے کہ امرا کو لذت دینوی نے ایسا اپنا مطیع کر لیا ہے اور اوسمین
ایسے محو اور منہمک ہو رہے ہین کہ ابواب حسن اخلاق کو بالکل بند کر دیا ہے
اور دروازہ بداخلاقی کا بلا لحاظ آئندہ کھولدیا ہے اور طریق استحصال جنت کو

ناگوار و مکروہ بنا لیا ہے اور نہین سمجھتے کہ ہمارے اطوار سے ہمارے ہمجنس
نفرت کرتے ہین اور جو اون سے اختلاط و ارتباط رکھتے ہین دو حالت سے
خالی نہین یا خود غرض ہین کہ اپنا کام نکالنے کے لئے خوشامد کرتے ہین یا اونکے
ہمطریق اور ہمم مذاق ہین کہ مفت کے مزے اوڑاتے ہین ان دونون قسم کے
لوگون سے حکام اور اُمرا کو احتراز کرنا چاہیئے۔ انہین لوگون کی نسبت
حدیث شریف مین آیا ہے کہ یہ لوگ بطانۃ السّوء ہین یعنے اُمرا کو بُرے
کامون کی طرف رغبت دلاتے ہین۔ اور اخلاق وجاہت ظاہری پر خلاف
مروت و آدمیت ہے۔ شرط اخلاق یہ ہے کہ جس طرح آفتاب کی روشنی عام
وخاص پر یکسان پڑتی ہے اسی طرح شایان اخلاق یہ ہے کہ ادنی و اعلی کے ساتھہ
مساوی اخلاق کیا جاوے ہان بزرگ کے ساتھہ جو تعظیم وتکریم مین تفاوت
ہو وہ قابل اعتراض نہین کیونکہ وہ مستحق بزرگی کی علحدہ ہے مگر اخلاق مین
یہ لحاظ ضرور ہے کہ کرم سے کوئی محروم نہ رہے حدیث ہے کہ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَلَوْ
جَاءَ عَلَی فَرَسٍ یعنے سائل کے واسطے حق ہے گو وہ آئے گھوڑے پر اور
اوس سے مراد یہ ہے کہ سوال سائل کا رد نہ کیا جاوے اور بعض روایات مین
آیا ہے کہ جو سائل کو محروم کرتا ہے اوسکے مکان مین فرشتۂ رحمت ایک
ہفتہ تک نہین آتا جسکے دروازہ پر سائل آئے اور سوال کرے اوسکو خوش
ہونا چاہیے کہ سائل ہمارے دروازہ پر بلا طلب آیا اور جو کچھ ہم نے پایا ہمارے

۱۰ اسکے خزانہ آخرت مین جمع کیا ہرآئینہ سلوک کرنے سے زیادہ عمدہ کوئی شئے نہین
فرمایا رسولخدا نے بچو تم جہنم سے آدہا ہی خرما دیکر اور چونکہ انسان بد اخلاقی سے سنگدل
اور رحمت خدا سے محروم ہوجاتا ہے اس لئے اوس سے پرہیز واجب ہے
حدیث مین آیا ہے کہ جو رحم نکرے اوسپر رحمت نہین نازل ہوتی اور یہ علی العموم
سبکو معلوم ہے کہ زمانہ عمر کی تین حالتین ہین۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل۔ ماضی
وہ ہے جو حصہ عمر کا گذر گیا اور وہ پہر ہاتھ آنے والا نہین۔ اور حال زمانہ موجود
کو کہتے ہین پس انسان اپنے کردار اور افعال زمانہ گذشتہ پر غور کرکے افعال
قبیح سے مجتنب ہو اور کار خیر کیطرف متوجہ ہو اسی وجہ سے کلام الٰہی مین قصص زمانہ
ماضیہ کے بیان ہوئے ہین تا لوگون کو عبرت ہو اور سمجہین کہ دنیا ناپائیدار ہے
اس کا کیا اعتبار ہے اور نام نیک ہمیشہ کے واسطے یادگار ہے۔ ؎

مال دنیا و جاہ نہین کوئی چیز ہے چہوڑے جو نام نیک وہی باتمیز ہے

اور یہی آثار حیات جاودانی کے ہین کیونکہ انسان کی زندگی دو قسم کی ہے ایک
جسمی دوسری روحی جسمی تو یہ ہے کہ جسد اور روح کے ساتھ دنیا مین موجود
رہنا اور روحانی وہ ہے کہ بعد فنا ہونے جسد کے اوسکو نیکی کے ساتھ یاد کرین
اسکو ضرور دنیا مین قیامت تک بقا ہے جیسے حاتم کی سخاوت اور نوشیروان
کی عدالت زبان زد خلایق ہے ؎ سعدیا مرد نکونام نمیرد ہرگز ٭ مردہ آن
کہ نامش بہ نکوئی نبرند ٭ اور مستقبل زمانہ آئندہ کو کہتے ہین جو پردہ غیب

مین مخفی ہے اور نہین معلوم ہوتا کہ کل کیا ہوگا فرمایا حق سبحانہ تعالی نے
وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا یعنی نہین جانتا کوئی نفس کہ کل کیا کریگا اس کے
واسطے بہی زمانۂ حال مین وہ اسباب مہیا کرے جس کا حکم خدا اور اوسکے
رسول نے دیا ہے اور جو دین و دنیا دونون کے لئے مفید ہے عام خلق اللہ
کو عموماً اور اہل قدرت کو خصوصاً واجب ہے کہ بعد ادائے حق نعمت آلہی تمام
اہل حق کے حقوق ادا کرے کہ دنیا مین سبب نیکنامی اور باعث ازدیاد دولت
ہے اور عقبا مین موجب نجات و سعادت سے ترسم آن قوم کہ بر دردکشان
می خندند + بر سر کار خرابات کنند ایمان را + یار مردان خدا باش کہ
در کشتی نوح + ہست خاکے کہ بہ آبے بخرد طوفان را + سچ یہ ہے کہ جس مین
اخلاق ہوتا ہے اوس کا جوش و خروش ہر معاملہ مین ایسا پختہ ہوتا ہے
جس مین کبہی اور کسی حالت مین کمی نہین ہوتی اور مثل تارِ نظر کے اوس کا
اثر قلب پر پڑتا ہے جیسے چراغ کی روشنی کہ وہ کتنی ہی دور ہو مگر ہو آنکہ
کے سامنے تو تارِ نظر اوسکی شعاع کو قریب کر دیتا ہے اسی طرح محبت کا لگاؤ
جو اخلاق کا صلہ ہے باطن مین اس استحکام سے جاری رہتا ہے کہ اوسکو
مفاسد ظاہری کبہی نہین روک سکتی اور ایک تار اور ہے جو قدرت کاملہ
سے لیکر انسان کے قلب تک مسلسل ہے اور صاحبدل کو اوس کی حرکت
علے الاتصال محسوس ہوتی ہے اور وہی حرکت باعث تحریک کارہائے

اور مانع کاربد اور انسان کے اخلاق حسنہ جیسے بڑھتے جاتے ہین ویسی ہی حرکت قلبی کو ترقی ہوتی ہے یہانتک کہ نوبت بالہام پہونچ جاتی ہے اور معصیت اوسکی ضد ہی جو اسکو کم کرتی ہے اور آخر مین کثرت معدوم کردیتی ہے اور غفلت بڑھ جاتی ہے اور یہی غفلت محبت کاذبہ اور تصنع کو پیدا کرتی ہے جس مین اغراض ذاتی شامل ہوکر محبت صادقہ کو معدوم کردیتے ہین فسق و فجور اسی کی دو شاخین ہین۔ فسق بالکسر کے معنی ہین (حق اور دین سے دور ہونا حکم خدا کی تعمیل نکرنا امر حق کو ترک کرنا راہ راست کو چھوڑنا) اور فجور بالضم کے معنی مین (پھاڑنا دیانت کے پردہ کو اور محل میل الی الفساد پر بولا جاتا ہے معاصی پر آمادہ ہونے پر کہا جاتا ہے م قَالَ الرَّاغِب اَصْلُ الْفَجْرِ شَقٌّ فِي الْفُجُورِ شَقُّ سِتْرِ الدِّيَانَةِ وَيُطْلَقُ عَلَى الْمَيْلِ اِلَى الْفَسَادِ وَعَلَى الْانْبِعَاثِ فِي الْمَعَاصِي وَهُوَ اسْمٌ جَامِعٌ لِلشَّرِّ بس جب انسان صفات محبت صادقہ سے واقف ہوجائے اور اس راستہ پر قدم رکھے تب اوسکو چاہیے کہ اگر منزل مقصود پر نہ پہونچ سکے تو راہ مین بھی تھک کر نہ بیٹھ جائے بلکہ اپنی طاقت و قوت کے موافق جہانتک چل سکے وہیں قدم چلے اور جتنی راہ اس منزل کی طے کی ہو اوسپر قائم رہنے کی کوشش کرے تاکہ پھر اوس مرکز پر نہ لوٹ آئے جہان سے چلا تھا اگر اتنا ضبط کرلے اور اس جادہ نیک کو نہ چھوڑے تاہم امید کامیابی ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ بہت سے اصحاب و احباب اخلاق کے صفات سے بھی واقف

نتیجہ پہچاننا چاہیے کہ اخلاق کے مالہ وماعلیہ کو سمجھنا اور اوس کا نتیجہ نکالنا اور عمل کرنا
پایا ہے کہ تشخیر ... جانتا ہے کہ ہر کام کا مال اوس کام کے کرنے سے معلوم
ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کھیت نہ جوتے اور اوس مین تخم ڈالے یا وقت پر
آبپاشی نکرے یا زراعت کی نگہداشت اور حفاظت نکرے تو اوس کا نتیجہ
سواے پشیمانی اور خسارہ کے کیا ہے یہی حال بعینہ اخلاق کا ہے اوسکو
کرو اور دیکھو کہ اللہ تعالے اوسمین برکت دیتا ہے یا نہین اور اخلاق کچھ
روپیہ پیسہ ہی دینے کا نام نہین ہے بلکہ مسلمانون کی راہ سے کنکر پتھر کانٹا
وغیرہ علیحدہ کر دینا اون کو الفت کی نظر سے دیکھنا اون کے نقصان مثل اپنے
نقصان کے سمجھنا نمازیوں کے رستے سے نجاست کو ہٹا دینا عین اخلاق
اور داخل نیکی ہے بلکہ صدقہ دینے کے برابر ثواب ہے حدیث مین آیا
ہے کہ حسن خلق درجہ قائم اللیل اور صائم الدہر کا رکھتا ہے پس انسان کو
چاہیے کہ اگر اخلاق مین پورا نہین ہوسکتا تو بہائم کی طرح بھی نہو جائے
کہ نیک و بد زشت و زیبا مین فرق نکرسکے عام اس سے کہ سلطان ہو
یا پاسبان امیر ہو یا فقیر حاکم ہو یا محکوم اعلے ہو یا ادنے منعم ہو یا غریب
حکیم ہو یا طبیب عاقل ہو یا غافل فاضل ہو یا جاہل شریف ہو یا رذیل
سب پر متابعت احکام احکم الحاکمین واجب و فرض ہے اور یہ بات
سمجھنے اور غور کرنے کے قابل ہے کہ تمام سلف صالحین اور بڑے بڑے

فضلا و کملا نے اپنے اوقات عزیز کو اخلاق کے پہلانے مین صرف کیا بلکہ عمر
کو اسکے اجرا مین بسر کیا کسی نے قرآن جمع کیا کسی نے اوس کا ترتیب کیا
کسی نے اعراب لگائے تاکہ کم علم غلط نہ پڑہین اور تحقیق و طلب کو آسانی ہو کسی نے
علم فقہ کو مدون کیا تمام مسائل قرآن و حدیث سے استخراج کئے اپنے امکان
تک جن مسائل مین نقص نہ ملی نہایت احتیاط سے اخذ کیا احادیث کے متعلق ایک
فن اسماء الرجال کا مرتب کیا جس سے احادیث کا صحیح اور موضوع اور ضعیف
اور موقوف اور مقطوع ہونا ظاہر ہو گیا اور واقعی یہ ہے کہ اس امر خاص
مین اہلِ اسلام کا حصہ ہے جو لوگ تاریخ سے ماہر ہین وہ جان سکتے ہین
کہ اہل اسلام کے محدثین نے جس کوشش اور محنت کے ساتھ اپنے
نبی علیہ السلام کے افعال واقوال نقل کرکے مرتب کیا ہے دنیا مین کبھی
کسی نے اپنے پیغمبر کے حالات اس طور سے نہین نقل کئے پھر اونکی اوسکے
کوشش کو دیکھو کہ صرف ایک ایک حدیث کے واسطے ہفتون اور مہینون
کی راہ کا سفر اختیار کیا - امام بخاری نے لکھا ہے وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدُ اللّٰه مَسِيْرَةَ
شَهْرٍ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اُنَيْسٍ یعنے سفر کیا جابر ابن عبد اللہ نے ایک مہینے کی راہ کا عبد اللہ
ابن اونیس تک ایک حدیث کے واسطے پھر علماے کرام وقتاً فوقتاً کتابین
مفید تصنیف کرتے چلے آئے یہ سب امور اخلاق ہی کے انواع وافراد ہین -
حکماء نے اخلاق کے رسالے لکھے جس سے اس زمانہ مین مسلمانان کم علم کو بڑا

[illegible]

[illegible] اور اخلاق کی زندگی سبکے ذہنون مین راسخ ہو گئی اور سب نے بالاتفاق
اخلاق کو پسند کیا اور اسی کو لطف زندگی سمجھا۔ جو انسان ثروت اور دولت
کو باعث بہبودی زندگانی و راحت جاودانی سمجھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے ۔

نشۂ دولت سے پہر ہوشمین آنا محال — اس مئے مرد آزما کی ہے بہت مشکل سنبہال
بادۂ صہبا آگ کو اسطرح بہڑکاتی نہیں — جسطرح جذبات نفسانی کو بہڑکاتا ہے مال

سواے اسکے اہل ثروت کو کبہی تسکین نہین وہ ایسے افکار و ترددات مین سیر
کرتے ہین جو خلاف اخلاق کے ہے ٭ اخلاق نکوست شیوۂ حق آگاہ ٭
گفتند نبی تخلقوا باخلاق اللہ ٭ خوشتر زہمہ صفات اخلاق خوش است ٭
ہمداستان پیران بر انست گواہ ٭ مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ مین اکثر
حضرات تمام علوم اخلاقیہ اسلامیہ کو چہوڑکر تعلیم انگریزی کو مقدم جانتے ہین
اور انگریزی تہذیب کو تمدن کے خزانہ کی کلید قرار دیتے ہین اور اپنے
سکوت اور عدم توجہی کو حسن خلق سمجھتے ہین ٭ اب طریق معاشرت ہی عجیب ٭
کبر و نخوت ہے معنے تہذیب ٭ اس مین شک نہین کہ علم انگریزی بہی علم ہے
اور علم کا جاننا ہر طرح مناسب ہے مگر اپنے تمام علوم کو متروک کرکے صرف
اسیکو پڑہنا اور پڑہوانا بہت نامناسب ہے ٭ خدا کو علم سے ہم جانتے
ہین ٭ نبی کو ہم اسی سے مانتے ہین ٭ نئے تعلیم نے پر سبکو کہویا ٭ جسے
دیکہو وہ دنیا کا ہے جویا ٭ یہ اسی تعلیم عالیہ کا صدقہ ہے اور جہانتک دیکہا جاتا ہے

تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو محض انگریزی خوان ہین اون مین نہ اخلاق ہے
نہ رحم دلی نہ حمیت جتنے خیالات شائستہ انسان کے واسطے ضروری ہین وہ سب
بدل جاتے ہین اور وحشت آجاتی ہے اور مذہب واخلاق کا تو نام بھی نہین
رہتا چھوٹون کو دیکھئے تو بڑون کا ادب اور بزرگ خوردون کا لحاظ نہین کہ تہ

کچھ بزرگون کا احترام نہین غیر کیا باپ کو سلام نہین
خوب تہذیب نفس شوم ہوئی واہ کیا رونق علوم ہوئی

جس کو دیکھئے آزادانہ خیالات پہ مرتا ہے کرسی ومیز لگانا چھری وکانٹے سے
کھانا اسکا خیال نہین کہ ہمارے والدین غریب ہین ہمارے واسطے یہ سامان
کہان سے لائین باپ اگر کسی قسم کی حرفت کرتا ہے تو اون کو اوس سے عار و
ننگ غرضکہ جسکو دیکھو مطلق العنان جس کی گفتگو سنو ازادانہ بیان نہ اوامر
پر نظر نہ نواہی سے حذر تحریر مین بیباکی تقریر مین شوخی وضع وحرکت مین
بےتمیزی مخدرات کے پردہ مین بےپردگی نشست وبرخاست مین گستاخی
ہر بات مین لاف وگزاف انکسار سے قطعی انحراف ہ ابتدا ہوگئی ہے
جب اونکی خراب + پھر خطا مین کہان امید صواب + اب کہان دین کی وہ
دلسوزی + اوٹھ گئی ہے عقائد آموزی + انصاف کی نظر سے دیکھا جائے
تو ابتدائی تعلیم انگریزی سے کوئی فائدہ نہین ہان بعد پڑھانے علوم مروجہ
مذہبی کے اگر انگریزی بنظر فائدہ دنیوی پڑھائی جائے تو مضائقہ نہین —

قطع نظر اسکے علم شئے بہ از جہل شئے اور ملازمت سررشتہ انگریزی کے سلیئے
دار آمد کیونکہ انگریزون نے نوکری کے واسطے منڈل کی شق لگادی ہے گو
رزق کو اللہ جل شانہٗ نے کسی شرط کے ساتھہ مشروط نہین کیا آدمی خدا کی
ناشکری کرتا ہے اوسپر بھی وہ کھانے کو دیتا ہے اور نوکری ہیشہ کے
واسطے منڈل پاس ہونا کوئی عمدہ نمونہ لیاقت کا نہین ہے نوکری
ہیشہ کے واسطے مین ان صفات کا ہونا چاہیے **اول** مستعد و ہوشیار
دوم حاضر باش و وفادار **سوم** مطیع و فرمان بردار **چہارم** باجمیت
و کارگذار **پنجم** دیانت دار ان صفات کے انسان کو حکام منصف
و لائق خود تلاش کرتے ہین اور نوکر رکھتے ہین اور جلد جلد ترقی پر ترقی
کرتے ہین مگر ہان وہ حکام جو خود متدین نہین وہ غیر محتاط ماتحت کو پسند
کرتے ہین یہان تک کہ جب وہ ایک جگہہ سے تبدیل ہوتے ہین تو اپنے
اہل کار مانوس کو بھی اپنے پاس بدل لیتے ہین اور اونکو ذریعہ جلب
منفعت ناجائز کا گردانتے ہین اور چونکہ یہ طریق دونون قسم کے حکام متدین
اور غیر مین اکثر جاری ہے اسلئے قسم ثانی پر ظاہری اعتراض حکومت اعلے
سے نہین ہوتا مگر روزمرہ کی کارروائی دونون قسم کے حکام کی تفریق کردیتی
ہے اور کسیکے مافی الضمیر کو مخفی نہین رکھتے اس واسطے والیان ملک کو
بہت تعمق کے ساتھہ سمجھنا چاہیے کہ دریافت چگونگی حالات اور ادراک

معاملات کے واسطے یہ دو آنکھین جو اللہ جل شانہ نے ہر بنی نوع کو عنایت
فرمائی ہین گو کافی ہین مگر ان کے تحت مین بہت سی نظرین [illegible] کہ
آنکھین اونکی اعانت سے اپنا کام بخوبی کرین اپنے مہمات ملکی [illegible] کے
لئے اہلکار ہوشیار و دیانت دار و نیک سرشت و بلند ہمت و با ہمت
جمع کئے جائین کیونکہ انتظام مملکت اخبار اطراف و اکناف و ادراک
صورتِ حال رعایا پر منحصر ہے اور معتمدین جب خود غرض ہوتے ہین تو وہ
اون خبرون کو جو اونکے منافی ہین مخفی کرتے ہین جس سے ملک مین بدنظمی
اور حاکم اعلی کی بدنامی ہوتی ہے پس حکومت اعلی کو واجب ہے کہ ایسے
عہدہ دارون کو جو عمل منصبی مین غفلت کرتے ہین یا اخبار واجب الاطلاع
کو پوشیدہ کرتے مین کوشش کرتے ہین اون کو فوراً معزول و برطرف
کرے اسی طرح اشرار کو سزا نہ دینا باعث خرابی ملک و انتظام ہے اور
اونکے کو بڑہانا اور اونکی ترقی مدارج کرنا نمونۂ زوال نعمت ہے اسموقع
پر کسیکا یہ قول نہایت موزون ہے زَوَالُ الدَّوْلَۃِ بِاِرْتِفَاعِ السِّفْلَۃِ
یعنے جانا دولت کا کمینون کے مراتب بڑہانے مین ہے اس واسطے
امیر کو چاہئے کہ ادنی لوگون کو ترقی دینے اور صحبت مین داخل کرنے سے
احتراز کرے اور بجاے ادنی کے شرفا کی ترقی مراتب و مناصب کرے
جس سے ترقی دولت مقصود ہے انہین لوگون کو حدیث مین لطائفہ النجبہ

فرمایا ہے اور شریفون سے سواے ہوا خواہی کے کوئی امر کو رکمی کا لحاظ رہین نہین
آتا کیونکہ کُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلَى اَصْلِهٖ یعنے ہر چیز پہر اتی ہے اپنی اصل کیطرف
پس کمینہ اپنی اصل کی طرف رجوع کرے گا اور شریف اپنی اصل کی طرف اور
شریف علی العموم وہی ہے جو عالی نسب اور عمدہ حسب ہو بادشاہ روم نے
جب رسول خدا کے حالات استفسار کئے تو پہلا یہی سوال تہا کیف نسبہٗ فیکمْ
جواب دیا ذو نسب یعنے صاحب نسب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسب و نسب
اعلی درجہ اور مرتبہ کی چیز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس درخت صحرائی
کا تخم تلخ ہوتا ہے اگر اوسکو باغمین لگاؤ اور آب شیرین کے عوض شیر و شکر سے سینچو
تو تلخ ہی پہل لائے گا اور جو درخت شیرین ہے وہ ہر زمین پر شیرین ہی ثمر لائیگا
اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ جسنے کمینہ کے ساتھہ نیکی کی اوس نے آخر مین ضرور اپنے
محسن کے ساتھہ بدی کی اور یہی کمینگی کی شناخت ہے ان کل امور پر نظر
کر کے والیان ملک کو واجب ہے کہ جہان تک ممکن ہو اپنے اہل قرابت
سے جو لائق ہے اوسکو وزیر کرین کہ عزیز سے زیادہ ہمدردی کرنے والا
اور مشکل کے وقت کام آنے والا نہین نہ ہر جزیات اور کلیات پر نظر رکھنے
والا چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے بھی حق تعالی سے یہی دعا کی تہی کہ میرے
بہائی ہارون کو میرا مددگار رینا اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ وزارت کے لئے
اہل قرابت نہایت موزون ہین سے ہر آئینہ تقرر وزارت مین نہایت احتیاط چاہیے

فرمایا رسول خدا نے مَنْ وَلِیَ مِنْکُم عَمَلاً فَاَرَادَ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً جَعَلَ لَہٗ وَزِیْراً صَالِحاً اِنْ نَسِیَ ذَکَّرَہٗ وَاِنْ ذَکَرَ
اَعَانَہٗ یعنے جس امیر پر اللہ رحم فرماتا ہے تو اوسکو وزیر نیک عطا کرتا ہے کہ اگر
کوئی امر امیر بہول جائے تو وزیر یاد دلا دے اور اگر یاد ہو تو اوسکی مدد کرے
اوسکے پورے ہونے مین پس اچھے وزیر کا ہونا ضرور ہے کیونکہ مدار انتظام
ریاست وزارت سے متعلق ہے چنانچہ بزرجمہر نے اپنے کارنامہ مین لکہا ہے
کہ وزیر مین گیارہ خصلتین ہونا لوازمات وزارت سے ہین اول یہ کہ اپنی خدمت
مفوضہ کے انجام مین سرگرم ہو دوم بیدار مغز ہو اور قبل از وقت اپنے
کو ہلکہ مین نہ ڈالے سوم جو کام سخت پیش آئے اوسکو دلیری اور جوانمردی
کے ساتھ انجام دے چہارم ملازم اور عہدہ دارون سے جو نیک کام ہمت
اور نیت کے ساتھ ظہور مین آئے اوسکے مکافات سے اون کے دل خوش
کرے پنجم رعیت کے حال سے غافل نہو اور حوادث زمانہ پہ ہمیشہ آمادہ
رہے ششم کسی کام مین حق سبحانہ تعالی کو نہ بہولے اور قواعد عدالت
کو نہ چہوڑے اور حق تعالی جس امیر سے ناخوش ہوتا ہے اوسکو وزیر باتدبیر
نہین دیتا اور جو وزیر صفت راستی سے آراستہ ہوتا ہے وہ سچا مددگار
امیر کا ہوتا ہے ہفتم حق کی جانب رجوع کرنا یہ خصلت سب خصلتون پر
مقدم ہے کیونکہ جو حق پر نگاہ رکھے گا وہ ضرور پہلے اپنے حال کی حفاظت
کرے گا اور ناشائستہ کامون سے احتراز کرے گا ہشتم جس کام کو

شروع کرنا چاہیئے اوس کے انجام پر خوب غور کرلے تا آخر مین پشیمانی نہو
ہشتم کفایت شعار ہو تا کہ مصالح دولت کے واسطے اِس سے عمدہ کوئی
بات نہین اور بادشاہ کے راز کو مخفی رکھنا دہم جہان تک ہوسکے بندگان خدا
کے ساتھہ احسان کرے یازدہم حاجت روائی محرومان وامیدواران مین
سعی بلیغ کرتا رہے تا کہ رئیس اور ریاست نیکنام رہے اور ترقی و دولت
روزافزون ہو اسی طرح ارسطاطالیس نے بادشاہون کی چار قسمین بیان
کی ہین ایک وہ کہ اپنی ذات اور نیز رعایا کے حق مین سخی ہو دوسری وہ
کہ اپنی ذات کے واسطے سخی ہو اور رعیت کے حق مین بخیل تیسری وہ کہ
رعیت کے ساتھہ سخی ہو اور اپنی ذات کے واسطے ممسک چوتھی وہ کہ اپنی ذات
اور رعیت دونون کے حق مین لئیم ہو چنانچہ قسم اول کو تمام حکماء متقدمین
نے بالاتفاق پسند کیا ہے کیونکہ قید احسان سے بڑھ کر کوئی قید نہین اور
محل اِس کا دل ہے جو بادشاہ تمام اعضا و جوارح کا ہے پس جب سلطان
دل مقید ایک قاعدہ حسنہ کا ہوا تو تمام اعضا و جوارح جو دل کے خدم و حشم
ہین پابند ہوے اسی طرح بادشاہ ظاہری کو جس طرف زیادہ میلان ہوتا ہے
اوسی طرف رعایا اور ملازمان کی بھی رغبت ہوتی ہے اور اوسی کا چرچہ و
رواج ملک مین ہو جاتا ہے اور تمام منتظمان ریاست ویسا ہی کام کرنے
لگتے ہین چونکہ حکما نے درجۂ اول مین سخاوت کو پسند کیا ہے یہ مقدمہ

نہایت نازک ہے جس مین حق تلفی اہل حقوق کی ہوتی ہے اور اسراف کا گمان کیونکہ جب ہارون رشید کو حکومت ملی تو خلیفہ نے خزانون کے دروازے کھولدئے اور جو مسلمان مبارکباد کو آیا اوس کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا ہارون قبل خلافت عابدون اور زاہدون کا ہمنشین رہتا تھا اور سفیان ثوری سے واسطہ برادرانہ دینی رکھتا تھا اور سفیان کو بھی ہارون سے الفت تھی مگر سفیان نے جب خبر اوسکی خلافت کی سُنی تو ایک قلم ملاقات ترک کر دی اور ہارون اونکی ملاقات کا مشتاق تھا ایک خط شوقیہ سفیان کو باین مضمون تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ہے بندہ خدا ہارون رشید کی طرف سے طرف سفیان دینی بھائی اپنے کے اے بھائی میرے تو جانتا ہے کہ حق تعالے نے آپس کے بھائی چارہ کو کیا فضیلت دی ہے اور ہمکو جیسا رابطہ برادرانہ آپ سے تھا ویسا ہی محکم ہے اور نسبت ارادات جیسی آپ کی خدمت مین رکھتا تھا اب بھی ہے یہ بھاری بوجہ سلطنت کا جو حق تعالی نے میری گردن پر رکھدیا ہے اس نے ایسا مجبور کر دیا ہے کہ مین آپ کی خدمت مین حاضر نہین ہو سکتا اور میرے دوستون مین سے کوئی ایسا نہین ہے کہ جو مجھے دیکھنے اور مبارکباد دینے کو نہ آیا ہو اور مین نے بھی خزانہ اموال کے اون پہ کھولدئے

ہین اور ہر ایک کو السلام و اکرام دیا اور آپ نہ آئے اشتیاق ملاقات کا بہت ہے اور یہ خط نہایت شوق مین لکھا ہے اور آپ جانتے ہین کہ مومن کی ملاقات اور محبت مین کیا فضیلت ہے امید ہے کہ بمجرد ملاحظہ اس خط کے جلد آؤ اور تم پر سلام اور خط کو لفافہ مین رکھکر عباد نامے ایک شخص کو دیا اور کہا کہ کوفہ جا اور کوچہ بنی ثور مین یہ خط سفیان ثوری کو دے اور جو کچھہ تو اون سے سنے حرف بحرف یاد رکھنا اور مجھسے آکر بیان کرنا عباد کہتا ہے کہ مین وہان پہونچا اور مسجد مین گیا دیکھا کہ سفیان بیٹھے ہین اور ایک جماعت اونکے گرد ہے جب نظر سفیان کی میرے اوپر پڑی تو گھبرا کر اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ طَارِقٍ یَطْرُقُنَا اِلَّا طَارِقٌ بِخَیْرٍ یعنے پناہ مانگتا ہون اللہ سننے والے کی شیطان مردود سے اور پناہ مانگتا ہون اے اللہ آنے والے سے کہ آئے ہمارے پاس مگر آنے والا بہتر پس اون کے اس کلمہ نے میرے دل مین بڑی تاثیر کی اور پھر مین باہر آیا اور سفیان نماز مین مشغول ہوئے مین نے گھوڑے کو مسجد کے دروازہ پر باندہا اور پھر اندر آیا تو سفیان نماز سے فارغ ہو چکے تھے مگر میری طرف اونہون نے نگاہ نہ کی اور نہ بیٹھنے کا اشارہ کیا مجھپر اونکی ہیبت غالب تھی مین نے خلیفہ کا خط اون کے سامنے رکھدیا اور بیٹھہ گیا

سفیان نے اپنے ہاتھ مین رومال لپٹا اور خط اوٹھا کر اوس جماعت مین سے
ایک شخص کو دیا اور کہا کہ پڑھو مین پناہ مانگتا ہون خدا سے کہ جو دون مین اوس
چیز کو جسنے مس کیا ہی ایک ظالم نے جب خط کا مضمون سُن چکے تو کہا کہ اس خط کی
پشت پر لکھو لوگون نے عرض کیا کہ حضرت وہ خلیفۂ وقت ہے اگر دوسرے
کاغذ پر ہم لکھین تو بہتر ہوگا کہا لکھو اسی کی پشت پر اگر یہ کاغذ وجہ حلال سے
ہے تو جزا اسے خیر پائے اور اگر وجہ حرام سے ہے تو اوس کو عذاب ہوگا
اور دین اسیر اسیواسطے لکھا تا ہون کہ جس چیز کو ظالم نے چھوا ہے
ہمارے پاس نہ رہے اور ہمارے دین کو خراب نکرے لوگون نے عرض کیا
کہ ہم کیا لکھین کہا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط ہے بندہ مردہ سفیان بن
سعید کا طرف اوس بندہ کے جو مغرور ہے ساتھہ آرزون کے اور نام اوسکا
ہارون رشید ہی اور سلب کی گئی ہے اوس سے حلاوت ایمان کی بعد اس کے
معلوم ہو تجکو کہ مین نے قطع کیا تجسے ملنا اور بیزار رہوا مین تیری دوستی سے
اس لئے کہ تو نے آپ اپنے اوپر گواہ کیا مجھکو اور حاضرین مجلس کو اس مضمون
پر کہ لکھا تو نے کہ کھولے مین نے دروازے بیت المال کے مسلمانون کے
لئے اور خرچ کیا مین نے مال اون پر بغیر حق کے اور صرف کیا مین نے غیر مستحق
مین اور اکتفا نہ کیا تو نے اس خطا پر کہ کی تو نے بلکہ مجکو بھی گواہ کیا تو نے جان
کہ مین اور یار میرے گواہی دینگے فردا ے قیامت کو آگے خدا تعالے کے

اوس چیز پر کہ کی تونے اے ہارون رشید صرف کیا تونے مال مسلمانون کا بغیر اونکی
رضا کے آیا راضی تھے تیرے اس فعل سے فقرا و مساکین اور مجاہدین فی سبیل اللہ
اور مسافر یا راضی تھے حفاظ اور اہل علم اور یتیم کیونکہ بیت المال مین ان سب
کا حق تھا تو کہ ان تہا اپنی نمود اور نام کے لئے دینے والا کیا ان سب سے
اجازت چاہی تھی اے ہارون رشید لپیٹ اپنا دامن اور تیار ہو جواب
اس سوال کے لئے اور تدبیر کر اس بلا کے لئے کہ اوترے تجھپر اوس وقت
کہ کھڑا کرین تجکو آگے حاکم جل جلالہ کے اے ہارون سلب کی گئی تجھہ سے
حلاوت تعلیم و زہد کی اور لذت قرآن کی اور ہمنشینی نیکون کی اور راضی ہوا
تو اسپر کہ ظالم ہو بلکہ ظالمون کا پیشوا اے ہارون تخت پر بیٹھا تو اور جا در
تکبر کی اوڑہی تونے اور اپنے دروازہ پر پردہ عزت کا کھینچا تونے مشابہت
کی رب العزت کے ساتھ ظالمون کو اپنے دروازہ پر بٹھایا تونے نالوگون پر
ظلم کرین اور روا رکھا بے انصافی کی دین آپ چوری کرین اور چورون کے ہاتھہ
کاٹین خود شراب پئین اور لوگون پر حد شراب کی مارین آپ زنا کرین
اور خلق پر حد جاری کرین نہین جانتا ہے تو کہ ان سب کا گناہ تجھپر ہوگا
اے ہارون یاد کر اوس ساعت کو کہ پکارنے والا پکارے گا اُحْشُرُوا
الَّذِينَ ظَلَمُوا یعنے جمع کرو اون لوگون کو کہ ظلم کیا اونہون نے اے
ہارون تیرے ہاتھہ اور گردن پر طوق ہوگا اور ظالم گرد تیرے ہونگے

اور تو آگے اور پیشوا اون کا ہوگا اور نیکیان تیری اور کی ترازو مین ہونگی
اور تیری ترازو مین بلا اور ظلم پر ظلم ہوگا اور کان رکھہ میری نصیحت پر کہ مین نے
تیری نصیحت مین کچھ چھوڑا نہین اے ہارون خدا سے ڈر اور رعیت کے
ساتھہ رعایت کر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی محافظت
کر اور سرداری کو سنوار کہ ملک دست بدست چلا جاتا ہے اگر اورون
پر باقی رہتا تو تجھہ تک نہ پہونچتا بعض لوگون نے ایسا کام کیا کہ آخرت
مین مفید ہوا اور بعض کو دنیا مین اور بعض نے ایسا کیا کہ اپنے دین و
دنیا دونون کو غارت کیا اب تجکو چاہیے کہ پھر مجکو خط نہ لکھنا ورنہ جواب
نہ دیا جاے گا والسلام عباد کہتا ہے کہ جب یہ خط تمام ہوا تو بغیر لیٹے ہوئے
میرے سامنے پھینکدیا اور مُہر نہ کی خط کو مین نے لیا اور سفیان کی گفتگو سے
میرا دل سرد ہوگیا تھا مین نے کوفہ کے بازار مین جاکر باواز بلند کہا کہ
کوئی ایسا جو مجھے خرید کرے لوگ درہم و دینار لائے مین نے کہا کہ یہ
میرے کام کے نہین ایک جبّہ پُرانا صوف کا چاہتا ہون لوگ فوراً لے آئے
لائے مین نے لباس خلیفہ کا اوتار ڈالا اور پہنا اور نہین لوگون کو دئیے
اور ہارون رشید کے دروازہ پہ پیادہ پا آیا اور خلیفہ نے جب مجھے اس
ہیئت سے دیکھا تو اوٹھا اور پھر بیٹھہ گیا اور اپنے سر اور منہ پر طمانچے مارنے
لگا اور واویلا شروع کی اور کہا اِنْتَفَعَ الرَّسُوْلُ وَخَابَ الْمُرْسِلُ یعنے فائدہ

ص وہ روز ہارون رشید ظلم پر ظلم کرنا ہو

اوٹھایا قاصد نے اور نا امید رہا بھیجنے والا۔ وہ خط بجنسہ مین نے خلیفہ کی
طرف پھینکدیا خلیفہ نے نامہ کو پڑہنا شروع کیا اور انکھون سے آنسو نکلنے
لگے اتنا رویا کہ تمام لباس اوسکا تر ہوگیا۔ راوی کہتا ہے کہ بعد اس کے
ہمیشہ خط سفیان کا ہارون کے سامنے رہتا تھا اور بعد ہر نماز کے پڑہتا
اور روتا تھا اور وقت مرگ تک اوس کا یہی معمول رہا۔ پس بادشاہ کے
واسطے سخاوت ضرور ہے اور سخاوت مین اہل حقوق کا خیال واجب
اور اسراف سے بچنا عین فرض۔ اب ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے
کہ اگلے عالمون کی یہ سیرت تھی اور اہل اللہ کی یہ حالت وعادت تھی کہ
اجراے اوامر وانسداد نواہی مین کچہ بادشاہون کا پاس ولحاظ نکرتے
تھے اور یہ سبب لاطمع اور متوکل علی اللہ ہونے کا تھا۔

طمع بند دفتر زحکمت بشوے — طمع بگسل وہرچہ خواہی بگوے

اسی طرح اگلے سلاطین بھی نصیحت بزرگون کی بگوش دل سنتے تھے اور
اون کو اعزاز کی نظرون سے دیکھتے تھے اور اوسی طرح اوسپر عمل کرتے
تھے۔ حکما کا قول ہے کہ خرابی اور بربادی رعیت کی بسبب بدنیتی اور
بداعمالی والی ملک کے ہوتی ہے اور والی ملک کی خرابی بسبب خرابی
علما کے اور خرابی علما کی بباعث حب مال وجاہ کے ہوتی ہے اور
جسپر حرص دنیا غالب ہو اوسکی نصیحت ارذال وادانی لوگون کو بھی اثر

نہین کرتی چہ جائیکہ بادشاہون اور بڑون پر بہرحال اس وقت مین کہ
زمانہ ایسے بزرگون اور ناصحون سے خالی ہے والیان ملک کو چاہیئے کہ
اپنے اعمال کا احتساب روزانہ خود کیا کرین تاکہ آفات ارضی وسماوی سے
محفوظ رہین - اس زمانہ مین جیسا پردۂ غفلت روساء ملک پر پڑا ہے
شاید ویسا اور اقوام مین نہین کیونکہ وہ سواے عیش وعشرت کے
کسی انتظام ملکی کو خود نہین دیکھتے اور منتظمان ریاست اولٰا سپید ہا خوبلا
غور و فکر اون کے ذہن مین آیا کر گذرتے ہین چنانچہ صریحًا دیکھا اور سُنا
جاتا ہے کہ جب کسی دولت مین ایک معتدبہ رقم خلاف موازنہ سالانہ کے
خرچ ہوجاتی ہے تو اوسکی کفایت کی یہ سبیل سوچی جاتی ہے کہ ملازمان کی
تنخواہون کو کم کرکے یا عہدون کو شکست کرکے اوسکی مکافات کرین حالانکہ
یہ تدبیر نہایت کمزور اور مخرب کار سرکار ہے جس سے نہ خزانہ معمور ہوسکتا
ہے نہ قرضہ ادا ہوسکتا ہے بلکہ ملازمان مخففہ کی دل آزاری اور باقی ماندگان
کو بیدلی ہوتی ہے کیونکہ خاطر متردد دماغ کو پریشان کرتی ہے اور جب
دماغ صحیح نہین تو کام بھی صحیح نہین ہوسکتا اور جب کار انتظامی اچھی طرح نہوا تو امور سیاست
ومدن مین فرق آیا گویا قلیل فائدہ کے خیال نے نقصان کثیر پیدا کیا
اس واسطے والیان ملک خوب سمجھ لین کہ تخفیف کی بنیاد محض منتظمان کی
خود غرضی سے ہے تاکہ ملازمان قدیم ملکی وغیر ملکی علیحدہ کئے جائین اور اونکے

عزیز و قریب رفیق و انیس مامور ہون ورنہ ملازمان قدیم کا تخفیف کرنا کسی
طرح عقل مصلحت سنج قبول نہین کرتی کیونکہ ملازمان قدیم جیسے دفاتر کے
کامون اور رواج وحالات ملکی سے واقف ہوتے ہین وہ قابلیت اور
معلومات ملازم جدید مین آنا بالفعل معلوم ع بسیار سفر باید تا پختہ شود
خامے ۔ تیسرا نقص یہ ہے کہ ہر ریاست مین ملازم کامون کی ضرورت کے لایق
مقرر کئے جاتے ہین اور بلا وجہ نہین جب چند عہدے تخفیف کئے گئے تو ضرور اون کامونکی انجام دہی مین
جو اون عہدہ ہائے تخفیف سے متعلق تھے ہرج واقع ہوگا اور اگر عہدہ دار مخففہ کا کام دوسرے عہدہ دار کے موجود
کے ذمہ کیا گیا تو ایک عہدہ دار دو عہدہ ونکا انجام مشکل ہوگا کیونکہ انسان ہو یا غیر انسان اپنی
قوت سے زیادہ کوئی بار نہین اوٹھا سکتا سوا اسکے ہر عہدہ کا مذاق
حکومت علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے اور بوجہ کثرت کار حسن کے ساتھ اون
عہدہ وں کا کام انجام نہین پاتا اور کوئی کام اپنے وقت پر نہین ہوتا
اور اہل مقدمہ سالہا سال مارے پھرتے ہین اور عہدہ دار محکمہ سے داد
نہین پاتے واقعی یہ ہے کہ ایک عہدہ دار ایک ہی قسم کے کام کو بخوبی
انجام دے سکتا ہے۔ اسی طرح ایک عہدہ پر دو اہل کارون کا مساوی الاختیار
مقرر کرنا کام مین خرابی ڈالتا ہے اور جس عہدہ دار مین جس کام کی لیاقت
ہو اور جس کا اوس مین تجربہ اور ملکہ پایا جائے وہی کام اوسکے سپرد
کیا جائے کیونکہ مال کا عہدہ دار عدالت کے کام مین خواہ مخواہ عاری

ہوگا کیونکہ مال کے کام مین مصالح ملکی پر نظر رہتی ہے اور عدالت کے واسطے
فقہ و فرائض اور شاستر اور قانون دانی وغیرہ کی ضرورت ہے اگر بفرض
محال ایک انسان مین یہ دونون صفتین موجود ہون تو بھی اوسکو دونون
قسم کے عہدے دینا خلاف مصلحت ہے کہ مالی کام کا تعلق روپیہ سے ہے
اور روپیہ کا تعلق رعیت سے اور روپیہ کا وقت معین پر موجود ہونا
دشوار خصوصاً اوس رعیت سے جو سقیم الحال ہو اور حاکم مال تحصیل وصول
مین تنگ طلبی کرتا ہے اگر وقت مقررہ پر روپیہ ادا نہوا اور حاکم کو غصہ آیا
اور باختیار عدالت اوسکو سزا دیدی تو خلاف مصلحت ملکی کے ہوا اسی طرح
حاکم عدالت جو ضابطہ اور قانون کا پابند اور عامل ہے اوسکو خیال کر لو
غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اہل حرفہ مین ایک پیشہ
والا اپنا کام خوبی سے کرتا ہے ویسا دوسرے پیشہ کا نہین کرسکتا۔
چوتھے۔ ملازم کی تنخواہ کم کرنے سے گویا رعیت کو تباہ کرنا ہے اور
ملازم کو خائن بنانا ہے کیونکہ ہر ملازم کی جیسی تنخواہ ہوتی ہے ویسے ہی
اوسکے اخراجات لازمی اور ضروری ہوتے ہین اور بوجہ کمی مشاہرہ جس
وضع کا وہ عادی ہوگیا ہے اوسکو ترک نہین کرسکتا کہ ترکُ العادۃِ۔
تعذیبٌ مین داخل ہے جو ضرور ضرر کرتا ہے انسان کو لہذا الخطاط اوسکو
سخت شاق و ناگوار ہوا اور وضع قائم رکھنے اور اخراجات پورا کرنے کی

ضرورت لاحق ہوئی پس ملازم کو سواے ممنوع طریقہ سے حاصل کرنے کے
اور کوئی ایسی سبیل باقی نہ رہی کہ احتیاج رفع کرے اس واسطے حکومت
اعلےٰ ایسے نقائص دفع کرنے اور قرضہ سے سبکدوش ہونے کے لئے
اس سے عمدہ اور مستحسن کوئی تدبیر نہین ہے کہ ریاستون مین جو لاکھون
بیگھہ زمین بنجر بوجہ عدم توجہ افتادہ ہے اوس کا چمن و تردد کرائے
جسکی افزونی آمدنی سے اور ملازمان کی تعداد بڑھ جائے اور قرضہ
بھی ادا ہو جائے مگر یہ دردسر عیش و عشرت کی ضد کس سے ہو سکتا ہی
ہر آئینہ حکومت اعلی پر فرض ہے کہ وہ عاملون پر آبادی کی سخت تاکید
کرے اور احکام تعمیل کرنے والون کو صلہ کا مترصد کرے اور اون کو
ایک تعداد معین کے خرچ کرنے کا مجاز کرے تاکہ وہ نادار آسامیون
یعنے کاشتکارون کے تخم و تقاوی سے مدد کرین دوسرے علاقہ جات
ہمسایہ کے کاشتکارون سے یا ہی کاشت کرائین اراضی بنجر کو اپنی
حسن تدبیر سے مزروع کرائین دیہات ویران کو باشندگان غیر علاقہ
سے آباد کرین ۔ ہر ریاست مین لاکھون روپیہ سالانہ سامان تعیش
وغیرہ مین جس کا کوئی نتیجہ اور فائدہ دنیا و عقبا مین نہین صرف ہوتا ہے
جس کا مواخذہ یوم حساب ہوگا اور جس کے بدل و مکافات کی کوئی
امید اس عالم مین بھی نہین مگر دیہات ویران اور اراضی بنجر کے آباد

کرنے کے واسطے کسی مقدار روپیہ کی منظوری نہیں دیجاتی جس کا بدل یہ منافع ایک ہی سال میں ملتا ہے اور چند سال کے بعد تو ایک کا بدل بحساب ننانوے بھی بڑھ جائے گا اور جس ریاست میں پورا پورا انتظام اراضی افتادہ کا کیا جائے تو ہر منتظم سمجھ سکتا ہے کہ بہت جلد اوس کی مالگذاری ڈیوڑھی دونی ہو جاوے گی مگر ہان یہ سمجھ مین نہین آتا کہ یہ مسئلہ کچھ ایسا باریک اور مشکل نہیں جو رئیس یا منتظمان کے خیال مین نہ آیا ہو اور ادنیٰ نظروں نے اس کا پورا اسکیل نہ بنایا ہو اور فائدہ و نقصان کا موازنہ نکیا ہو اور کاشتکارون کی امداد کا نتیجہ نہ نکالا ہو مگر یہی ہے کہ محض خیال سے انسان مقصود پر فائز نہیں ہوتا تا وقتیکہ وہ خیال پختہ ہو کر ایسا غالب نہو جو عمل پر مجبور کرے کیونکہ خیال کا خاصہ ہے کہ جہان کمال کو پہونچا اور عمل ظہور مین آیا اور وہی خواہش خیال جسکو حقیقی کہتے مین دوسری جانب بھی کشش مقناطیسی کا اثر پیدا کر دیتی ہے یعنے جب حاکم اعلیٰ کو آبادی کیجانب قلبی توجہ ہو گی تب ملازم و رعیت اندک سلسلہ جنبانی پر ملک کی آبادی مین متوجہ اور مصروف ہو جائین گے اور اس زمانہ مین کوئی صاحب ریاست اپنی ترقی مالی یا ملکی بغیر اس تدبیر کے جس کا ذکر ہو چکا نہیں کر سکتا اب وہ وقت نہین رہا کہ بزور شمشیر ملک وسیع کیا جاتا تھا اسواسطے ضرور ہے کہ رعایا سے کاشتکار اور

اہل حرفہ پر ہر قسم کے مراعات مدنظر رہین کہ اہل حرفہ تجارت کا سبب ہین
اور تجارت باعث آبادی ملک اور کاشتکارون کی مدد تخم و تقاوی سے
کیجائے اور آبپاشی کے ذریعہ بہم پہونچائے جائین عاملون اور ظالمون
کی تعدی اور جبر سے بچائے جائین کہ مدار رزق انسانی وحیوانی انہین
کی کارروائی پر منحصر ہے اس واسطے حاکم اعلی پر فرض ہے کہ وقتاً فوقتاً دورہ
کرکے اپنے عہدہ دارون اور رعیت کی نگرانی کرے باشندگان ملک
اور کاشتکارون کو عام اس سے کہ وہ مستغیث ہون یا نہون بلا واسطہ
کسی ملازم کے حضوری کا موقع دے اور اون سے اس اخلاق واختلاط
سے پیش آئے جو اون کی شان اور حیثیت کے شایان ہو کہ اون کے
دلون پر رعب و رہیبت حاکمانہ نہ چہائے اور جو کچھ رطب ویابس جسکو
عرض کرنا ہو دل کہول کے گذارش کرلے اور حاکم بگوش دل سنکر اونکی
شکایتون کو ایسی عمدگی سے رفع کرے کہ شاکی اپنی داد اور مراد کو پہونچے
اور جس کی شکایت تھی اوسے معلوم بہی نہو کیونکہ پہلی مرتبہ چشم پوشی فرض
ہے اور مرتبہ ثانی مین تنبیہ اور ثالث مین سزا ایسے مواقع پر حلم سے
بہت کام نکلتا ہے اسمین ملازم ہو یا غیر ملازم خطاے اولی اگر جرم
کی حد تک نہ پہونچی ہو تو ضرور قابل چشم پوشی ہے اور لائق عفو اس کے
بعد تہوڑی ہی زمانہ مین مالک اعلی کو معلوم ہوجائے گا کہ اوس نے

کیسی کیسی ترقیان نمایان حاصل کین اور کیسا ملک آباد ہوا اور کہان تک
اوسکی عدالت اور فیاضی نے شہرہ پایا اس نیک نامی کے حاصل کرنے اور
نام آور ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ دن اور رات کے آٹھ پہر ہوتے ہین
اوس مین سے امیر کو واجب ہے کہ سات پہر عیش و نشاط کرے اور ایک
پہر ملکی کامون کو دیکھا کرے رعیت کی برُی بھلی سُنا کرے اون کے
نیک و بد کی خبر رکھا کرے ایام سرما مین دورہ کیا کرے کہ بیک کرشمہ ہزار
کار متصور ہے اور جو لاکھون روپیہ امور دل خوش کن مین صرف کیا جاتا ہی
اوس مین سے اوس کا عُشر عشیر امداد کاشتکارون کے واسطے دیا جایا
کرے اس ہیئت مجموعی کا نام فضائل اور حسُن اخلاق ہے اور ضد اس کی
آٹھ رذائل ہین جو انسان کے اخلاق کو خراب کرتے ہین اور طرز
معاشرت کو بگاڑتے ہین۔ اول **حسد** دوم **بغض**
سوم **بخل** چہارم **حرص** پنجم **کذب** ششم
غضب ہفتم **تکبر** ہشتم **بے حیائی**۔ اور فروغ ان کے بے انتہا
ہین اور جس طرح علم طب مین امراض جسمانی کے واسطے علاج مقرر ہین اور
اغذیہ و اشیاے موافق مزاج کا ہمیشہ استعمال کرایا جاتا ہے اور مریض
یا ردمین دواے حار دیجاتی ہے اسی طرح امراض روحانی کا بھی علاج
حکماے روحانی نے قرار دیا ہے جس کا ذکر اپنے اپنے موقع پر مع نتیجہ

چند فروعات کے آئے گا اور اوپر بھی بعض کا بیان ہو چکا ہے پہلے اسکی
شرح ضرور ہے کہ وہ کون چیز ہے جو مزاج کو کے اعتدال سے متجاوز کرتی ہے
اوسکی تین قسمین ہین ایک **قوت تمیز** دوسری **قوت غضب**
تیسری **قوت شہوت** چنانچہ **تمیز** جسکو ادراک بھی کہتے ہین اور
یہی آلہ ہے نیک و بد کے دریافت کرنے کا اور تعلق اس کا دماغ سے
ہے۔ اور قوت غضب کو تعلق جگر سے ہے جو پہلوے راست مین ہے
جس کا ذکر مفصل آگے آئیگا اور اسی قوت کو قوت سبعی کہتے ہین جس سے
مراد درندگی ہے جیسے گرگ و شیر وغیرہ مین عادت ہوتی ہے۔ اور
شہوت عادت بہیمی کا نام ہے یعنی جانور جو نیک و بد سمجھنے کی عقل نہین
رکھتے اور استعمال اسکا قلب سے ہے۔ چنانچہ فقہانے عادت بہیمیہ کو
بھی قوت غضبیہ مین شامل کیا ہے کہ یہ بھی مزاج کو متغیر کر دیتی ہے فتح الباری
مین ہے وَعَدَّاهُ الْفُقَهَاءُ لِهٰذَا الْمَعْنٰى اِلٰى كُلِّ مَا يَحْصُلُ بِهِ تَغَيُّرُ الْفِكْرِ كَالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ
الْمُفْرِطَيْنِ وَغَلَبَةِ النُّعَاسِ وَسَائِرِ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْقَلْبُ تَعَلُّقًا يَشْغَلُهُ عَنِ اسْتِيفَاءِ النَّظَرِ
اور شامل کیا ہے فقہا نے اون کل چیزون کو جس سے فکر مین تغیر آجاتا
ہے مثلاً سخت بھوک شدت پیاس غلبۂ نوم اور وہ امور جو قلب سے متعلق
ہین اور قلب کو پوری فکر کرنے سے پھیر دیتے ہین اس سے واضح ہو گیا
کہ قوت شہویہ بھی مزاج کو متغیر کر دیتی ہے۔ اور ان تینون چیزون مین نقصان

پیدا ہونے کے تین سبب ہوتے ہین۔ افراط۔ تفریط۔ رداءت کیف۔ افراط وہ ہے جو اعتدال سے زیادہ اعلی کی جانب صعود کرے۔ اور تفریط وہ ہے جو اسفل یعنے پائین وتحت کی طرف رجوع کرے۔ اور رداءت کے معنی ہین (فاسد وزبون وتباہ) اور کیف کے معنی ہین (نشہ وستی) پس قوت ممیزہ مین جب افراط و تفریط ہوتی ہے تب کیف پیدا ہوتا ہے اور کیف کا خاصہ ہے کہ انسان کو مست اور بیہوش کردیتا ہے اور بیہوشی مین تمیز باقی نہین رہتا اور جب تمیز نہ رہا تو اعتدال کہان اور وقوع اس کا دو شقون سے خالی نہین یعنے نظری ہوگا یا عملی۔ عملی وہ ہے جو منسوب ہو عمل کے ساتھ اور نظری تصور حقایق موجودات سے تعلق رکہتا ہے اور خاصہ یہ ہے کہ پہلے تصور ہوتا ہے اور تصور کے بعد عمل پس نظری کے واسطے تدقیق یعنے چہان بین ضرور ہے تاکہ حق وناحق نیک وبد زیبا ورشت پر ماہر ہو اور قوت کے موافق عمل کرے اور آتش غضب وشہوت کو شربت عقل کے استعمال سے بجہائے اور تحمل کو کام مین لانے کہ مقتضائے زیرکی وجودت اور منشار شریعت ہے۔ اور اخلاق ناصری مین ہے کہ اگر رذیلت کا اثر نفس پر معلوم ہو تو بزور عقل اوسکو رفع کرے اور جو اس سے مطلب حاصل نہو تو اوس فضیلت کو کام مین لائے جو ضد اوس رذیلت کی ہو اور نفس کو اوسپر عادی کرے تاکہ

وہ رذیلت رفع ہوا ور فضیلت مین ہمیشہ گفتگو اور تکرار کرنا باعث ازالہ رذیلت
ہوتا ہے اور اخلاق جمیلہ پر قولاً و فعلاً عمل کرنا بمنزلہ علاج غذائی کے ہے۔ اور
توبیخ و ملامت نفس فکراً و عقلاً و عملاً داخل تنقیہ ہے ہرچند کہ امراض قوت ممیزہ
کی کتب اخلاق مین بہت لکھے ہین مگر اون مین سے یہ تین اقسام ضروری
ہین۔ اول **حیرت** دوم **جہل بسیط** سوم **جہل مرکب** چنانچہ
حیرت اوسکو کہتے ہین کہ تعجب کے ساتھہ ایک حالت پر رہ جانا اور جہل بسیط
وہ ہے جیسے انسان مادرزاد کہ کسی چیز کی حقیقت سے بالکل واقف نہین
مثلاً رانگ کو اوسکے سامنے رکہو اوسکو چاندی سمجھے اور سونے کو پیتل اور
پیتل کو سونا چنانچہ نوع اول افراط مین داخل ہے اور دوم تفریط مین اور
سوم رذائل کیف مین جسکا بیان اوپر ہو چکا۔

علاج حیرت

حیرت اوسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ آدمی قضایا سے مشکلہ ادلہ کو متعارض
دیکھتا ہے مثلاً کسی امر کے وجوب یا جواز و عدم جواز کے دلائل برابر ہین
اوس وقت انسان حیرت مین پڑجاتا ہے کہ ہین اس امر کو واجب کہون
یا عدم وجوب کا اقرار کرون جائز جانون یا عدم جواز کو مانون غرضکہ
نفس الامر کو ثابت نہین کرسکتا اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اولاً
قضایا سے ادلیہ مین ملکہ ہو۔ اکثر قضایا سے اولیہ وہ ہین کہ عقل اول متبع

ہین اونکو سمجھ لے کچھ خوض کی ضرورت نہو مثلاً اجتماع نقیضین محال ہے
اسی طرح ارتفاع نقیضین محال ہے یہ قضایا ہے اولیہ ہین اور نقیضین کسکو
کہتے ہین (نقیض کل شئے رفعہ) یعنے ہر شئے کی نقیض اوس کا عدم ہے
اب ہر شخص جان سکتا ہے کہ عالم مین کوئی شئے انسان اور اوسکی نقیض لا
انسان سے خالی نہین ہے لیکن یہ دونون ایک شئے مین نہ مجتمع ہو سکتی
ہین اور نہ اوس سے مرتفع یعنے ایسی کوئی شئے عالم مین نہین نکل سکتی
کہ جو انسان بھی ہو اور لاانسان بھی ہو یا کوئی شئے ایسی ہو کہ نہ انسان
ہو اور نہ لاانسان اسیکا نام اجتماع نقیضین ہے اور یہ دونون محال
ہین یعنے ممکن ہی نہین کہ یہ دونون وجود مین آسکین پس جب آدمی
اس مین ملکہ پیدا کر لے گا تو ضرور اولیہ متعارضہ مین ایک حالت کو صحیح
اور دوسری کو غلط جان لے گا بعدہ قواعد منطقیہ کا تتبع کر کے حق کو باطل
سے جدا کر سکے گا کیونکہ منطق کی تعریف یہی ہے الۃ قانونیۃ تعصم مراعاتہا
الذہن عن الخطاء فی الفکر یعنے منطق ایک آلہ قانونیہ ہے
اگر اوس کی رعایت کی جائے گی تو وہ ذہن کو فکر مین خطا کرنے سے
بچا لے گا۔

علاج جہل بسیط

یہ ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے وہ تمام معقولات مین عاری ہوتا ہے

ارتفاع و اجتماع نقیضین

ہوتا ہے جس کے واسطے شرط تعلیم ہے اور تعلیم کا مقتضا یہ ہے کہ شرع شریف
اور عقل لطیف سے کام لے اور دوسرے حیوانات اور اپنے حالات مین
تامل و غور کے ساتھہ نظر کرکے فضائل انسانی اور حیوانی مین تفریق کرے
تاکہ اوسکو معلوم ہو کہ انسان اشرف المخلوقات بوجہ علم و ادراک و تمیز کے
ہوا ورنہ جاہل حیوان سے بھی بدتر ہے۔ امام فخر الدین رازی
تفسیر کبیر کی پہلی جلد مین تحت آیت کریمہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کے لکھتے ہین هٰذِهِ الْاٰیَةُ
دَالَّةٌ عَلٰی فَضْلِ الْعِلْمِ فَاِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ مَا اَظْهَرَ کَمَالَ حِکْمَتِهٖ فِیْ خِلْقَةِ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا بِاَنْ اَظْهَرَ عِلْمَهٗ فَ
لَوْ کَانَ فِی الْاِمْکَانِ وُجُوْدُ شَیْءٍ اَشْرَفَ مِنَ الْعِلْمِ لَکَانَ مِنَ الْوَاجِبِ اِظْهَارُ فَضْلِهٖ بِذٰلِكَ الشَّیْءِ لَا بِالْعِلْمِ
یعنے حق سبحانہ تعالی نے آدم کی خلقت مین اپنی کمال حکمت کو آدم
علیہ السلام علم کے ساتھہ ظاہر فرمایا کہ ہمنے اوس کو شرف علم سے دیا ہے
پس اگر اور کوئی چیز خلقت آدم مین علم سے زیادہ شریف ہوتی تو حق تعالے
اوسیکے ساتھہ آدم کے شرف کو ظاہر فرماتا نہ علم کے ساتھہ اس سے معلوم
ہوا کہ آدمی کو جو اور مخلوقات پر شرف ہے وہ علم کے سبب سے اس
واسطے انسان کو لازم ہے کہ محافل علما اور مجالس فضلا مین حاضر ہو کر
کمالات انسانی کو سیکھے۔ تفسیر کبیر مین ہے کہ فرمایا فقیہ ابو اللیث نے
جو شخص عالم کی مجلس مین حاضر ہو اور کچھ بھی نہ پڑہ سکے اور نہ سیکھ سکے تب
بھی سات طرحکی بزرگی حاصل ہوگی پہلا ثواب سیکھنے والون کا

فرمایا رسولؐ خدا نے جو شخص چاہے کہ اون لوگون کی طرف دیکھے کہ جن کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے تو چاہئے کہ متعلمین یعنی علم کے سیکھنے والون کو دیکھے جو متعلم عالم کے مکان تک جاتا ہے ہر قدم ایک برس کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے دوسرے تا ہنگام نشست گناہون سے محفوظ رہتا ہے تیسرے جب علم کے سیکھنے کو نکلتا ہے اللہ کی رحمت اوسپر نازل ہوتی ہے چوتھے اوس حلقہ درس پر جو رحمت نازل ہوتی ہے اوس مین سے بھی حصہ پاتا ہے پانچوین جب تک عالم کی گفتگو سُنتا ہے عبادت مین رہتا ہے چھٹے درحالیکہ عالم کی گفتگو نہ سمجھ سکے گا تو علم سے محروم رہنے پر اوسکو رنج ہوگا اور یہی رنج وسیلہ تقرب خدا کا ہوگا ساتوین جب طالب علم دیکھے گا کہ مسلمان عالم کی عزت کرتے ہین اور فاسق کو ذلیل جانتے ہین تو دل فسق سے نفرت کریگا۔

اسی علم کے ذریعہ سے موقع و محل پر وہ گفتگو کرنے یا جواب دینے مین عاجز نہ رہے گا اور مثل حیوانات کے زبان بند کئے ہوے نہ بیٹھا رہیگا

فرمایا حضرت مرتضوی علیہ السلام نے لَا خَیْرَ فِی الصَّمْتِ عَنِ الْعِلْمِ کَمَا لَا خَیْرَ فِی الْکَلَامِ عَنِ الْجَہْلِ یعنے نہین ہے بہتری سکوت مین باوصف علم ہونے کے جیسے کہ نہین ہے خیریت اہل جہل کے کلام مین۔ اور کم استعداد بھی جو کور کو گوزا در قبل کو قتل اور دیر کو ذبر پڑھتے ہے وہ بھی زمرہ جہلا مین

داخل ہے اور فربہی کو بھی شرافت باین اعتبار نہ سمجھے کہ الفربہ خواہ مخواہ مردے آدمی ع فربہی چیزے دگر آماس چیزے دیگر است +
شرافت کا مقتضا ایک وفاداری تو ضرور ہے کہ کسی حالت مین اوس سے بیوفائی نہین ہوتی مگر بغیر فضائل انسانی کے چارہ نہین اور یہی جوہر شرافت ہے اگر انسان نظر انصاف سے دیکھے تو جاہل آدمی اپنے کو حیوان سے بھی فروتر پائے گا کیونکہ آفرینش کل مخلوق کی فائدہ سے خالی نہین حیوانات بھی بچے نکالتے ہین کہاتے ہین پیتے ہین دن کو پھرتے ہین رات کو سوتے ہین بخلاف انسان جاہل کے کہ اظہار خواص انسانی مین جس سے مراد ادراک وتمیز ہے اوس سے بالکل عاجز وقاصر ہے اسی طرح جمادات یعنے سنگ ومعدنیات وغیرہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون مین بھی خواص علحدہ علحدہ ہین مگر انسان جاہل اپنے خصائص مین بالکل عاری ہے اور کام دینی ودنیوی بحسن وجوہ انجام نہین دیسکتا۔

وفی الجهل قبل الموت موت لاهله اہل جہل قبل مرنے کے مرجاتے ہین	واجسامهم قبل القبور قبور اور جسم اونکے قبرمین جانے سے پہلے قبر ہین
وان امرء لم یحی بالعلم میت اور بیشبہہ جو آدمی کے ساتھ علم زندہ نہین ہے مردہ ہے	ولیس له حتی النشور نشور اور نہین ہے اوسکو اسکے قیامت تک زندہ ہونا

چنانچہ حکیم ارسطاطالیس کا قول ہے کہ ایک انکھیارا دوسرا اندھا کوین مین گرین تو بدبختی دونون کی شامل حال ہے مگر انکھیارا ابزور بصارت

اوسمین سے نکلنے کی کوشش کرے گا اور نابینا مجبور رہے گا اسی طرح
بینا وہ ہے جو عقل اور نقل سے کام لے سکتا ہے اور وہی نابینا کو بھی چاہ
سے نکال سکتا ہے کتاب اعجاز انتساب مین جناب رسالت مآب سے
حق تعالی نے حکم کیا قُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا یعنے کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کہ اے رب میرے زیادہ کر میرا علم۔ اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین
فرماتے ہین وفیہ اول دلیل علے نفاسۃ العلم وعلو مرتبتہ وفرط
محبۃ اللہ تعالی ایاہ حیث امر نبیہ بالازدیاد منہ خاصۃ دون غیرہ یعنے
اس آیت مین دلیل اول ہے علم کے نفیس ہونے اور اوسکے مرتبہ کے
بلند ہونے پر اور خدا ے تعالی کے نزدیک علم کے محبوب ہونے پر کیونکہ
اپنے نبی علیہ السلام کو حکم کیا کہ علم کی زیادتی ہمسے مانگو نہ اور کسی چیز کی اور
حدیث مین آیا ہے اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَالِمٌ وَمُتَعَلِّمٌ وَسَائِرُ النَّاسِ هَمَجٌ لَا خَيْرَ
فِيهِمْ یعنے انسان مین دو فرقے ہین ایک دانشور دوسرے طلب کرنے
والے دانش کے اور تمام آدمی مگس یعنے مکھی ہین کہ نہین بہتری اون مین
اور علم کے مطلب و مقصود پر بھی کوشش کرنا داخل علم و عمل ہے۔

علاج جہل مرکب

اس کا علاج بہت سخت و دشوار ہے جسطرح اطبا سے بدن علاج بعض
امراض خبیثہ اور مزمنہ مین عاجز ہین اوسی طرح حکما سے نفوس بھی اس مرض مین

حیران ہین ۔

آن کس کہ بداند و نداند کہ نداند	اسپ طلب خویش بہ افلاک جہاند
آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند	اینہم خرک لنگ بمنزل برساند
آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند	در جہل مرکب ابدالدہر بماند

چنانچہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مین کور مادرزاد
اور ابرص کے علاج مین عاجز نہین ہون لیکن احمق کے علاج مین
عاجز ہون ۔ اسی واسطے حکما نے کہا ہے کہ احمق کی صحبت سے سواے
نقصان کے کچھ فائدہ نہین ہوتا اور آخر مین بے لطفی ہو جاتی ہی کیونکہ
ممکن ہے کہ احمق آدمی کوئی ایسا کام کرے جسمین برائی ہو اور وہ نجانے
اس کے علاج کے واسطے علم ریاضی نہایت مفید ہے اور اوس کے
ساتھہ شغل رکھنا بہت نافع ہے کیونکہ اوس سے حق و باطل مین بخوبی امتیاز
ہوتا ہے اور وہم کو مجال مداخلت نہین ہوتی جیسے ہندسہ و حساب
وغیرہ اگر اوسکے قاعدہ کے موافق کوئی سوال کرے کہ پانچ اور پانچ کے
ہوے تو لامحالہ اوسکا جواب دس ۱۰ ہوگا نو ۹ یا گیارہ ۱۱ کوئی نہ کہے گا اسی
واسطے علم ریاضی سے انسان کو پوری طمانیت ہو جاتی ہے اور اپنے
نقص سمجھ پر ماہر ہو جاتا ہے اور استعداد اکتساب فضائل کی اوسمین
پیدا ہو جاتی ہے اور معرض خطر سے نکل جاتا ہے ۔ سواے اسکے چار

چیزین اور ہین جوزیادہ مخوف ہین یعنے **شہوت۔ بطالت۔ حسد۔ حزن**۔ علاج شہوت مختصر طور پر یہ ہے کہ شہوت ماکولات و مشروبات سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اسکی بنیاد اور خلقت فرومایگی یعنے رذالت ہے اور اسی سے خواری وبے عزتی ہوتی ہے اوس سے طبیعت کو باز رکھے اور خوب سمجھ لے کہ یہی حشمت وجلال مین فرق لاتی ہے یہی بدہی کراتی ہے عقل ودانش کو سست کرتی ہے بلادت وکند ذہنی کو بڑہاتی ہے حضرت رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمام امراض نفسانی وجسمانی شکم پری سے پیدا ہوتے ہین۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہو کہ کلید دنیا کی شکم پری ہو اور کلید آخرت کی گرسنگی۔ اور یحیی ابن معاذ نے فرمایا ہے کہ زیادہ پیٹ بہرنے سے گوشت بڑہتا ہے اور شہوت باعث گناہ اور کثرت گناہ سبب سختی قلب اور سختی قلب داخل رذالت ہو جسکا ترک واجب ہے حکمانے کہا ہے کہ جب غذا معدہ مین تحلیل ہوتی ہے تب اوس سے خون پیدا ہوتا ہے اور خون سب اعضا مین تقسیم ہوتا ہے اور خلاصہ خون کا رطوبت ہے اوسکو طبیعت لیکر مثل شبنم کے اعضا پر چھڑکتی ہے اور اوسی رطوبت سے منی بنتی ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ ایک ہزار لقمہ کہانے سے ایک قطرہ منی کا پیدا ہوتا ہے اور منی جملہ اعضا کا ذخیرہ ہے اوس کو جتنا خرچ کیا جائے گا اوسی قدر نشو ونما مین کمی ہوگی اور دماغ مین ضعف آئے گا

حکیم افلاطون کی یہ نقل مشہور ہے کہ تمام عمر مین ایک مرتبہ زوجہ سے قربت
کی جس سے حمل قرار پایا اور مدت معین کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی اور
جب اوسمین چلنے پہرنے کی طاقت آئی اور کچہہ باتین کرنے لگے تب ماںکی
تعلیم کے موافق باپ سے یہ درخواست کی کہ میرے ساتھہ کھیلنے کو ایک
بھائی کا ہونا چاہیئے اسپر حکیم نے ناخوش ہوکر جواب دیا کہ اے کمبخت
ایک تیرے ہونے سے میری قوت مین تنزل درجہ کی ہوگئی اگر ایک بھائی اور
ہو تو مین بالکل بیکار ہو جاؤن - امام حجتہ الاسلام ابوحامد غزالی علیہ الرحمۃ
نے اس شہوت کی تشبیہ عامل ظالم سے دی ہے کہ اگر بادشاہ اوسکو
مطلق العنان کردے تو سارا مال رعایا کا لوٹ لے اور سب اپنے خرچ
مین لے آئے اسیطرح وقت غلبہ شہوت عقل کو کام مین لائے اور موافق
عدل کے اعتدال سے نگذرے کیونکہ لذت مباشرت جو ایک عورت
سے ہے وہی بعینہ اپنی اصلی خاصیت کی رو سے دوسری عورت کے
ساتھہ بھی ہے اور زیادہ تشکم پُری زیادہ عورت کی خواہش پیدا کرتی
ہے اسی طرح گرسنگی رفع کرنے کے لئے ایک قسم کا کھانا کافی ہے
اور اس صفت مین کل اطعمہ مساوی ہین پس اکل و شرب کا استعمال
بقدر حاجت چاہیئے -

خوردن براے زیستن و ذکر کردنست	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست

یہی شہوت رغبت دلاتی ہے تاہل اور نکاح کی فتح الباری مین ہے اِنَّ شَہْوَۃَ النِّکَاحِ تَابِعَۃٌ لِشَہْوَۃِ الْغِذَاءِ تَقْوٰی بِقُوَّتِہَا وَتَضْعُفُ بِضُعْفِہَا یعنے خواہش نکاح تابع ہے خواہش اکل و شرب کی اسکی قوت سے وہ قوی ہو جاتی ہے اس کے ضعف سے وہ ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور نکاح سے مقصود اصلی اعفاف نفس اور تکثر نسل ہے نہ لذت حاصل کرنا چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ نکاح کرو ادن عورتون سے جو شوہر کو دوست رکھین اور بچے زیادہ جنین تاکہ مین بروز قیامت اسکا فخر کرون کہ میری امت اور امتون سے زیادہ ہے اور فرزند کا ہونا خیر و برکت مین داخل ہے اور خیر بھی وہ جو منقطع نہین ہوتی کیونکہ فرزند بعد موت والدین والدین کے حق مین دعا کیا کرتا ہے اور اوسکا ثواب والدین کو پہونچتا ہے پس انسان کو چاہئے کہ خطوط نفسانی سے بالکل متبرا رہے اور حضرت آدم بنینا علیہ الصلوۃ والسلام کی سُنت ادا کرتا رہے اور یہ نہ سمجھے کہ حق تعالےٰ نے شہوت کو اسی کام کے لئے پیدا کیا ہے بلکہ اوس سے منشاء عزاسمہ یہی ہے کہ نکاح کی رغبت ہو تاکہ اولاد صالح پیدا ہو کہ باعث ترقی اسلام ہے اور آفرینش خلق کی محض دین کے واسطے ہے فرمایا اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنے نہین پیدا کیا مین نے جن اور انسان کو مگر اسواسطے کہ عبادت کرین میری۔ اور عورتون مین بہترین اور عمدہ وہ عورت ہے کہ عقل رکھے

حکم پر عمل کرے اور ہر حال مین دیانت اور عفت وحیا کو نہ چھوڑے اور
رضاے شوہر کو بعد اداے فریضہ مقدم سمجھے اور عقیمہ عورت سے نکاح
نکرے کہ خلاف مقصود ہے اور شناخت عقیمہ کی اکثر یہ ہے کہ جس قبیلہ
مین عورات عقیم نہون اوس خاندان کی باکرہ سے نکاح کرے محدث
دہلوی شیخ عبدالحق نے **اشعۃ اللمعات** مین فرمایا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ نکاح کنید زن دوست دارندہ شوہر را والولود وبسیار
زائیدہ را واین دو صفت از خویشان آدمی توان دریافت زیرا کہ غالب
آنست کہ طبائع اقارب بیکدیگر سرایت میکنند ودر عادت وخوے
شریک یکدیگر می باشند۔ اور اگر ثَیِّبَہ یعنے جو عورت مرد کے پاس رہی ہو
اور وہ آزاد و بیوہ ہو تو وہ بھی بمقابل کنیزک کے یعنے لونڈی سے بہتر
ہے کیونکہ رسول خدا نے حرائر کے نکاح پر ترغیب فرمائی ہے۔ محدث
عسقلانی نے بخاری کی شرح مین حدیث لنسا ء قریش کے تحت مین لکھا ہے
وَفِی الْحَدِیْثِ الْحَثُّ عَلٰی نِکَاحِ الْاَشْرَافِ یعنے اس حدیث مین ترغیب
ہے کہ نکاح اشراف عورتون سے کرو اور پھر فرماتے ہین وَیُؤْخَذُ مِنْہُ
اِعْتِبَارُ الْکَفَاءَۃِ فِی النَّسَبِ یعنے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نسب
کے واسطے اکفاء کا اعتبار ضروری ہے اور جناب مرتضوی علیہ السلام نے
فرمایا ہے کہ عورت باکرہ سے نکاح کرو گو بدشکل ہو اور گندم یعنے گیہون

کہا وُ اگرچہ گران ہو اور شہر مین رہو گو تکلیف ہو- اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ فرمایا رسول مقبول نے کہ نکاح کرو عورات باکرہ سے اِس واسطے کہ منہ ان کے زیادہ شیرین ہین اور رحم انکے زیادہ حمل رکھنے والے ہین ہے- اور چونکہ عورتین ناقص العقل ہین اونمین تین وجہ سے زیادہ نقصان ہوتا ہے جس سے احتیاط ضرور ہے اول نسب کہ سبب عجب ہے دوم جمال کہ یہ بڑی بلا ہے اور اس سے بڑے بڑے فساد پیدا ہوتے ہین اور وہ ماکولات اور مشروبات وملبوسات عمدہ کی خواستگار رہوتی ہے جو اسراف مین داخل ہے سوم خاندان ذیمقدور کی لڑکی کہ محتاج شوہر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے کیونکہ اوس کی فرمایش بوجہ کم استطاعتی کے ادا نہین ہوسکتی اسکا علاج یہ ہے کہ ایسی عورت کو اون امور کا عادی کرے جو فضائل مین داخل ہین اور رذالت کے معائب سمجھاوے رسولخدا نے فرمایا ہے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ عورتون کو نیک باتین بتاتے رہو اور اون کے ساتھہ نیکی سے پیش آؤ اور ہمیشہ اون کے ساتھہ نرمی اور ملایمت کرتے رہو کیونکہ سختی باعث وحشت ہوتی ہے- امام بخاری نے ایک باب المداراۃ مع النساء مقرر کیا ہے اوس مین حدیث نقل کی ہے کہ عورتون کے ساتھہ نرمی کرو اور ہر کام اونکے مشورہ سے کرو کہ اِس سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور مردمان بیگانہ سے پردہ کراؤ تاکہ غیر کی نگاہ سے محفوظ رہے

ایک روز کوچشم حضرت کے دولت خانہ مبارک مین چلا آیا حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتین جو وہان موجود تہین ہٹا دئین اور کہا کہ یہ
اندہا ہے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اندہا ہے تو تم سب تو اندہی نہین
ہو دیکہنا اور دکہانا دونون برابر ہے اور آفت سے خالی نہین۔ اور زوجہ
نے عزیز واقارب کے ساتہہ طریقہ لطف وکرم ومواسا کو ترک نہ کیسے اور
اوسکو خفیف امور مین سرزنش کر کے آزردہ نکرے اور جو راز کی بات ہو عورت
پر ظاہر نکرے اور مقدار مال کو اوس سے مخفی رکہے تاکہ بوجہ نقصان عقل باعث
خرابی وفساد نہو اور عورت کو استماع حکایت مردون اور ایسی عورتون
سے جو بے باک ہون منع کرے خصوصاً اون عورات پیرانہ سال سے جو افعال
ناقص مین متہم یا بدنام ہو چکی ہون ع قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالی
اور جو عورت خوندہ ہو اوسکو قصص اور مثنوی وغیرہ پڑہنے سے باز رکہے
کہ اس سے طبیعت مین انحراف پیدا ہوتا ہے جو خلاف عفت کے ہے
اور عورت مین پانچ خصلتون کا ہونا ضروری ہے اول پارسائی اور پردہ
مین رہنا اور بغیر اجازت شوہر کے کہین نہ جانا اور عورات ہمسایہ
سے بلا ضرورت نہ ملنا دوم جو کام اپنے ہاتہہ سے ہو سکے اوس مین
دوسرے سے مدد کا خواہان نہونا سوم شوہر سے ہمیشہ ڈرنا اور اوسکو
احترام کی نگاہ سے دیکہنا چہارم شوہر کی اطاعت کرنا اور ایسی نامناسب اوامر

باتین شوہر سے نہ کرنا جس کا نتیجہ رنج ہو پہنچے دشواری اور سختی اور تکلیف کے
وقت صلاحیت اور خوش مزاجی سے شوہر کے ساتھ پیش آنا تاکہ شوہر
کی بیدلی اور رنج رفع ہو۔ اور حکما کا قول ہے کہ عورات نیک وہ ہین جو
شوہر سے بہ محبت وشوق پیش آئین اور مثل لونڈیون کے خدمت وقناعت
کرین اور شوہر کے قرابتدارون کا پاس اور مروت کرین اور شوہر کے
دوستون کی مدارا وضیافت کرین۔ اور بدعورتین وہ ہین جو شوہر کی
اطاعت نہ کرین اور دشمنان شوہر کے سامنے شوہر یا خویشان شوہر کی
مذمت کرین اور مثل چورون کے مال شوہر مین طمع اور خیانت کو راہ دین
اور جو احیاناً انسان کسی عورت ناشائستہ سے مبتلا ہو جائے جسکو حق تعالی
نے ناشزہ فرمایا ہے اوسکا وہی علاج کرے یعنے اللہ تعالی فرماتا ہے
واللّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن
فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا
اور جن کی بدخوئی کا تمکو ڈر ہو تو اون کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے مین اور
مارو پھر اگر تمہارے حکم مین آوین تو مت تلاش کرو اون پر راہ الزام کی
بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا۔ نشوز کہتے ہین ارتفاع کو ناشزہ وہ
عورت ہے جو خاوند پر مرتفع ہو خاوند کے تارک ہوا وسکے ساتھ بدخوئی
کرے ایسی عورت کا علاج اللہ تعالے نے تین طرح پر فرمایا ہے اول

نصائح کرے اور شوہر کی نافرمانی کرنے کے عذابون کو سُنا دے کہ فرمایا
رسولؐ خدا نے جو عورت اپنے شوہر کو ناراض کرکے علٰحدہ سوئے تو فرشتے
اوس پر لعنت کرتے ہین اور اسی طرح شوہر کے مراتب سمجھائے اگر وہ اس سے
متاثر ہو اور نصیحت کو قبول نہ کرے تو دوسرا علاج یہ ہے کہ اوس سے
جدائی اختیار کرے لفظ ہجر کی مراد مین قدما کا اختلاف ہے ابن عباس
نے فرمایا ہے کہ ہجر یہ ہے کہ عورت سے جماع نکرے ایک بستر پر سوئے
مگر پیٹھ پھیر کر ضحاک اور عکرمہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ بات کرنی
چھوڑ دی جاوے اور ابراہیم اور محمدؐ بن کعب نے کہا کہ ہم بستری ترک
کر دے مگر رہے ایک ہی مکان مین بعض الفاظ بعض احادیث کے
اسکے موید ہین وَلَا یُھْجِرُ اِلَّا فِی الْبَیْتِ یعنے عورت سے جدائی
نہ کی جائے مگر گھر کے اندر اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ جو امر عورت پر
زیادہ شاق ہو وہ اختیار کیا جاوے پس جن کے نزدیک عورت
کے بستر پر رہنا اور اوس سے مخاطب نہونا عورت پر زیادہ شاق ہے
اونھون نے واہجروہن سے یہی مراد لی ہے اور جن کے نزدیک عورت
سے علٰحدہ ہو کر دوسرے گھر مین رہنا عورت پر زیادہ شاق ہے اونھون
نے واہجروہن سے یہی مطلب لیا ہے امام عسقلانی فرماتے ہین وَالْحَقُّ اَنَّ
ذٰلِکَ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَحْوَالِ فَرُبَّمَا کَانَ الْھِجْرَانُ فِی الْبُیُوْتِ اَشَدَّ عَنِ الْھِجْرَانِ

فی غیرھا و بالعکس بل الغالبُ فی غیرا لبیوتِ الم للنفوسِ خصوصًا
النساءُ لضعفِ کھُو سیھن پس اگر کوئی شخص عورت سے جدائی
کرنے مین سفر کو اختیار کرے اس خیال سے کہ یہ زیادہ اوسپر شاق ہوگا
تو یہ بھی واہجرہن کے تحت مین داخل ہے گو ظاہر آیت سے ترکُ الدخول علیھن
والاقامۃ عندھن سمجھا جاتا ہے اور بعض نے اہجروہن کے یہ معنی لئے ہین
کہ ہجر بضمہ ہا سے مشتق ہے اور اوسکے معنی کلام قبیح کے ہین یعنے اغلظو
الھن فی القول یعنے اگر وہ نصیحت قبول نکرین تو اون سے سخت کلامی کرو
اور بعض نے کہا ہی کہ اہجروہن کا مشتق ہے ہجار سے وھو الحبل الذی یشدّ بہ البعیر
یعنے ہجار اوس رسّی کو کہتے ہین جس سے شتر یعنے اونٹ باندھا جاتا ہے
پس معنی یہ ہوئے اوثقوھن فی البیوت واضربوھن۔ یعنے اگر
نصیحت نہ مانین تو اون کو گھرون مین بند کرکے مارو طبری یہی معنی لیتے
ہین اور اس حالت مین یہ دو ہی شکلین ناشزہ کے علاج کی ہین تیسرا
علاج یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا علاج اثر نہ کرے تو اون کو مارو اور یہ آخری
علاج ہے لیکن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سخت نہ مارو جس سے
ہڈی ٹوٹ جائے یا زیادہ چوٹ آئے پھر عاقل کو چاہئے کہ نااہل عورت
کے فتنہ سے بچے کیونکہ عورات نالائق کا فتنہ بہت سخت ہے فرمایا رسولخدا ؐ
نے اِنَّ الفتنۃَ بالنساءِ اشدُّ من الفتنۃِ بغیرھن۔ یعنے عورتون کا فتنہ

بہت سخت ہے دوسرے فتنون سے اور بعض حکما نے کہا ہے کہ عورتین سراپا شر ہین اور زیادہ شر یہ ہے کہ جو اونکے ساتھ مبتلا ہو کیونکہ یہ ناقص العقل والدین ہین مرد کو اون کامون مین مصروف کرتی ہین جن مین دین اور عقل کا نقصان ہو مثلاً دین کے کامون سے پہیرنا اور دنیا کے کامون مین لگانا اور یہ اشد فساد ہے وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ النِّسَاءُ شَرٌّ كُلُّهُنَّ وَأَشَرُّ مَا فِيهِنَّ عَدَمُ الِاسْتِغْنَاءِ عَنْهُنَّ وَمَعَ أَنَّهَا نَاقِصَةُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ تَحْمِلُ الرَّجُلَ عَلَى تَعَاطِي مَا فِيهِ نَقْصُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ كَشُغْلِهِ عَنْ طَلَبِ أُمُورِ الدِّيْنِ وَحَمْلُهُ عَلَى التَّهَالُكِ عَلَى طَلَبِ الدُّنْيَا وَذٰلِكَ أَشَدُّ الْفَسَادِ فتح الباری شرح کا شعر بھی ایسی عورات کے حال مین ہے۔

زن بد در سرائے مرد نکو ۔۔۔ ہمدرین عالم است دوزخ او

اور حالت حیض مین طلاق حرام ہے اور اگر بعد پاک ہونے کے مقاربت کی تو بھی حرام ہے اور بعد طلاق دینے کے عورت مطلقہ کو کچہ تحفہ کے طور پر دینا چاہیے تاکہ اوس کا دل خوش ہو اور سبب طلاق کو کسی سے بیان نہ کرے کہ مسلمان پر افشاء راز حرام ہے۔ اور جب انسان بحکم شرع شریف دوسرا عقد کرے کہ شریعت نے چار تک جائز کئے ہین اس سے عورت کو بباعث کم عقلی رشک ضرور ہوتا ہے اور رشک سبب فساد ہے اس صورت مین انسان مواسات کا خیال مساوی رکھی اور مساوی سے یہ مراد ہے کہ ایک رات کو ایک کے پاس رہے اور دوسری مین دوسرے

کے پاس مگر مباشرت اور میلان قلب کا برابر ہونا امر اختیاری
نہین کیونکہ یہ قلب سے متعلق ہے جس پر خدا قادر ہے نہ انسان
اور جو شخص متعدد ازدواج رکھتا ہو اور سفر مین کسی زوجہ کو ساتھ
لے جانا چاہیئے تو لازم ہے کہ قرعہ اندازی کرے اور
جس کے نام قرعہ آئے اوس کو ساتھ لے جائے ورنہ مصلحت
سفر پر نظر کر کے جس کو مناسب اور لایق انجام کار سفر کے مناسب سمجھے بلا
رعایت ساتھ لیجا... ے۔ اور حکماے عرب کہتے ہین کہ پانچ قسم کی عورتون سے
احتراز کرنا چاہیئے یعنے حنانہ۔ منانہ۔ انانہ۔ کیتہ القفا۔ خضرا الدمن حنانہ وہ ہے
جو دوسرے شوہر سے اولاد رکھتی ہو اور شوہر حال کے مال پر پرورش
کرے۔ اور منانہ وہ ہے کہ پہلے سے اوسکو تمول ہو اور اپنے مال کا احسان
شوہر پر رکھے اور انانہ وہ ہے کہ پہلے شوہر کو شوہر حال پر تفوق دے
اور ہمیشہ اوسکی شکایت اور واویلا کرتی رہے اور کیتہ القفا وہ ہے
جو صاحب عفت نہو اور غیبت شوہر مین اپنی بد دامنی کا داغ شوہر پر رکھے
اور خضرا الدمن اوس عورت جمیل کو کہتے ہین جو بد اصل ہو جسکی نسبت
حدیث مین آیا ہے کہ نگاہ رکھو اپنے کو اوس عورت با جمال سے جو
بد اصل ہو کیونکہ جو چیز گوبر اور کرکٹ کوڑے سے پیدا ہوتی ہے
اوس مین نیک اثر نہین ہوتا اور فرمایا حق سبحانہ تعالے نے

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ یعنے مرد کو عورت پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیئے - اور
اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَۃِ
یعنے بدبخت ہے غلام زوجہ کا کیونکہ زوجہ کو چاہیئے کہ شوہر کی لونڈی ہو کر
رہے چنانچہ بعض کتب فقہ میں دیکھا ہے کہ حضور نبوی نے حضرت فاطمہ زہرا
صلوٰۃ اللہ کا نکاح کیا تو وقت رخصت گیارہ نصیحتیں فرمائیں کہ جب علیؑ کے
گھر پہونچنا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر اندر قدم رکھنا دوم جب سخن
مکان میں داخل ہونا کسی لکڑی خواہ تختہ چوبی پر بیٹھنا اور کھیلیں کھنی ہولی
سر پر ڈالنا سوم اپنے دونوں پانوں دہو کر اس پانی کو چہار گوشہ
مکان میں چھڑکوا دینا چہارم ہمیشہ دُھلے ہوئے تازی کپڑے پہنے رہنا
پنجم ہمیشہ سُرمہ دونوں آنکھوں میں لگانا ششم بغیر تیل کے سر اور
بدن نہ دہونا اور جب علی تیری طرف دیکھے تو اپنی نگاہ نیچی کر لینا ہفتم مثل
کنیزک زرخرید کے اطاعت کرنا ہشتم ہمیشہ عطر ملنا نہم جب علیؑ سے
کلام کرنا مسکرا کر خندہ روئی سے دہم سات روز تک کوئی تلخ اور ترش
چیز مثل سرکہ وغیرہ کے نہ کہانا یازدہم سات شبانہ روز ایک جگہ رہنا
جو عورت نصائح مسطورہ پر عمل کرے وہ اپنے شوہر کے نزدیک محبوب تر
ہو اور کتب فقہ میں ہے کہ شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اوسکے
والدین کے گھر جانے دے اور جو وہ آئیں تو اون سے نہ ملنے دے

مگر باران مہینہ دو مہینہ یا سال مین ایک دو دفعہ جانے اور آنے کو نہ روکے
اور دوسرے اہل قرابت محرم کے ہان بھی جانے اور آنے کی گاہ گاہ
اجازت دے اور کثرت ملاقات یعنے روزمرہ ملنے سے مانع ہو چونکہ
نکاح کے معاملات اور عورات کے ضروری حالات تحریر ہو چکے مگر ایک
امر جو عورتون سے متعلق ہے اوس کا بھی بیان مناسب ہے جو اکثر
عوام مین شایع اور بعض خواص مین بھی جاری ہے یعنے عورتون کو
منحوس سمجھنا اور اونمین بدفالی ماننا یہ امر تو ظاہر ہے کہ اسلام نے
تطیّر اور تشاؤم یعنے شگون اور بدفالی کو منہدم کر دیا جاہلیۃ عرب مین یہ
امور جاری تھے رسولؐ خدا نے عموماً فرمایا لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ یعنی شگون و
بدفالی اور بیماری کا لگ جانا کوئی چیز نہین پس اسکی برائی ظاہر کرنا کچھ ضرور
نہین ہان یہ دیکھنا چاہیے جسپر اکثر عوام اور بعض خواص کا خیال ہے کہ
شرع نے تین چیزون مین بدشگونی اور نحوست کو لیا ہے۔ **عورت** ۔
گھوڑا۔ مکان ۔ اور بعض حدیث بھی بظاہر اس خیال کے موید مین چنانچہ
حضرت ابن عمر سے مروی ہے اِنَّمَا الشُّؤْمُ فِی ثَلٰثَۃٍ فِی الْفَرَسِ وَالْمَرْأَۃِ وَالدَّارِ
یعنے بدشگونی تین چیزون مین ہے گھوڑے مین عورت مین گھر مین اسی
حدیث سے لوگون کا خیال ہے کہ شرع نے بھی ان تین چیزون مین
بدشگونی قائم کی ہے اس کا یہ حال ہے کہ بعض ائمہ دین نے اس کا

یہ جواب دیا ہے کہ ترمذی کی حدیث مین ہے کہ لَا شُؤمَ فِی الْمَرأَۃِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ یعنے نہین ہے بدشگونی عورت اور گھر اور گھوڑہ مین پس یہ حدیث معارض ہے حدیث مذکور کی اور قاعدہ مسلمہ ہے اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا جب دو امر معارض ہونگے دونون اپنے مرتبہ سے گر جائینگے لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ حدیث ترمذی کی ضعیف ہے اور حدیث مذکور قوی ہے اور ضعیف قوی کی معارض نہین ہو سکتی پس حدیث اول ہی قابل سند ہے نہ دوسری اور حضرت عائشہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ابن عمر کو تمام و کمال حدیث یاد نہین رہی اول کے الفاظ بھول گئے وہ جس وقت رسول خدا کے پاس آئے تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُودَ یَقُولُونَ الشُّؤمُ فِی ثَلٰثَۃٍ فِی الْفَرَسِ وَالدَّارِ وَالْمَرأَۃِ یعنے قتل کیوے اللہ یہود کو کہ وہ کہتے ہین بدشگونی ہے گھوڑہ اور گھر اور عورت مین اونکو اول کا جملہ یاد نہ رہا مگر یہ جواب بھی قابل اطمینان نہین کیونکہ صرف ابن عمر نے اس حدیث کو بیان نہین کیا اور بھی صحابہ اس مین شریک ہین مثل ابوہریرہ و سہل ابن سعد وغیرہما پس اگر بالفرض ابن عمر اول بھول گئے تو یہ صحابہ کیون بھولے اونھون نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اصل جواب اس کا یہ ہے کہ رسول خدا نے فرضی طور پر فرما دیا ہے کہ اگر بدشگونی کی کچھ اصلیت ہوتی تو ان تین چیزون مین ضرور ہوتی یعنے حقیقت مین

بطالت

بیکار اور معطل رہنے کو کہتے ہین اور اللہ جل شانہٗ نے انسان کو صورت لطیف
اور طبع ظریف اسواسطے عطا نہین کی کہ وہ اپنی ذات کو عاطل بناوے یا لہو لعب
شطرنج و چوسر وغیرہ مین اپنی اوقات عزیز کو ضایع کرے خداے عزوجلا نے فرمایا ہی
وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا یعنے کیا ہمنے رات کو پردہ دار اور
کیا ہمنے دن کو وقت معاش پس انسان کو واجب ہے کہ دنکو کارہاے معیشت
مین مصروف رہے اور رات کو بعد فراغ وبجا آوری احکام آلہی آرام کرے
اگر عالم ہے تعلیم و تعلم مین بسر کرے وعظ کہے عوام کو نصیحت کرے اگر طالب ہے
نیکون کی صحبت اختیار کرے جس پیشہ کا جو آدمی ہو اوس کام کو سیکھے اور اپنے
کام مین کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ بغیر کمال کے توقیر و منزلت نہین ہوتی

علاج حسد

اخلاق جلالی مین ہے کہ رذیلت حسد جہل اور حرص سے پیدا ہوتی ہے اور امام
غزالی فرماتے ہین کہ حسد کے اسباب مین سے ایک سبب یہ ہے حُبُّ الرِّيَاسَةِ و
طَلَبُ الْجَاهِ لِنَفْسِهِ یعنے حرص ریاست کی اور نفس کے واسطے عزت کی خواہش کرنا
اور حسد اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کا زوال نعمت چاہنا اور اوس نعمت کا حصول
اپنی ذات کے واسطے مخصوص کرنا تفسیر کبیر مین امام لکہتے ہین اَلْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ فِي
حَقِيقَةِ الْحَسَدِ إِذَا أَنْعَمَ اللهُ عَلَى أَخِيكَ بِنِعْمَةٍ فَإِنْ أَرَدْتَ زَوَالَهَا

فَهٰذَا هُوَ الْحَسَدُ یعنے حقیقت حسد یہ ہو کہ تو اپنے بھائی کی نعمت کا زائل ہونا چاہے اسی کو حسد کہتے ہین وَاِنْ اشْتَهَیْتَ لِنَفْسِكَ مِثْلَهَا فَهٰذَا هُوَ الْغِبْطَةُ وَالْمُنَافَسَةُ اور اگر خواہش کرے تو اسبات کی کہ اس نعمت کی مثل مجکو بھی حاصل ہوتی بغیر ارادۂ زوال نعمت کے تو اسکا نام غبطہ ہے اور منافسۃ اَمَّا الْاَوَّلُ فَحَرَامٌ پس اول یعنے حسد حرام ہے وَاَمَّا الثَّانِیْ فَلَیْسَتْ بِحَرَامٍ اور لیکن ثانی یعنے غبطہ پس نہین ہے حرام پھر حسد کے مراتب ہین اَلْاُوْلٰی اَنْ یُّحِبَّ زَوَالَ تِلْكَ النِّعْمَةِ عَنْهُ وَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ لَا یَحْصُلُ لَهٗ ۔ پہلا یہ کہ نعمت کا زائل ہونا اپنے بھائی سے چاہے خواہ اپنے واسطے حاصل ہو یا نہو وَهٰذَا غَایَةُ الْحَسَدِ اور یہ مرتبہ حسد کا اول درجہ کا ہے وَالثَّانِیَةُ اَنْ یُّحِبَّ زَوَالَ تِلْكَ النِّعْمَةِ عَنْهُ اِلَیْهِ اور دوسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ اپنے بھائی سے زوال نعمت چاہے اور اپنے واسطے اوسکا حاصل ہونا مقصود ہو۔ اور حسد مین قوت شہوی بہت ہے اگر وہ دوسرے کے رنج پہونچانے کی غرض سے ہو تو رذائل عقبیٰ مین ہے اور مرض حسد بدترین امراض روحانی سے ہے کیونکہ حاسد دوسرون کی نعمت اور کار خیر سے ملول ہوتا ہے اور آتش حسد سے خرمن حسنات کو جلاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلْحَسَدُ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ۔ یعنے فرمایا رسول خدا نے حسد کہا لیتا ہے نیکیون کو جس طرح آگ کہا لیتی ہے لکڑی کو۔ انس بن مالک سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

نے مت بغض رکھو ایک دوسرے سے مت دشمنی کرو ایک دوسرے سے اور رہو
اللہ کے بندون مین بھائیون کی طرح اور نہین حلال ہے کسی مسلمان کو چھوڑ دے
اپنے بھائی کی ملاقات تین دن سے زیادہ۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ بغیر عذر
شرعی کے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے خفا رہنا حرام ہے اور جب سلام
و پیغام یا خط و کتابت باہم جاری ہو جاوے تو خفگی جاتی رہی اور گناہ نہ رہا بشرطیکہ
ایذا دینے کا خیال نہ رہا ہو اور جب حسد کا اثر معلوم ہو تب ہاتھ اور زبان کو اوسکے
ارتکاب سے روکے کیونکہ دین و دنیا کا باعث نقصان حاسد ہے اور محسود کے
نفع کا سبب امام فخر رازی تفسیر مین فرماتے مین۔ اَلْمَسْئَلَةُ السَّادِسَةُ فِي الدَّوَاءِ
الْمُزِيْلِ الْحَسَدِ وَهُوَ اَمْرَانِ اَلْعِلْمُ وَالْعَمَلُ یعنی حسد کے زائل کرنیکی دو دوا ہین علمی اور عملی۔ اَمَّا الْعِلْمُ فَفِيْهِ
مَقَامَانِ اِجْمَالِيٌّ وَتَفْصِيْلِيٌّ اور علمی دوا دو قسم کی ہے اجمالی اور تفصیلی اَمَّا الْاِجْمَالِيُّ فَهُوَ اَنْ يَعْلَمَ
اَنَّ كُلَّ مَا دَخَلَ فِي الْوُجُوْدِ فَقَدْ كَانَ ذٰلِكَ مِنْ لَوَازِمِ قَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدَرِهٖ
لِاَنَّ الْمُمْكِنَ مَالَمْ يَنْتَهِ اِلَى الْوَاجِبِ لَمْ يَقِفْ وَمَتٰى كَانَ كَذٰلِكَ فَلَا فَائِدَةَ فِي
النَّفْرَةِ عَنْهُ وَاِذَا حَصَلَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ زَالَ الْحَسَدُ یعنے دوا سے اجمالی یہ ہے کہ آدمی
اس امر کو جان لے کہ جو کچھ اس عالم مین واقع ہے مثلاً کسی کی حیات و ممات کسی کو
عیش و آرام یا کسی کو تکلیف و اسقام یہ سب مشیئت اور حکم خداے تعالی سے ہے
کیونکہ ممکن ہی نہین کہ بغیر ارادہ حق تعالی کے کوئی چیز عالم دنیا مین موجود ہو سکے اور
جب یہ سمجھ لیا تو پھر کسی کی عیش و آرام سے نفرت کرنا کیا فائدہ جب آدمی خدا کی

مشیت پر راضی ہو گیا تو خود بخود حسد زائل ہو جائے گا وَاَمَّا التَّفْصِیْلِیُّ فَھُوَ اَنْ
تَعْلَمَ اَنَّ الْحَسَدَ ضَرَرٌ عَلَیْكَ فِی الدِّیْنِ اور دوا ئے تفصیلی یہ ہے کہ تیرا حسد
کرنا تجھی کو نقصان پہونچاتا ہے دین مین اور دنیا مین پس دین مین کیونکر نقصان
پہنچتا ہے فَمِنْ وُجُوْہٍ پس بہت سے وجوہ ہین منجملہ انکے ایک یہ ہے (احدھا)
اِنَّكَ بِالْحَسَدِ کَرِھْتَ حُکْمَ اللّٰہِ وَمَازَعْتَہٗ فِی قِسْمَتِہِ الَّتِی قَسَمَھَا بِعِبَادِہٖ وَعَدْلَہُ الَّذِیْ
اَقَامَہٗ فِیْ مَلَکِہٖ بِخَفِیِّ حِکْمَتِہٖ وَھٰذِہٖ جِنَایَۃٌ عَلٰی حَدَقَۃِ التَّوْحِیْدِ وَ
قَذًی فِی عَیْنِ الْاِیْمَانِ پہلے یہ کہ تونے بوجہ حسد کے خدا تعالیٰ
کے حکم کو جو دوسرے کسی شخص پر عیش و آرام کا حکم دیا ہے برا جانا اور تونے جھگڑا
کیا خدا کی تقسیم مین جو اوسنے اپنے بندون مین اپنی پوشیدہ حکمتون کے سبب سے
عیش و آرام اور بلا اور وبا کو تقسیم کیا ہے اور یہ گناہ ہے باب توحید مین اور کوڑا
ڈالنا ہے ایمان کی آنکھ مین (وثانیھا) اِنَّكَ غَشَشْتَ رَجُلًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
فَارَقْتَ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ فِیْ حُبِّھِمْ لِعِبَادِ اللّٰہِ وَشَارَکْتَ اِبْلِیْسَ وَسَائِرَ الْکُفَّارِ
فِی مَحَبَّتِھِمْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْبَلَایَا۔ دوسرے یہ کہ جب تونے کسی مومن سے حسد
کیا تو اولیاء اللہ سے تو بدینوجہ جدا ہوا کہ وہ اللہ کے بندون کے واسطے بہتری
چاہتے ہین اور تونے نہ چاہی اور شیطان اور تمام کفار کا شریک ہو گیا اسوجہ سے
کہ وہ بھی یہی چاہتے ہین کہ مسلمان تکلیف مین رہین اور تونے بھی ایک مسلمان کی تکلیف کی خواہش کی (وثالثھا)
اَلْعَذَابُ الْعَظِیْمُ الْمُرَتَّبُ عَلَیْكَ فِی الْاٰخِرَۃِ تیسرے یہ کہ آخرت مین عذاب کا مستحق

ہوگا جو حاسدین کے واسطے اللہ تعالی نے مقرر کیا ہے وَمَا كَانَ ضَرَرًا
عَلَيكَ فِي الدُّنْيَا اور دنیا مین حسد تجھکو کیا نقصان پہونچاے گا فَهُوَ اَنَّكَ
بِسَبَبِ الْحَسَدِ لَا تَزَالُ تَكُوْنُ فِي الْغَمِّ وَالْكَمَدِ وَاَعْدَاؤُكَ لَا يُخَلِّيْهُمُ اللّٰهُ
مِنْ اَنْوَاعِ النِّعَمِ فَلَا تَزَالُ تَتَعَذَّبُ بِكُلِّ نِعْمَةٍ تَرَاهَا وَتَتَاَلَّمُ بِكُلِّ
بَلِيَّةٍ تَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَتَبْقٰى اَبَدًا مَغْمُوْمًا مَهْمُوْمًا فَقَدْ حَصَلَ
لَكَ مَا اَرَدْتَ حُصُوْلَهُ لِاَعْدَائِكَ وَاَرَادَ اَعْدَاؤُكَ حُصُوْلَهُ
لَكَ فَسَعَيْتَ فِي تَحْصِيْلِ الْمِحْنَةِ لِنَفْسِكَ یعنے دنیا مین یہ نقصان
ہے کہ ہمیشہ تو بسبب حسد کے غم اور رنج مین پڑا رہے گا کیونکہ تیرے دشمنون پر
حق تعالی کی ہر قسم کی نعمتین نازل ہوتی رہتی ہین بس جس نعمت کو تو دیکھے گا اوسی
قدر عذاب مین پڑے گا مثلاً آج اونکو کھانا عمدہ ملا اب تجھکو تکلیف ہے یا اونکو
کپڑہ اچھا ملا تجھکو اس کا رنج ہے یا اونکو دفینہ مل گیا یا نوکر ہو گئے تجھکو غم ہوا یا
اونکی تعظیم لوگ کرتے ہین تجھکو ملال ہے اور جس بلا سے تو اون کو بچتے ہوے
دیکھے گا اوسیقدر تجھکو الم ہوویگا یا وہ گھوڑے پر سے گرے اور چوٹ نہ آئے
اس کا تجھے صدمہ ہوگا یا چور دان سے مال اون کا محفوظ رہا تجھے اس کا ملال
ہوا اب تو سمجھ لے کہ تو نے اپنے کو اوس امر مین مبتلا کیا ہے جس کو اپنے دشمنون
کے واسطے چاہتا تھا اور تیرے دشمن تیرے واسطے یعنے تکلیف اور رنج بس تو نے
خواہش تو کی تکلیف کی اپنے دشمنون کے واسطے اور سعی و کوشش کر رہا ہے

اوسکے حاصل ہونے کی اپنے لئے ۔ نوٹ: اِنَّ ذٰلِكَ الْغَمَّ اِذَا اسْتَوْلیٰ عَلَیْكَ اَمْرَضَ بَدَنَكَ وَاَزَالَ الصِّحَّةَ عَنْكَ وَاَوْقَعَكَ فِی الْوَسَاوِسِ وَنَغَّصَ عَلَیْكَ لَذَّةَ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ پہر جس وقت کہ یہ تخم تیری رگ وریشہ مین سما گیا پس مریض کردے گا تیرے بدن کو اور زائل کردے گا تیری تندرستی کو اور ڈال دے گا تجھکو وسوسون مین اور مکدر کردے گا تیرے کہانے اور پینے کی لذت کو یہ ہے دنیاوی ضرر پس حسد حاسد کے واسطے دین ودنیا مین باعث نقصان ہوا اور محسود کو نہ دنیا مین نقصان نہ دین مین کیونکہ کسی کے حسد سے اوسکی نعمت زائل نہین ہوسکتی فَاِنَّ کُلَّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ یعنے ہر شئے کی مقدار اللہ کے نزدیک ہے اور دین مین نقصان کا نہونا ظاہر ہے کیونکہ جو گناہ ہے حاسد کا ہے نہ محسود کا اور محسود کو دنیا مین بہی نفع ہے اور دین مین بہی ۔ اَمَّا مَنْفَعَتُهٗ فِی الدِّیْنِ فَهُوَ اَنَّهٗ مَظْلُوْمٌ مِنْ جِهَتِكَ لَاسِیَّمَا اِذَا اَخْرَجْتَ الْحَسَدَ اِلَی الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ بِالْغِیْبَةِ وَالْقَدْحِ فِیْهِ وَذِکْرِ مَسَاوِیْهِ فَهِیَ هَدَایَا یُهْدِیْهَا اللّٰهُ اِلَیْهِ یعنے محسود کو دین مین یہ فائدہ ہے کہ محسود مظلوم اور حاسد بوجہ حسد کے ظالم ہے پس جبکہ حاسد نے حسد اوسکے قول اور فعل سے کیا یعنی اوسکی غیبت اور تذلیل کی پس یہ ہدیہ ہے اللہ تعالی کی طرف سے کہ محسود کو حاسد کی نیکیان عطا کرتا ہے یہ نفع ہے محسود کو دین مین وَاَمَّا مَنْفَعَتُهٗ فِی الدُّنْیَا فَاعْلَمْ اَنَّ اَهَمَّ اَغْرَاضِ الْخَلْقِ مَسَاءَةُ الْاَعْدَاءِ وَکَوْنُهُمْ

مَغْمُومِیْنَ وَمَهْمُومِیْنَ وَلَاعَذَابَ اَعْظَمُ بِمَا اَنْتَ فِیْہِ مِنْ اَلَمِ الْحَسَدِ یعنے محسود کو دنیا مین یہ نفع ہے کہ تمام کی بڑی غرض یہ ہے کہ اونکے دشمن پامال اور مغموم ومعذب رہین چنانچہ ہر شخص برائی کے موقع پر نصیب دشمنان کہا کرتا ہے پس محسود کی غرض حاصل ہے کہ اوسکا دشمن حاسد ہمیشہ عذاب مین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد عاقل دشمن کی موت نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ یہ زندہ رہے اور بلا مین مبتلا اسی بنیاد پر کسی شاعر نے کہا ہے ؎

لَامَاتَ اَعْدَاؤُكَ بَلْ خُلِّدُوْا	حَتّٰى يَرَوْا مِنْكَ الَّذِيْ يَكْمُدُ
لَازِلْتَ مَحْسُوْدًا عَلٰى نِعْمَةٍ	فَاِنَّمَا الْكَامِلُ مَنْ يُحْسَدُ

پس اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے محسود کے لئے جو حاسد کے حسد سے زائل نہین ہوتی حاسد کو چاہئے کہ حسد کو زہر قاتل سمجھکر اسباب حسد کو دل سے نکال ڈالے اور حسد جو حکم کرے اوسکے خلاف عمل کرے ؎ سینہ بغض وحسد سے پاک رہے دل محبت مین دردناک رہے اور انواع حسد سے ایک نوع وہ ہے جو باہم علما مین ہو اور ایک دوسرے کے بتانے اور پڑہانے مین حسد کرے حالانکہ تعلیم وتعلم سے علم کو ترقی ہوتی ہے اور علاج اسکا قریب قریب علاج حزن کے ہے جسکا ذکر آگے آتا ہے اور غبطہ اوسکو کہتے ہین جو مثل دوسرون کے نعمت کے بلا نقصان اوسکے اسپنے واسطے چاہئے اگر خواہش امور دنیوی کے لئے ہے تو بقدر ضرورت جائز ہے اور زائد مذموم۔ اور اگر امور اخروی اور فضائل نفسانی

مین ہے تو مطلقاً محمود ہے کیونکہ اسکے واسطے بقا ہے اور سبب ترقی مدارج
وعقل اور جو اس پر عمل کرے وہ دوسرے امراض کے رفع کرنے پر بھی قادر ہوگا

علاج حزن

رنج نفسانی کا نام حزن ہے جو محبوب یا شئے مرغوب کے جانے سے انسان پر
طاری ہوتا ہے اور وہ حرص وطمع حصول خواہشہاے جسمانی اور لذات بدنی
سے متعلق ہے پس بحالت حزن وملال انسان غور کرے کہ دنیا مین کسی کو ثبات
وبقا نہین اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ امور عقلی ہین جس سے انسان کامل
ہوتا ہے اور جب اسپر یقین کامل حاصل ہوتا ہے تب طمع فاسد اور خیال باطل
خود دور ہوجاتا ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ سب گناہون کی اصل دنیا ہے اور
بعض حکما نے کہا ہے کہ جس نے دنیا کو پہچانا اوسکے دل مین کبھی رغبت ناجائز
نہوگی ؎ جمشید جز حکایت جام از جہان چہ برد ✤ زنہار دل مبند بر اسباب
دنیوی ✤ وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا ذَهَبًا وَالْاٰخِرَةُ خَزَفًا بَاقِيًا
لَكَانَتِ الْاٰخِرَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا فَكَيْفَ وَ الدُّنْيَا خَزَفٌ ۔

فانیا

اور فرمایا بعض اہل اللہ نے اگر ہوتی دنیا سونا فنا ہونے والا اور آخرت مٹی
باقی رہنے والی تو البتہ ہوتی آخرت بہتر دنیا سے حالانکہ خود دنیا مٹی ہے بہرحال
انسان کو چاہیئے کہ موجود پر خوش ہو اور جو ہو یا جاتی رہے اوسپر ملول نہو
اس صورت مین ہر شخص مسرور رہے گا اور زندگی بلاخلش بسر کرے گا اور

فرمایا رسول مقبول صلوۃ اللہ نے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰے بِحِکْمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ الرِّضَاءِ وَالْیَقِیْنِ یعنے اللہ تعالی نے اپنی حکمت و جلال سے سرور و شادمانی کو رضا اور یقین پر آراستہ کیا ہے۔ اگر چشم غور سے انسان ہر ملک اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر دہ کے آدمیون کو دیکھے اور اونکے احوال مین تامل کرے تو صاف معلوم ہوگا کہ ہر مفرد اور ہر گروہ جو چیز اپنے پاس رکھتا ہے وہ اوسپر خوش ہوتا ہے۔ اور حکیم بطلیموس نے کہا ہے کہ حریص ہمیشہ فقیر رہتا ہے اگرچہ تمام جہان کی دولت اوسکے پاس ہو اور قناعت انسان کو تونگر کردیتی ہے گو اوسکے پاس کچھ نہو

اے قناعت تونگرم گردان	ما وراے تو ہیچ نعمت نیست

اور سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے توانگری بدلست نہ بمال۔ اور رسول خدا نے فرمایا ہے لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ یعنے کثرت مال سے آدمی توانگر نہین ہوتا بلکہ دل کی قناعت سے آدمی توانگر ہوتا ہے وَقَالَ ابْنُ بَطَّالٍ مَعْنَے الْحَدِیْثِ لَیْسَ حَقِیْقَۃِ الْغِنٰی کَثْرَۃُ الْمَالِ لِاَنَّ کَثِیْرًا مِمَّنْ وَسَعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الْمَالِ لَا یَقْنَعُ بِمَا اُوْتِیَ فَھُوَ یَجْتَھِدُ فِی الْاِزْدِیَادِ وَلَا یُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَاْتِیْہِ فَکَاَنَّہٗ فَقِیْرٌ بِشِدَّۃِ حِرْصِہٖ وَاِنَّمَا حَقِیْقَۃُ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ وَھُوَ مَنِ اسْتَغْنٰی بِمَا اُوْتِیَ وَقَنَعَ بِہٖ وَرَضِیَ وَلَمْ یَحْرِصْ عَلَی الْاِزْدِیَادِ وَلَا اَلَحَّ فِی الطَّلَبِ فَکَاَنَّہٗ غَنِیٌّ حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ توانگری کی حقیقت کثرت مال نہین ہے کیونکہ بہت سے

اور بہت ہین جن کو اللہ نے مال دیا ہے لیکن وہ اوسپر قناعت نہین کرتے بلکہ کوشش
کرتے ہین اور زیادہ حاصل کرنے کے پس گویا وہ فقیر ہین بسبب حریص ہونے کے
بلکہ تونگری دل سے ہے اور دایکا تونگر وہ شخص ہے کہ قانع ہوگیا ہوا وسپر
جو کچھ اوس کے پاس سے ہے اور راضی ہوگیا ہوا وسپر اور نہین حرص کرتا زیادتی
کی اور نہین جستجو سے طلب مال مین اس صفت کے آدمی کو غنی اور تونگر کہتے
ہین کسی کا شعر ہے ؎ وَمَن یُنفِقُ السَّاعَاتِ فِی جَمعِ مَالِهِ * مَخَافَةَ فَقرٍ فَالَّذِی
فَعَلَ الفَقرُ اور حزن کوئی امر ضروری اور لابدی نہین بلکہ ایک حالت اختیاری
ہے کیونکہ جب کوئی مطلوب کسی کے پاس سے فوت یا ضائع یا تلف ہو جاے
تو اوسوقت دوسرون پر خیال کرے کہ وہ اس مطلوب سے قطعاً محروم ہین
اور پھر راضی و خوشنود ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مصیبت کو انسان چندروز
بعد بھول جاتا ہے اور وہ حزن ہنسی اور خوشی کے ساتھ بدل جاتا ہے
یا یون سمجھنا چاہئے کہ کوئی شخص مجلس ضیافت مین شریک ہوا اور ہر ایک کے
سامنے اطعمہ لذیذ چنے جائین اور جب اوسکی نوبت آئے تو وہ اپنے واسطے
مخصوص سمجھے اور جب داعی واپس لے تو اوسپر حزن اور رنج کرے اور نہ
سمجھے کہ اسباب دنیا داد الٰہی ہین کہ وہ تمام خلق پر اپنی نعمتون کو تقسیم کرتا ہے
اور جب چاہتا ہے مسترد کرلیتا ہے اسمین دولت ہو یا اولاد خواہ وجہ معاش
یا صحت و تندرستی پس عاقل کو چاہئے کہ امانت کے واپس ہونے پر حزن

وملال اور افسوس نہ کرے بلکہ شاکر برضا رہے ۔

بغض اور حرص

کا سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان دوسرون کی دولت و ثروت دیکھکر حریص ہوتا
ہے اور حرص باعث بغض ہوتی ہے اور حرص دو طرح کی ہے ایک لوگون سے
طمع کرنا دوسرے اپنے ہاتھ سے کسب کرنا اور اپنی قوت بازو سے کچھ
پیدا کرنا اور اوسپر قانع ہونا یہ عمدہ ہے مگر حق سبحانہ تعالی نے انسان کو حریص
خلق کیا ہے لہذا اشیاء مقبوضہ پر قناعت نہین کرتا اور سوائے قناعت کے
حرص کا روکنے والا کوئی نہین ۔

علاج

اس کا یہ ہے کہ انسان اپنے خرچ کو گھٹائے اچھی پوشاک کے مقابلہ مین موٹا اور
سستا کپڑا پہنے عمدہ کھانے سے قطع نظر کرے خشک روٹی اگر اپنی محنت سے
میسر آئے تو اوسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھے اور اوسپر قناعت کرے اور شکر خدا بجالائے
اور ایک روز کے خرچ کے واسطے جب ملجائے تو زیادہ کی حرص نکرے کہ حرص
انسان کو ذلیل کرتی ہے اور باعث بغض ہوتی ہے ۔ امام قرطبی فرماتے ہین
ہوجاتا ہے آدمی بسبب حرص کے فقیر النفس اور مبتلا ہوجاتا ہے امور رذائل
اور افعال خسائس مین بسبب دنائت ہمت و بخل کے اور مذمت کرتے ہین اوسکی
بہت آدمی اور کم ہوجاتی ہے قدر اوسکی پس ہوجاتا ہے احقر ہر حقیر سے اور

اول ہر ذلیل سے یَکُوْنُ فَقِیْرَ النَّفْسِ لِحِرْصِہٖ فَاِنَّہٗ یُوْرِطُہٗ فِیْ رَذَائِلِ الْاُمُوْرِ وَخَسَائِسِ الْاَفْعَالِ لِدَنَاءِ ہِمَّتِہٖ وَبُخْلِہٖ وَیَکْثُرُ بِیْنَ تَذَمُّمِہٖ مِنَ النَّاسِ وَیَصْغُرُ قَدْرُہٗ عِنْدَھُمْ فَیَکُوْنُ اَحْقَرُ مِنْ کُلِّ حَقِیْرٍ وَاَذَلُّ مِنْ کُلِّ ذَلِیْلٍ۔ اور قناعت مین مثاب ہوتا ہے اور چشمون مین وقار پاتا ہے اور ہمیشہ ایسے آدمیون کے حالات پر نظر رکھے جو دولت ومقدرت مین اوس سے کمتر ہون اور بزرگانِ دین کے حالات پر غور کرکے متنبہ ہوتا رہے تاکہ حرص دل سے رفع ہو اور بغض قلب مین جگہ نکرنے پائے ۔

علاج بخل

بخل کے علاج کا آسان طریق یہ ہے کہ انسان موت کو ہر وقت یاد رکھے اور خیال کرے کہ جو لوگ دولت چھوڑ کر مرے اونہون نے بعد مرون اوس سے کیا فائدہ اوٹھایا سوا اسکے کہ وہ غیرون کے ہاتھہ مین پہونچی اور اگر امساک سے یہ غرض ہو کہ بعد ہمارے روپیہ اولاد کے کام آئے گا یہ خیال محال ہے کیونکہ بار ہا دیکھا گیا ہے کہ اوس دولت سے اولاد متمتع نہین ہوئی بلکہ خدا نے اولاد کی نظرون سے اوسکو ایسا مخفی کیا کہ پس ماندگان نے سارا مکان مسکن کہود ڈالا اور متروکہ پدری سے ایک حبّہ نہ پایا اور بعض اولاد جن کے والدین محتاج تھے اور میراث پدری نہین رکھتے تھے اوتھون نے قدرتی دفینہ پایا یا اپنی قوت بازو سے اسقدر پیدا کیا کہ وہ اپنی ذات سے اہل دولت ــــــ اور

صاحب ثروت ہوگئے غرضکہ اللہ جلشانہ نے جسکو پیدا کیا ہے اوسکا رزق کم و
بیش معین کردیا ہے بے رزق کسی کو خلق نہین کیا اور جو اولاد خدا کی فرمانبردار
ہوتی ہے اوسکا خدا خود کفیل ہوتا ہے پہر فکر آئندہ پر بخیل بنا اور دنیا مین بدنام
ہونا اور عقبی کو خراب کرنا خلاف عقل ہے بخیل کی مذمت مین جو آیات واحادیث
وارد ہین اونمین غور کرکے انسان سوچے اور سمجھے اور خدا ورسول ؐ کی ناخوشی سے
بچے۔ صاحب تفسیر کبیر آیت ام لہم نصیب من الملک کے تحت مین فرماتے ہین۔

اِعلَم اَنَّ اللّٰہُ تعالیٰ وَصَفَ الیَہُودَ بِالجَہلِ الشَّدِیدِ وَہُوَ اعتِقَادُہُم اَنَّ عِبَادَۃَ الاَوثَانِ
اَفضَلُ مِن عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَوَصَفَہُم فِی ھٰذِہِ الاٰیَۃِ بِالبُخلِ وَالحَسَدِ فَالبُخلُ ہُوَ
اَن لَایَدفَعَ لِاَحَدٍ شَیئًا مِمَّا آتَاہُ اللّٰہُ مِنَ النِّعمَۃِ وَالحَسَدُ ہُوَ اَن یَتَمَنّٰی اَن لَایُعطِی
اللّٰہُ غَیرَہُ شَیئًا مِنَ النِّعَمِ فَالبُخلُ وَالحَسَدُ یَشتَرِکَانِ فِی اَنَّ صَاحِبَہُ
یُرِیدُ مَنعَ النِّعمَۃِ مِنَ الغَیرِ فَاَمَّا البُخلُ فَیَمنَعُ نِعمَۃَ نَفسِہِ عَنِ الغَیرِ وَاَمَّا
الحَاسِدُ فَیُرِیدُ اَن یَمنَعَ نِعمَۃَ اللّٰہِ مِن عِبَادِہِ وَاِنَّمَا قَدَّمَ تِلکَ الاٰیَۃَ عَلٰی ھٰذِہِ
الاٰیَۃِ لِاَنَّ النَّفسَ الاِنسَانِیَّۃَ لَہَا قُوَّتَانِ القُوَّۃُ العَامِلَۃُ فَکَمَالُ القُوَّۃِ
العَالِمَۃِ العِلمُ وَنُقصَانُہَا الجَہلُ وَکَمَالُ القُوَّۃِ العَامِلَۃِ الاَخلَاقُ الحَمِیدَۃُ وَنُقصَانُہَا الاَخلَاقُ الذَّمِیمَۃُ
وَاَشَدُّ الاَخلَاقِ الذَّمِیمَۃِ نُقصَانًا البُخلُ وَالحَسَدُ لِاَنَّہُمَا مَنشَاٰنِ لِعَودِ المَضَارِّ اِلٰی عِبَادِ اللّٰہِ

جان تو تحقیق اللہ تعالیٰ نے آیت مقدسہ مین یہودیون کی جہالت کو بیان کیا
اون کے حاسد اور بخیل ہونے کو ظاہر فرمایا پس بخل اوسکو کہتے ہین کہ آدمی نہ دے

کسی کو اون نعمتون مین سے جو اللہ تعالی نے اوس کو دی ہین اور حسد اوس کو
کہتے ہین کہ حاسد تمنا کرے کہ اللہ سوا سے حاسد کے کسی کو کچہ نہ دے بس حسد
اور بخل دونون شریک ہین اس امر مین کہ حاسد اور بخیل سوا سے اپنے کسی کو نعمت
کا حاصل ہونا نہین چاہتا دونون مین فرق اسقدر ہے کہ بخیل اپنے پاس سے
نہین دیتا اور حاسد چاہتا ہے کہ اللہ کوئی نعمت اپنے بندون کو نہ دے پہر
امام فرماتے ہین کہ اوس آیت کو جسمین جہل کا ذکر ہے اس آیت پر جس مین بخل اور
حسد کا تذکرہ ہے کیون مقدم کیا اسوجہ سے کہ نفس انسانیہ مین دو قوتین رکھی
ہین ایک قوت عالمہ دوسری قوت عاملہ اور قوت عالمہ کمال علم ہے اور
نقصان اوسکا جہل ہے اور قوت عاملہ کا کمال اخلاق حمیدہ ہے اور نقصان
اوس کا اخلاق ذمیمہ ہین اور اخلاق ذمیمہ مین اشد ناقص بخل وحسد ہے کیونکہ یہ
دونون بندگان خدا کو نقصان پہونچانے کے سبب ہین پس عاقل کے واسطے
کافی ہے اسقدر نقص کا جان لینا۔ اور بخیل جب یہ سمجہ لے کہ مین عام کی نظر مین
ذلیل وحقیر ہون تو بخل سے کارہ ہوجاے اور جب عارضہ بخل علاج پذیر ہو
تب خرچ کرنے کی رغبت پیدا کرے اور عمل پر ہمہ تن متوجہ ہو جائے حضرت
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام دنیا کی دولت
نیک نیتی سے اپنے قبضہ مین رکھتا ہو تو زاہد ہے اور اگر تمام دنیا کو ترک کردے
اور نیت نہو تو زاہد نہین پس انسان کو چاہیے کہ جو کام کرے وہ اللہ کے واسطے

ہو یہانتک کہ کہانا کہانا پائخانہ کو جانا بھی عبادت ہے اور ہر حرکت مین انسان
ثواب پاتا ہے کیونکہ راہ دین مین سب کی حاجت اور ضرورت ہے فقط نیت
نیک ہونا چاہیئے اور نیت ارادہ کو کہتے ہین اور ارادہ قدرت کے تابع ہو اور
قدرت ارادہ سے متعلق اور ارادہ وہ ہے جو انسان کو کسی کام پر آمادہ کرے
اسی قصد کو نیت کہتے ہین اور ارادہ و قصد کے ایک معنی ہین اس سے یہ ثابت
ہوا کہ عمل بے نیت کے عبادت نہین اور نیت بے عمل کے عبادت ہے
کیونکہ عبادت بدن سے ہوتی ہے اور نیت دل سے ان دونون مین سے جس کو
دل سے تعلق ہے وہ بہتر ہے کیونکہ عبادت جسمانی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ دل
کی صفت بدل جاوے اور نیت سے یہ مقصود نہین کہ جسم کی صفت بدل جاے
بلکہ نیت کے لئے عمل ضرور ہی چنانچہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
نے اَلاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنے اعمال سرزد ہوتے ہین موافق نیت کے اس سے یہ مراد
نہین کہ معصیت نیک نیتی سے طاعت ہو جاتی ہے غلط ہے جیسے کوئی حرام
کے روپیہ سے مسجد بنواے اور سمجھے کہ میری نیت بخیر ہے یا اسلحہ کسی رہزن یا دزد کو
کو دے اور سمجھے کہ مین سخاوت کرتا ہون یہ بیہودہ خیال ہے نیت درحقیقت
ایک کشش اور رغبت نفس ہے جو دل مین پیدا ہو کر غالب ہو جاتی ہے زبانی
نیت اور اسمین بڑا فرق ہے۔

کذب

کذب منہیات شرعی سے ہے جو اسکا مرتکب یا عادی ہو اوسکو بموجب حکم شرع شریف کے سزا دینا چاہئے اگر سزا کا اختیار نہو تو زبان سے منع کرے اگر اس سے اثر نہو تو اوس سے ملاقات ترک کردے کیونکہ جھوٹ مبدء فساد ات ہے تفسیر کبیر مین تحت آیت الا عبادک منہم المخلصین کے فرمایا ہے یعنے شیطان نے خدا تعالے سے کہا کہ مین تیرے بندون کو گمراہ کردونگا مگر جو نیک بندے ہین اون پر میرا قابو نہوگا اِعْلَمْ اَنَّ اِبْلِیْسَ اِسْتَثْنَی الْمُخْلِصِیْنَ لِاَنَّهٗ عَلِمَ اَنَّ کَیْدَهٗ لَا یَعْمَلُ فِیْهِمْ وَلَا یَقْبَلُوْنَ مِنْهُ یعنے شیطان نے جو مستثنی کردیا نیکون کو اس غرض سے کہ اوس نے جان لیا کہ نیکون پر میرا قابو نہوگا وَ ذَکَرْتُ فِیْ مَجْلِسِ التَّذْکِیْرِ اِنَّ الَّذِیْ حَمَلَ اِبْلِیْسَ عَلٰی ذِکْرِ هٰذَا الْاِسْتِثْنَاءِ لَا یَصِیْرُ کَاذِبًا فِیْ دَعْوَاهُ فَلَمَّا احْتَرَزَ اِبْلِیْسُ عَنِ الْکَذِبِ عَلِمْنَا اَنَّ الْکَذِبَ فِیْ غَایَةِ الْخَسَارَةِ یعنے ہمنے وعظ مین بیان کیا تھا کہ شیطان نے جو نیک بندونکو اپنے قول سے علیحدہ کردیا اس غرض سے کہ وہ اپنے قول مین جھوٹا نہ ٹھیرے درحالیکہ شیطان نے جھوٹ سے احتراز کیا تو انسان کو اور زیادہ پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ جھوٹ نہایت بری چیز ہے۔ اور جھوٹ مین بڑا نقص یہ ہے کہ جھوٹے کو رویاے صادقہ نہین ہوتا کیونکہ جھوٹی باتون سے اوس کا دل نابینا ہوجاتا ہے بلکہ کاذب کو اوس عالم مین روئیت صحیحہ حق سبحانہ تعالی کی نہو گی یعنی وقت زیارت دیدار حق اوسکی نگاہ مین کاواک اور معرف نظر آئے گا جیسے

ناہموار آئینہ یا تلوار کے عرض و طول مین انسان اپنا منہ دیکھے اور حسن و جمال پوری طرح معلوم ہو غرضکہ دارین کے کامون کی اصل حقیقت دل کے ہموار ہونے پر منحصر ہے اور دل کا ہموار ہونا زبان کی راستی پر اور زبان کی راستی عادت کرنے پر موقوف ہے اور فرمایا حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ تین چیزین ایسی ہین کہ جن مین سے اگر ایک بھی انسان مین ہو تو وہ منافق ہے گو صوم صلوٰۃ کا پابند ہو ایک جھوٹ دوم وعدہ خلافی سوم خیانت یہ تین یا تین گناہ کبیرہ ہین اور فرمایا کہ جھوٹ سے رزق کم ہوتا ہے۔ اور کذب زیادہ تر اسلئے حرام ہوا ہے کہ دل مین اثر کرکے نور دل کو تاریک کرتا ہے مگر دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز کا مضائقہ نہین اور حضرت سرور کائنات علیہ الثنا و التحیات نے تین مقام پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے ایک جنگ مین جسکو خدع کہتے ہین دوم دو آدمیون مین صلح کرانے کے وقت سوم اپنی زوجہ کے خوش کرنے کے لئے باقی سب قسم کا دروغ گناہ کبیرہ ہے گو براہ تمسخر ہو اور بادشاہ کو چاہیئے کہ ایسے لوگون کی نگرانی رکھے۔ اسلئے محتسب مقرر کرے تاکہ وہ اون پر حد جاری کرے اور محتسب کو چاہیئے کہ ایسے لوگون کے جنکے افعال خلاف شرع ہون مطلقاً مروت اور رعایت نکرے۔

تکبّر

قریب قریب عجب کے ہے اور تکبر و عجب مین فرق عموم و خصوص کا ہے یعنے

جسکو اپنے کمال پر اعتماد و اعتقاد ہو وہ عجب ہے اور اگر اوس کا اظہار دوسرون
پر کیا جائے تو تکبر ہے۔

علاج

اسکا یہ ہے کہ نفس کو انواع نصایح سے زجر کرتا رہے اور فضیلت اور تواضع پر
نفس کو عادی کرے کہ ضد تکبر و عجب کی ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ انسان
متکبر شیطان کا دوست ہے۔ اور دوسری حدیث ہے کہ اگر انسان قربت اللہ تعالیٰ کا
خواہان ہو تو عاجزی اور انکسار کا شعار اختیار کرے اور حکما کا قول ہے کہ
اغنیا کو تکبر کرنا قبیح ہے اور فقیر کے لئے اقبح اور کسی انسان کو استحقاق تکبر نہین
کیونکہ تکبر منافی ہے احتیاج کے اور احتیاج سے کوئی نفس خالی نہین عام اس سے
کہ محتاج ہو یا غنی۔

بیحیائی

کی دو قسمین ہین ایک باطنی دوسری ظاہری۔ باطنی وہ ہے کہ فحش کامون
کی دل مین رغبت ہو اور بخوف بدنامی اونکو ظاہر مین نکرے اور موقع ووقت
کا جویا رہے اور فحش کے معنی ہین (حد سے گذرنا بدی کا) اور ظاہری یہ ہے
کہ انسان فواحش کا بخبر لاتحجر ابن جائے اور کسی شیخ وشاب سے نہ شرمائے
ماں باپ کی نصیحت کو خیال مین نہ لائے اور فواحش جمع ہے فاحشہ کی جس کے
معنی ہین (بدکار اور حرام کار عورتین اور بدی اور برے کام جنکا کرنا شرع شریف مین

ممنوع ہے) اونکو کئے جائے اور سمجھانے سے بھی نہ سمجھے اور نہ اون افعال لغو سے باز آئے اور زبان سے فاحش دشنام لوگون کو دیکر اون کے دل دکھائے اس کا انجام بخیر نہین ہوتا۔

علاج

اس معاملہ مین خوب غور کے ساتھ خیال کرو کہ نفس مثل جانور سواری کے ہے اگر مرکب خلاف مرضی راکب دوسری جانب کا قصد کرے جو خلاف مقصود ہے تو سوار کو لازم ہے کہ فوراً اوسکی باگ کو روکے اور قابو سے باہر نجانے دے اور وہ مرکب کون ہے آنکھ کیونکہ آنکھ ہی تمام فواحش کی باعث ہے جہانتک ہو سکے اوسکو نظارہ حسینان مہ جبین سے بچاے تاکہ مبدا شہوت نہو اسی واسطے حضرت سلطان الانبیا علیہ التحیت والثنا نے ایک نگاہ کا ڈالنا جائز فرمایا ہے اور **دوسری** نگاہ جو عمداً ہو اوسکو حرام کیا ہے۔ **دوسرا علاج** بیحیائی کا یہ ہے کہ نفس کشی کرے اور نفس کشی صائم الدہر ہونے سے ہوتی ہے جس سے بیحیائی جاتی رہتی ہے اور زبان کو دشنام سے بچائے کیونکہ حق تعالی نے انسان کو زبان واسطے ذکر اور تسبیح کے دی ہے نہ دشنام دہی کے واسطے لہذا زبان کو ایسے کلمات فحش سے روکے جس کے نتائج کا ذکر اوپر بحث امانت مین ہو چکا ہے اوسکو دیکھو اور عمل کرو۔

اتفاق

یہ وہ لفظ ہے کہ زمانہ ماقبل مین جسکے مصداق اہل اسلام ہی تھے اور دوسری
کوئی قوم اسکی مصدوق نہ تھی مگر افسوس ہے کہ معاندین کی ایسی نظر لگی کہ ہمارا اتفاق
شدہ نفاق ہوکر رفتہ رفتہ ایسا معدوم ہوا جیسے بدن سے روح نکلجاتی ہے اور
انسان مردہ اور بے حس و حرکت ہوجاتا ہے اور پہر کچھہ بنائے نہین بنتی اسی واسطے
مین مجبور ہون کہ اتفاق مثل اجسام کے نہین جسکی حسین صورت اس کاغذ پر بناکر
اور ناظرین کو دکھاؤن۔ مگر ہان اسقدر کہتا تو ضرور ہی کہ اتفاق کی خوبی آفکر سے
معلوم ہوتی ہے اور فکر سے مراد ہے طلب علم اور طلب علم سے مقصود ہے جاننا کسی
چیز کا مثلاً کسی کو اسپر واقف ہونا منظور ہو کہ قوت شخصی بہتر ہے یا قوت اجماعی اسکے
لئے دو باتون کا جاننا ضرور ہے کہ ایک آدمی مین قوت زیادہ ہوگی یا چندمین
جب یہ دو باتین معلوم ہوگئین تو تیسری بات یہ پیدا ہوئی کہ قوت اتفاق بہت
قوی ہے جسطرح گہانس کی ایک سینک کو بہت خوردسال بچہ توڑ ڈالتا ہے
اور جب بہت سی سینکون کو ایک جگہہ باندھکر جہاڑو بنادو تو اسکو بڑا قوی ہیکل
پہلوان بھی نہین توڑسکتا اور پہر وہ جہاڑو بڑے بڑے خس و خاشاک کے
ڈھیرون کو جہاڑکر صاف کردیتی ہے۔ چونکہ یہان اتفاق کے فوائد بیان
کرنا منظور ہین اسواسطے تمہید اس طرح کی جاتی ہے کہ اتفاق کے واسطے عفت
تقدم ہے کیونکہ پرہیزگاری سے پانچ دروازے انسان پر کہل جاتے ہین۔
حیا۔ قناعت۔ صبر۔ ظرافت۔ موافقت۔ اور ان قوتون

کے دو راستے ہین ایک افراط دوم تفریط جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے
اور وسط اسکا جو بال اور دم شمشیر سے بھی باریک ہے وہی صراط مستقیم ہے
اور بغیر اس کے نہ اتفاق ہوتا ہے نہ رہتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھو کہ اتفاق کا پیدا
کرنا چندان محال نہین کیونکہ جب انسان اپنی محنت اور کوشش سے سرکش
گھوڑے کو مطیع بنا لیتا ہے اور وحشی و موذی جانور کو رام کر لیتا ہے تو پھر کوئی
وجہ نہین کہ آدمی کوشش کرے اور اتفاق مین کامیاب نہو۔ ہان اسمین شک
نہین کہ ہر کام مین دو قسمین ہوتی ہین ایک وہ جسمین انسان کو اختیار نہین
جیسے کوئی یہ چاہے کہ کنار دشتی کے تخم سے آم کا درخت پیدا کرے یہ بے اختیاری
ہے لیکن آم کا درخت اوسکے تخم سے پیدا کرنا اور اوسکی حفاظت کرنا ممکن ہے
اور چونکہ طبائع کا اختلاف بھی کسی قدر اتفاق مین ہرج کرتا ہے کہ بعض نفوس
امور نا ملائم کے عادی و خوگر ہو گئے ہین اور اوسپر فخر کرتے ہین کہ ہمنے اتنے
آدمی قتل کئے اور اتنے ڈاکے ڈالے اور اس قدر شراب پی اور اسقدر زنان
فاحشہ سے زنا کیا اس خو بو کے انسان سے اتفاق مشکل ہے کیونکہ وہ لوازم عفت
سے متعلق ہے جو ضد ہے رذائل کی لپس جن لوگون کے عادات خلاف اخلاق
حسنہ کے ہو گئے ہین علما و فضلا کو واجب ہے کہ اونکی اصلاح کرین اون کو
نیک راہ بتائین اور برے کامون کی سزا جو دنیا و عقبی مین مقرر ہے اونکو سمجھائین
اور قہر الٰہی سے ڈرائین تا کہ کجی کو چھوڑ کر راستی پر آئین گو ابتدا مین اون طبیعتون

پر یہ نصیحت سخت ناگوار ہوگی مگر ناصح کو نصیحت سے دست بردار اور سبکدوش
ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی نے ہر نفس مین اسکی قابلیت رکھی ہے کہ وہ نیک بات
سنکر اوسپر عمل کرے اور بُرے کام کو چھوڑ دے اور عادت انسان کی آخر مین طبیعت
ہوجاتی ہے اور بوجہ لاعلمی کے وہ اون اشیا کا استعمال کرتا ہے جو مضر ہین مگر
ضرر نہین ہوتا اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ چیزین بسبب عادت کے موافق طبع ہوجاتی
ہین جیسے مٹی اور افیون وغیرہ کا کھانا کہ باوجود منافی مزاج ہونے کے پھر بغیر کھائے
چین نہین پڑتا یہ باعث لاعلمی ہے اسی طرح خدا کی معرفت اور طاعت مقتضائے
فطرت انسانی ہے اور خلاف اوسکا داخل بیماری جیسا فرمایا حق تعالی نے فِی
قُلُوبِهِم مَّرَضٌ یعنے اونکے دلون مین بیماری ہے۔ اور بیمار کے واسطے علاج
ضروری ہے اور ایسے بیمار قلبی کے واسطے نصائح سننے سے عمدہ کوئی دوا نہین اور
یہ ممکن نہین کہ سواے مرض الموت کے مریض کو دوا مفید ہو آج نہین کل کل
نہین تو ایک نہ ایک روز اوسکو شفا ضرور ہوگی اور جب مریض کو صحت ہوجائے
تو اوسکو اعتدال کی حفاظت چاہیے تاکہ وہ بیماری پھر عود نکرے یا کوئی دوسرا مرض مہلک پیدا ہوجائے لیکن افسوس
تو یہ ہے کہ علماے باعمل جو امراض قلبی کے طبیب اور راہ نیکی کے راہبر تھے انکو زمین نے پوشیدہ کردیا خالی راہ رہگئی قوم سعادت سے
محروم ہوگئی اور اس زمانہ مین جو عالم ہین اونپر دنیا کی محبت غالب ہے تو خلق اللہ
کو آخرت کی باتین کون بتائے اور راہ راست پر اونکو کون لگائے اور اتفاق پر
اونہین کون لائے۔ اور جو نفوس چند بندگان خدا سے اس قابل ہین وہ گاہ گاہ

اوامر ونواہی ثواب وعذاب بہشت و دوزخ کا حال بیان کرکے سامعین کو ڈراتے ہین اونکو راستہ پر لگاتے ہین مگر اتفاق کی نسبت کچہ ترغیب و تحریک نہین فرماتے اور یہ ظاہر ہے کہ بغیر اتفاق کے انسان کوئی کام نہین کرسکتا عام اس سے کہ اوسمین تعداد قلیل ہو خواہ کثیر کیونکہ یہ امر علی العموم ہر کس و ناکس اعلی اور ادنی پر بخوبی روشن ہے کہ احتیاج ایسی چیز ہے کہ جس روز سے انسان دنیا مین قدم رکھتا ہے اوسی روز سے محتاج غذا ہوتا ہے جس کا بار ایک مدت معین تک والدہ پر ہوتا ہے اور جب ہوش سنبہالتا ہے تب اوسکو غذاے انسانی کے پیدا کرنے کی حاجت ہوتی ہے جو صناعی سے متعلق ہے چنانچہ استحصال معاش کے بہت سے اسباب مسبب الاسباب نے دنیا مین مہیا کئے ہین جیسے **تجارت۔ زراعت۔ حرفت۔ ملازمت** وغیرہ اسی واسطے دنیا کو عالم اسباب کہتے ہین۔ ہرچند کہ تجارت عمدہ شئے ہی اور تاجر ہمیشہ آزادانہ طور پر بسر کرتا ہے وہ سوائے حکومت اعلی کے کسی سے نہین ڈرتا ہے جس سے مراد پابندی قانون وضابطہ ہے نہ قید احتیاج تاجر جس وساور مین جاتا ہے نئے نئے شہر دیکھتا ہے ہر قسم کے آدمیون سے معاملہ کرکے تجربہ حاصل کرتا ہے غرضکہ کسی طرح یہ پیشہ خلاف شرع نہین بشرطیکہ جھوٹ اور فریب اوسمین شامل نہو کیونکہ جب یہ علت تجارت مین ملجاتی ہے تب تجارت حرام ہوجاتی ہے ورنہ اکل حلال پیدا کرنے کا عمدہ طریقہ ہے اور

آسایش نفس کا بہترین وسیلہ ہے وہ خاص جو باعث تجارت کے مشہور
آفاق اوسکی دولت ہو یا کوئی نہ پہنچے نہ اوسکی عزت کو یا کوئی نہ پہنچے نہ اوسکی
ثروت کو یہ کامیابی جو اسمین پوری ہو یا قوم کو تمام ... سے دوری ہو یہ سب
مرفہ ہون قوم کے انسان ہے حدیث مین ایک معدن احسان ہے راست باز سوداگر
قیامت کے دن صدیقون اور شہیدون کے ساتھ اوٹھیگا اور جو شخص اپنے
اور اپنے اہل وعیال کے خرچ کے واسطے مال کافی رکھتا ہو اوسکو بمقابل تجارت
کے عبادت افضل ہے اور علماء متاخرین کا قول ہے کہ اس زمانہ مین بیشتر اموال
مشتبہ ہین اور تجارت مین جھوٹ کی عادت ہوگئی ہے اسواسطے تجارت مخدوش
اور زراعت افضل ہے اور حکما کہتے ہین کہ تجارت پر اعتماد نہین ہوسکتا کیونکہ وہ
منحصر ہے سرمایہ پر اور سرمایہ معرض زوال مین ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ تجارت
کو پسند کرتے ہین مگر اونکے اصحاب زراعت ہی کو بہتر کہتے ہین ہر آئینہ انتظام امور
معاش مین ہر انسان کو مستعد و مصروف رہنا واجبات سے ہے کیونکہ اللہ جلشانہ
نے ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا یعنے
کیا ہمنے راتکو پردہ دار اور کیا ہمنے دن کو وقت معاش پس وقت معاش کو بطالت
مین ضائع نکرنا چاہئے وہ ہے جان کے ساتھ کام انسان کے لئے + یعنی
نہین زندگی مین جسنے کام کئے + جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندون کی طرح + مردونکی
طرح جئے تو کیا خاک جئے۔ اور زراعت وصناعت وتجارت سے ملازمت

کبھی اچھی نہین کیونکہ ملازمت مجموعہ مصائب ہے آزادی اس سے سلب ہوتی
ہے آسایش قطعاً جاتی رہتی ہے مگر حکیم مطلق کی حکمت بالغہ کا مقتضا یہی ہے کہ
ہندوستان مین علی العموم سررشتۂ ملازمت کو مرغوب اور محبوب بنا دیا ہے
اور ہر شخص باوجود علم وفضل کے اسی کو تلاش کرتا پھرتا ہے اور دیدہ ودانستہ
آزادی کے پانون مین کلھاڑی مارتا ہے اور کل پیشون مین کوئی کام بغیر معاونت
وشرکت دوسرے کے نہین ہوسکتا اور انسان مثل اور حیوانات کے کہ اونکو پیشہ
سے کچھ غرض نہین اپنی غذا بغیر صناعت کے پیدا نہین کرسکتا اور یہ بھی ممکن
نہین کہ انسان روزانہ اوسی قدر پیدا کرے جو اوسی روز کے خرچ کے واسطے
کافی ہو اور جب ایک روز کے خرچ سے خدا نے زیادہ دیا تو لا محالہ اوسکی حفاظت کی ضرورت ہوئی
اور حفاظت کے لئے عورت منکوحہ سے بہتر کوئی نہین اور منکوحہ کے واسطے بموجب
حکم خدا پردہ کی حاجت اور پردہ داری کے واسطے مکان کا ہونا لابد گویا ہر طرح
حاجات اور لواحقات بشری مین افراط شروع ہوئی اور یہ احتیاج عموم کیواسطے
ہے جس سے کوئی فرد بشر خالی نہین اور کسی کو بغیر معونت کے چارہ نہین اور
معونت کے معنی ہین (مدد دینا) اور معونت تین قسم کی ہے **ایک** معونت
بالمادہ جوزی روح کے واسطے ضروری ہے کیونکہ غذا پہلے معدہ مین پہونچتی
ہے اور بعد ہضم خلاصہ اوسکا جس کا نام کیلوس ہے ازراہ عروق جگر مین
پہونچتا ہے اور بعد ہضم کبدی اوسکے خلاصہ سے چار خلط بنتے ہین یعنی **خون**

بلغم صفرا سوداء اور اخلاط مذکور کے خلاصہ سے خون بنکر رگون کے ذریعہ سے تمام بدن مین بہونچکر جزو اعضا ہوتا ہے۔ دوسرے معونت بالا آلہ جیسے غذا کے واسطے پانی کہ غذا بغیر رقت کے جذب نہین ہوتی اور پانی سے بہتر وغیرہ کوئی چیز نہین پس پانی آلہ قوت نفوذ غذا کا ہوا تیسرے معین بالخدمت یعنے معین ایک ایسا کام کرے کہ اوسکے کمال کا سبب ہو گو وہ کام جو خادم نے کیا ذات مخدوم کے واسطے ہو عام اس سے کہ خادم کو اوس سے فائدہ پہونچے یا نہ پہونچے جیسے اکثر علما و حکما نے کتابین انواع علوم مین تصنیف کین جس سے اونکو کوئی فائدہ ذاتی مقصود نہ تھا بلکہ عام خلق کو مستفید ہونے کے لئے اپنے اوپر محنت و مشقت گوارہ کی اسمین مصنفین نہ کسی کے خادم تھے اور نہ اونکا کوئی مخدوم تھا بلکہ نیت اونکی بخیر تھی کہ آئندہ نسلین اوس سے فیضیاب اور کامیاب ہون اور یہی آثار ہمدردی کے ہین ورنہ انسان اور جانوران درندگان مین کیا فرق ہے درندے بھی جب بھوکے ہوتے ہین اپنا پیٹ بھرنے کے لئے جاندار جانورون کو کھا جاتے ہین اور انسان کی خلقت محض جلب منفعت ذاتی کے واسطے نہین ہوئی بلکہ دوسرون کو فائدہ پہونچانے کے لئے کہ اشرف المخلوقات ہے ؎

پایۂ دین ہی استوار اس سے — دین و دنیا کا ہی وقار اس سے

اور انسان جس طرح اصدار افعال طبعی مین محتاج عناصر ہے اسی طرح حیوانات

مرکبات مین عاجز ہین مثل غذا ایکانے اور اوسکے دوسرے مصالح بہم پہونچانے
مین۔ پس ناطق و مطلق اپنی نوع مین مختلف ہوسے کیونکہ انسان کے واسطے
ترتیب غذا اور مسکن ولباس وسلاح واسباب وغیرہ کی ضرورت ہے کہ
بغیر اسکے کسی قسم کا پیشہ نہین ہوسکتا جیسے بڑہئی ولوہار وغیرہ کے واسطے
آلات کا ہونا درکار ہے اور یہ بھی ضروریات سے ہے کہ کوئی زراعت کرے
کوئی آہنگری کوئی نجاری کوئی کپڑہ بُنے کوئی دوخت کرے کوئی دہوے
اسی طرح اور سب صناعات مین مشغول ہون اور اپنے اپنے صناعات کا ایک
دوسرے سے بدل کرین اور معاملہ مین باخود بطریق ایمانداری اور عدالت کو نہ
چھوڑین اور معونت باہمدگر سے منہ نہ موڑین تاکہ اسباب معیشت مین خنہ نہ پڑے

اِس سے ہمت بلند ہوتی ہے آگے رونق دوچند ہوتی ہے

چنانچہ معونت یعنے مدد دہی کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے
شروع ہوا معارج النبوۃ مین لکھا ہے کہ جب حضرت آدم دنیا مین آئے تو ایک
مدت مدید تک تن برہنہ اور شکم گرسنہ رہے ایک روز جبریل امین بفرمان
رب العالمین زمین پر آئے اور حضرت آدم کا حال دریافت کیا حضرت نے
فرمایا کہ مین اپنے نفس مین اضطراب پاتا ہون جس سے عبادت کے لئے
اوٹھ نہین سکتا اور معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ اور گوشت مین چوئیان
رینگتی ہین جبریل نے جواب دیا کہ اسکو جوع یعنے بھوک کہتے ہین آدم نے کہا کہ اسکا علاج

جبرئیل نے جواب دیا کہ جلد اس کا علاج ہوگا خاطر جمع رکھو اور یہ کہکر غائب ہو گئے
چند روز کے بعد پہر جبرئیل امین بحکم احکم الحاکمین آئے اور دو نرگاو معہ رسی
و میخ کے ہمراہ لائے اور یہ سب سامان آدم کے سپرد کیا بعد اوسکے ایک شرارہ
جہنم سے لائے اور اوسکو سنگ و آہن مین قید کر دیا پہر تین دانے گندم کے
دئے حضرت آدم نے کہا کہ مین اسکو کہالون حضرت جبرئیل نے منع کیا اور کہا
کہ اسکو نگاہ رکھو کہ یہ بہوکمین کام آنے والی چیز ہے کہتے ہین کہ وزن ہر دانہ گندم
کا ایکہزار آٹھہ سو درم کے برابر تہا بعد اوسکے آدم نے حسب تعلیم و اعانت
جبرئیل لکڑی سے زمین کو کہودا اور دانہاے گندم کو بویا جب درخت نمودار
ہوئے چاہا اوسکو کہائین جبرئیل مانع ہوے اور کہا جب اسمین خوشہ آئے اور
خشک ہو جائے تب دانہ کو صاف کر کے پتہر سے پیسنا اور ایک گڑہا کہود کر
اوس مین آگ جلانا اور آٹا خمیر کر کے روٹی پکانا اور جب وہ سرد ہو جائے تب کہانا
چنانچہ حضرت آدم نے ایسا ہی کیا کہتے ہین کہ جو روٹی آپ نے پکائی وہ پانسو
گز کی مدور تھی جب آدم نے اوسکو کہانا چاہا تب جبرئیل نے روکا اور کہا کہ اسمین
سے پہلے حصہ حوا کا علٰحدہ کرو آدم نے اسیر یقین کیا اور حصہ حوا کا نکالا اوسی
دن سے بار نفقہ عیال انسان پر مترتب ہوا۔ اور چونکہ انتظام امور انسانی کا
معاونت پر قرار پایا ہے لہذا حکمت بالغہ نے افراد انسان کو ہمت اور طبیعت
مین مختلف خلق کیا تاکہ بعض صناعت شریفہ اور بعض صناعت خسیسہ کیطرف

میل وخواہش کرین۔ اگر سب توانگری اور محتاجی مین مساوی ہوتے تو کسی کو نفقہ میسر نہوتا کیونکہ ایک آدمی وقت واحد مین ہزار کام نہین کرسکتا ایک غذا کے تیار کرنے مین من ابتداے کاشت غلہ تا پخت نان ہزار چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر قوت تمیز اور عقل مین سب مساوی ہوتے تو سب ایک قسم کی صنعت کو اختیار کرتے اور دوسرے انواع معطل رہتے اور انتظام عالم مین فتور پڑتا چنانچہ حکمانے کہا ہے لَوْ تَسَاوَی النَّاسُ لَهَلَكُوا جَمِيعًا۔ یعنے اگر برابر ہوتے سب آدمی ہر آئینہ ہلاک ہوتے سب پس حکمت کا مقتضا یہ ہوا کہ بعض تدابیر صائب سے ممتاز ہون جیسے بادشاہ و وزیر و دیگر مدبران ملک اور بعض فضل قوت سے جیسے پہلوان اور بعض شوکت تمام سے یعنی شجاع اور بعض بہ کفائت یعنے پڑھنے لکھنے والے اور محاسب وغیرہ اور بعض تمیز وعقل سے خالی مثل ادوات یعنے خدمتگار دہقان وغیرہ چنانچہ اسی طرح پر قوام عالم اور نظام معیشت بنی آدم دیکھا جاتا ہے کہ کوئی کار جلیل اور کوئی کار ذلیل کیطرف مائل ہے اور اپنی اپنی جماعت مین سب خوش اور محظوظ ہین اس سے معلوم ہوا کہ احتیاج انسانی بغیر مدد دوسرے کے رفع نہین ہوسکتی اور معاونت بغیر اجتماع کے محال ہے اور اجتماع ہی کا نام تمدن ہے اور تمدن مشتق ہے مدینہ سے اور مدینہ موضع اجتماع اشخاص کو کہتے ہین جس مین ہر حرفت اور صناعت کے لوگ موجود ہون اور ہر قسم کے حاجات اور ضروریات ایک کی دوسرے سے رفع ہوتے ہون۔ اور اجتماع کے تین نوع ہین۔ اوّل

اجتماع منزل دوم اجتماع قریہ سوم اجتماع امت۔ اجتماع منزل جسکے معنی گھر کے
ہین مادہ اجتماع مدینہ کا ہے۔ اور اجتماع قریہ جس سے مراد موضع وگانون سے ہے
ناقص ہے اور ناقص کامل کی خدمت کے واسطے ہوتا ہے پس اجتماع قریہ خادم
اجتماع مدینہ کا ہوا۔ اور اجتماع امت جسکے معنی گروہ انسان و پیروان انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہین آلہ اور سبب مدینہ کا ہے اور یہی اجتماع اول درجہ
کا ہے اور اسی طرح ایک نوع دوسری نوع کی اعانت کے واسطے ہے چنانچہ
نباتات مادہ اعانت بعض حیوانات ہین کہ اونکو جانور کہاتے ہین اسی طرح
اعانت جانورون کی انسان کے ساتھہ ہے کہ اونکا دودہ اور گوشت اور
روغن کہاتے ہین اور اونکی شاخ و استخوان سے ہزارون قسم کی چیزین بناکر
صرف مین لاتے ہین اونپر سواری کرتے ہین غرضکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو
مدنی الطبع خلق کیا ہے تاکہ اہل عالم یعنے گروہ پراگندہ ومتفرق کو مجتمع کرے
اور جو لوگ تعریف تالیف سے علحدہ ہین اور تنہائی و تجرید مین زندگی بسر
کرتے ہین وہ اس فضیلت سے محروم ہین کیونکہ ابناے جنس سے وحشت کرنا
گوشہ مین بیٹھنا قوم کی رفع حاجات سے منہ موڑنا ہے اور بعض وہ لوگ ہین جو
مسجدون مین بیٹھہ رہتے ہین اور پہاڑون کے شگاف مین تنہا گذر کرتے
ہین اور اوسکو زہد و ورع سمجھتے ہین۔ اور بعض طریق اعانت مخلوق کو ترک
کرکے خلق کے بہروسہ پہ بیٹھہ رہتے ہین اور اوسکو توکل کہتے ہین۔ اور بعض

سیاحت کے نام سے وہ بدہ شہر بہ شہر پہرتے ہین اور کسی موضع و مقام پر
کسی سے موانست و اختلاط پیدا نہین کرتے اور کہتے ہین کہ ہم عالم کا حال
عبرت اور دنیا سے نفرت کرتے ہین اور اس کو فضیلت جانتے ہین حالانکہ
لوگ یا اور مثل ان کے اس صفات سے موصوف نہین ہو سکتے جیسکے وہ مدعی
ہین بلکہ اونہون نے بطور کسب کے اپنے رزق کا ذریعہ اور وسیلہ کر لیا ہے
یہ لوگ بندگانِ خدا کا کہانا کہاتے ہین لباس اونکا دیا ہوا پہنتے ہین نقدی
بہی جہانتک ملجاے لے لیتے ہین اور بحالت سیاحت لوگون کے مکانو نمین
ٹہرتے ہین اپنے سارے اخراجات کا بار اون پر ڈالتے ہین اور پہر کسی طرحکا
عوض ظاہری یا باطنی اون کے ساتھ نہین کرتے بلکہ اگر خدمت گذاری مین ذرا
فرق آگیا تو مکافات بد دعا سے کرتے ہین اور غضب و قہر آلہی سے ڈراتے
ہین اور عوام الناس اونکو اہل فضائل سے تصور کرکے بڑی بڑی خوشامد مین
کرتے ہین اور بڑی بڑی فرمایشون کے ادا کرنے مین زیر بار ہوتے ہین
حالانکہ اونہون نے نظام عالم اور کمال انسانی سے بالکل اعراض کیا ہے
بلکہ مردمان گوشہ نشین وغیرہ مثل جمادات اور مردون کے ہین کیونکہ اللہ تعالی
نے انسان کو جس غرض سے خلق کیا اوس سے اونکو انحراف ہے اور خصائل
و عادات بشری کو بقدر طاقت کام مین نہین لاتے پس ایسی عزلت اور
سیاحت سے اتفاق باہمی اور محبّت باہمی منبع کل فضائل ہے اور کار آمد

بنی نوع ہی چنانچہ ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ انسان دوست کا ہر
حال مین محتاج ہے حالت تن آسانی و راحت و فراغت مین بنظر مدد اسباب
صحبت و معاشرت اور حالت سختی و شدت مین بجہت امداد و معاونت چنانچہ
بعض بزرگان نے فرمایا ہے کہ چار قسم کے آدمیون کی آزمائش چار وقت مین ہوتی
ہے یعنے شجیع کی بوقت جنگ۔ اور امین و متدین کی ہنگام داد و ستد۔
اور مہر و فا ے زن و فرزند کی حالت عسرت و فاقہ مین۔ اور حقیقت دوستان
رنج و خستگی کے عالم مین ؎ مرا یار بابد در ایام غم ٭ بہ شادی نباید مرا یار کم
ان سب دلائل سے حاجت اتفاق کی ثابت ہو چکی اب رہا یہ امر کہ اتفاق کیا
چیز ہے اتفاق افراد احاد کے متفق ہونے کو کہتے ہین یعنے باہم خلوص کے ساتھ
ملکر رہنا۔ ملکر کام کرنا ہمجنسون کی بہتری مثل اپنی ذات خاص کے چاہنا۔ ذاتی
اغراض کو فائدہ قوم پر ترجیح نہ دینا۔ ہر کام مشورہ قوم سے کرنا۔ قومی نقصان کو
ذاتی نقصان سمجھنا۔ قومی نقصان کے رفع کرنے مین ہمہ تن مستعد ہوتا۔ اتفاق
کے فائدے عام و خاص مین مثل آفتاب کے روشن ہین جس قوم مین اتفاق
ہوتا ہے وہ قوم کا آدمی افلاس کے عارضہ مین مبتلا ہو جاے تو تمام قوم اوسکے
علاج مین مصروف ہو جاتی ہے اور اہل اتفاق دوسری قومونکی نگاہ مین
موقر اور مفتخر ہوتے ہین اتفاق کی قوت کو کوئی قوت نہین پہونچتی جس قوم مین
اتفاق ہوتا ہے اوسکو کوئی مغلوب نہین کرسکتا اور محبت و اتفاق دونون

ملکر ایسا اثر پیدا کرتے ہین جیسے غذا گرسنہ کے واسطے اور پانی تشنہ کے
واسطے اور ابر باران کھیت کے لئے اور زر نقد مفلس کے لئے اور لباس برہنہ
کے لئے اور تندرستی بیمار کے لئے ○ قوم مین گر ہو ہماری اتفاق +
دور ہو جائے جہان سے پہر نفاق + اسے خدا افراد کو کر متفق + تاکہ ہو امت
نبی کی چست و چاق + مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ مین اہل اسلام سے اتفاق
قطعاً رخصت ہوگیا ہے اسکے دو سبب ظاہری معلوم ہوتے ہین ایک نقص اخلاق
دوم مذاہب کا اختلاف کہ اہل اسلام مین تہتر فرقے ہوگئے ہین اور بعض
کتب مین نوّہ ۹۰ فرق پائے گئے اور ایک فرق دوسرے فرق کا دشمن تفصیل
مذاہب یہ ہے سنی و رافضی و شیعہ و اسحاقیہ و زیدیہ و عباسیہ
و امامیہ و ناوسیہ و متناسخیہ و لاعنیہ و راجعیہ و مرتضیہ و خارجیہ
و ازرقیہ و ریاضیہ و حلولیہ و ابدیہ و ثعلبیہ و خازمیہ و خلفیہ و کوزیہ
و کنزیہ و معتزلہ و میمونیہ و محکمیہ و سراجیہ و اخنسیہ و جبریہ و مضطریہ
و معیہ و تارکیہ و بحثیہ و متمنیہ و کسلانیہ و جبنیہ و خوفیہ و فکریہ و حسبیہ
و حجتیہ و قدریہ و احدیہ و ثنویہ و لیسانیہ و شیطانیہ و شرکیہ و وہمیہ
و رویدیہ و ناکسیہ و منیریہ و قاسطیہ و نظامیہ و متولفیہ و جہمیہ و معطلیہ
و متربصیہ و متراقبیہ و واردیہ و حرقیہ و مخلوقیہ و عبریہ و فانیہ و زنادقیہ
و لفظیہ و قبریہ و واقفیہ و مرجیہ و تارکیہ و شابیہ و راجیہ و شاکیہ و

وحشویہ ومشبہہ وبدعیہ واشتریہ وستتیہ و[illegible] و[illegible] وعمائیہ ونہمیہ
واشعریہ وبراہمیہ واباحیہ وباطنیہ وحالیہ ودہریہ و[illegible] وکرامیہ و
سوفسطائیہ وفلاسفہ وسمنیہ ووہابیہ ونیچریہ اوران میں سے بعض
کے اعتقادات یہ ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ امامت نماز بجز اولاد علی علیہ السلام کے دوسرے
کو زیبا نہیں کوئی زمین کو امام غائب سے خالی نہیں جانتا۔ کوئی کہتا ہے کہ
حضرت مرتضوی پھر رجعت کرینگے کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ مسلمان سے جنگ کرنا
درست ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ زکوۃ فرض نہیں۔ کوئی قرآن کو مخلوق بتاتا ہے
کوئی کہتا ہے کہ مردے کو صدقہ اور دعا سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ کوئی کہتا ہے
کہ حساب اور میزان کی کچھ اصل نہیں۔ کوئی وجود فرشتہ وشیطان کا قائل نہیں
کوئی کہتا ہے کہ فاسق فاجر کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ کوئی رویت حق کا قائل نہیں
کوئی کرامات اولیا کو نہیں مانتا۔ کسی کا اعتقاد ہے کہ حق تعالی کا حکم خلق پر
نہیں کوئی جزاے عمل اور اجر کو نہیں مانتا۔ کوئی خیر وشر دونوں کو منجانب اللہ
نہیں بتاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کسی کو کچھ دینا ضرور نہیں اپنے اپنے نصیب کا ہر
شخص پاتا ہے۔ کوئی بندہ کو فاعل ومختار جانتا ہے۔ کوئی فرض کا قائل ہے
اور سنت سے منکر۔ کوئی فعل کو بے مکافات سمجھتا ہے۔ کوئی دنیا کو فانی نہیں
جانتا۔ کوئی کہتا ہے کہ توبہ گنہگار کی قبول نہیں۔ کسی کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالی
کو شئے کہنا درست ہے بعض سوال وجواب نکیرین کے قائل نہیں بعض معراج

جسدی کو نہین مانتے۔ بعض عذاب قبر کے منکر ہین بعض محض روح کو ایمان
سمجھتے ہین۔ کوئی قیاس کو باطل کہتا ہے۔ بعض رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو مثل بڑے بھائی کے جانتے ہین۔ بعض توحید محض کو سبب نجات جانتے
ہین اور دیگر فرایض کو نہین مانتے ہین اس سے ضرور یہ معلوم ہوتا ہے کہ توحید
و رسالت جو اصول مذہب سے ہے اوسکا بظاہر کوئی منکر نہین اگر اہل اسلام
مین باہم جھگڑہ ہے تو اکثر فروع مین جسکو دینیات کے سوا امور دنیوی سے
کچھ واسطہ نہین لیکن فروع سے نماز و روزہ کے مسائل نہ سمجھ لئے جائین یہان
فروع مقابل توحید اور رسالت کے کہا گیا ہے جسمین بعض ضروریات دینی بھی ہین
جیسے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار یا ملائکہ کے وجود خارجی سے انکار وغیرہ وغیرہ کہ محض کفر
ہین اور اتفاق بمقابل دین کے امور دنیوی مین زیادہ کارآمد ہے اور دین کو
قوی کرنے والا اور نص قرانی سے بھی فضیلت اتفاق کی ثابت ہوتی ہے
سورۂ بقر مین ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنے نیک سلوک کرو والدین کے ساتھ یتیمون اور حاجتمند و رشتہ
داران کے ساتھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخلاق کے تین درجے ہین اوسمین کم سے کم
درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے گھر مین والدین اور رشتہ دارون کے ساتھ مدارات
کرے اور اوسط درجہ ہے حاجتمندون کے ساتھ رعایت کرنا اور اعلیٰ درجہ
ہے عموماً بنی نوع کے ساتھ نیکی سے پیش آنا ورنہ قوم کے ساتھ تو خواہ مخواہ واجب

ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْمُؤْمِنُ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا۔ یعنے مومن مومن کے لئے ایسا ہے جیسے عمارت مین ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے اسیطرح ہر مومن کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کا مددگار رہے اور دوسری جگہہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مومنون کی مثال اونکی دوستی واتحاد کی ایسی ہے جیسے ایک بدن یعنے کل مومنین ایک قالب کی طرح ہین اگر ایک عضو مین درد ہو تو سارا جسم بیقرار ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جبتک امور دنیوی سے انسان کو اطمینان نہین ہوتا اوس کا ایمان درست نہین ہوتا اور ایمان اصل دین کی ہے۔ اور ایمان لغت مین یقین کرنے کو کہتے ہین اور شرع مین دل سے یقین کرنے کو اور زبان سے اقرار کرنے کو اور شرع کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اعمال کو کہتے ہین اور کمال ایمان کا اعمال سے ہے اور اتمام ایمان کا عبادت سے ہے اور افضل خصلت ایمان کی کلمۂ توحید پر یقین کرنا ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حیا ایک خلقی صفت ہے پھر اسکو ایمان مین داخل کیا اسلئے کہ کبھی حیا پیدا ہوتی ہے ریاضت اور کسب سے جیسے اور اخلاق حسنہ ریاضت سے حاصل ہوتے ہین اور گاہ ایمان سے کیونکہ حیا کا استعمال شرع کے موافق ہوتا ہے جو گناہون سے بچاتی ہے اور یہی منشاء ایمان ہے اب غور کرنا چاہئے کہ قوم مدارات اور رعایت نکرنے کے واسطے دینی نزاع کو پیش کرنا اور کج خلقی اختیار کرنا دین اور دنیا

دونون کا نقصان کرنا ہے فائدہ مدارات واعانت اور چیز ہے اور نزاع بالکل
دوسری شے چنانچہ تمام اہل ہند کو ۱۸۵۷ع کے غدر مین اسکا تجربہ ہوچکا ہے نہ
گروہ سلطنت اور گروہ فوج باغی مین ہر ملت اور مذہب کے آدمی شریک تھے
مگر چونکہ اتفاق پر سب نے عہد کرلیا تھا فریقین مین سے کسی نے اتفاق کو نہ چھوڑا
اور قدرتی نصرت اور شکست نے ایک کو غالب اور دوسرے کو مغلوب کرکے
منتشر و پریشان کردیا یہ امر غیر ہے کیا حامیان سلطنت مین مسلمان و ہنود اور
مسلمانون مین سنی اور شیعہ نہ تھے یا فوج باغی مین ان مذاہب اور ملل کے
لوگ نہ تھے سب تھے درحالیکہ یہ ثابت ہوگیا کہ اتفاق آپس مین مدارات
اور خوش خلقی سے تھا تو اب اسکو مذہب سے کچھ علاقہ نہین پس اتفاق مین نزاع
مذہبی بیکار ہوگئی اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ واقعی یہ خرابی بداخلاقی امراض روحانی
کی وجہ سے ہے کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے اور آپس مین نہ رحم ہے
نہ رعایت اور امراض روحانی اس کثرت سے ہین جنکا احاطہ نہین ہوسکتا گو
کچھ کچھ بیان اوسکا اوپر گذرا ہے مگر وہ ایک بڑے خرمن کے چند دانے ہین
مگر اس موقع پر جو بدترین ہین اونمین سے تین امراض کا ذکر کیا جاتا ہے اول
غضب دوم جبن سوم خوف اول مین افراط کو دخل ہے اور دوسرے
مین تفریط کو تیسرے مین دو حالت کیفیت کو چنانچہ۔

غضب

وہ شئے ہے جو روح اور خون کو حرکت مین لاتا ہے اور اثر اوس کا جوارح
اور خارج مین مترتب ہوتا ہے اور حرارت غضب سے جو دھوان اوٹھتا ہے وہ
دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور نور عقل کو تیرہ و تاریک کرکے انتقام پر آمادہ
کرتا ہے جسکے سبب سے انسان برے برے کامون مین مبتلا ہوکر بڑے بڑے
مصائب گوارہ کرتا ہے یہی قتل انسان پر ترغیب دیکر قید یا قصاص کا مستوجب
ٹھیراتا ہے اور غضب ایک شعبہ جنون سے ہے اگر زیادہ اسکو قیام ہونے پائے تو مالی خولیا ہو جاتا ہے

علاج غضب

چونکہ غصہ ایک قوت انسانی سے ہے اور کوئی نفس غصہ سے خالی نہین یہانتک
کہ رسول مقبول علیہ التحیہ والثنا نے فرمایا اَغْضِبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ یعنے آدمی کی طرح
مجھے بھی غصہ آتا ہے اور جبتک کہ انسان زندہ ہے غصہ کو معدوم نہین کر سکتا
مگر غصہ کا ضبط کرنا ضرور انسان کے اختیار مین ہے گو طبیعت پر جبر کرنا پڑے
اور اگر جبر سے کام نہ نکلے تو یہ تدبیر کرے کہ اگر غصہ کم نہو تو سرد پانی نوش کرے
یا اوس موقع سے جہان غصہ آیا اوٹھ جائے اور اگر غیظ حد سے متجاوز ہو گیا ہے
تو وضو یا غسل کرکے نماز نفل مین مشغول ہو جائے اور خدا سے اوس چیز کو طلب
کرے جو اوسکے حق مین مفید ہے بلکہ بعض حکما نے ایسے موقع پر یہ کیا ہے کہ دریا
مین کشتی پر سوار ہوکر چند ساعت تک سیر کی جس سے پھر مزاج اعتدال پر آیا ایک صحابی
نے حضرت رسول مقبول علیہ التحیہ والثنا سے سوال کیا کہ دین کیا چیز ہے آپ نے

ارشاد فرمایا کہ حسن اخلاق صحابی نے پھر یہی سوال کیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم
سمجھتے نہین دین حسن اخلاق ہی کا نام ہے جسکے معنی یہ ہین کہ غصہ نکرو اور کلام مجید
مین ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ یعنے وہ جو غصہ فرو کرتے مین اور
معاف کرتے ہین آدمیون کو۔ اور فرو کرنا غصہ کا یہ ہے کہ پھر اوس کا خیال بھی
نرہے اور عفو کرنے کا اثر سہواً بھی دل پر نہ گذرے۔ اور حاصل اِس آیہ شریفہ
کا یہ ہے کہ ہر کام کی بنیاد لطف اور مدارا کے ساتھ ہو اور مواسات پر نظر رہے
اور مواسا کے معنی ہین دیاری کرنا، اور افلاطون نے کہا ہے کہ لَا فَخْرَ اِلَّا بِالصَّدِیْقِ
الْکَامِلِ۔ یعنے نہین ہے فخر مگر دوست کامل کے ساتھ اور ارسطو
نے کہا ہے اِنِّیْ لَاَعْجَبُ مِمَّنْ یَحْزَنُ وَلَہٗ صَدِیْقٌ فَاضِلٌ یعنے مین تعجب کرتا ہون
اوس سے جو غمگین ہوتا ہے حالانکہ وہ دوست کامل رکھتا ہے۔ غرض اس سے
یہی ہے کہ ایک دوست صادق پر انسان ہر طرح کا فخر اور ناز کرسکتا ہے چہ جائیکہ
جب قوم مین اتفاق ہو جائے جس سے مراد محبت صادقہ ہے پھر کیا کہنا اور کیا
پوچھنا دین اور دنیا دونون اہل اتفاق کے واسطے ہین محبت ہی کا یہ صلہ ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب اللہ ہو گئے اور اسی محبت کے سبب سے
حضور نہایت اور غائت مرتبہ مین مقرب بارگاہ احدیت ہو گئے یہان تک کہ جملہ
مقربان الٰہی مین اشرف و برتر ٹھیرے علیٰ ہذا القیاس متبعان آنحضرت جنکی نسبت
قرآن مجید مین ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ یعنے پیروی کرو میری تاکہ دوست

رکھے تمکو حق تعالی اور وہ پیروی کیا ہے اخلاق محمدی اور اتفاق محمدی اس سے ثابت ہوا کہ محبت و اتحاد ایسی چیز ہے کہ اللہ رحیم اور اوسکا حبیب کریم دوست ہو جاتا ہے تو جب بندگان خدا باہمی دوستی اور محبت کا برتاو کرین تو کوئی وجہ نہین کہ اتفاق قائم نہو - صراط المستقیم کا لفظ جو قرآن شریف مین بمعنی راہ راست آیا ہے وہ راہ راست یہی ہے کہ طریق محمدی اختیار کرے اور جس نے اتفاق مین کوشش کی وہ منزل مقصود کو پہونچ گیا اور سعادت ابدیہ و مطالب دینیہ و دنیویہ پر فائز ہو گیا -

جبن

جبن کے معنی ہین جنگ سے ڈرنا اور اوسکو بزدلی بھی کہتے ہین جو غضب کی ضد ہے اور غضب حالت افراط کو کہتے ہین اور جبن کو تفریط جس سے نفس بد زندگی کو بطمع فاسد پسند کرتا ہے اور سبب راحت مین کہ منشاء بدنصیبی ہے اوسکی خواہش اور تمنا ہین ذلیل ہوتا ہے اور بدنامی او ننگ کو نہین ڈرتا -

علاج جبن

یہ ہے کہ نفس کو شناعت یعنے زشتی دیدی اور طعن و تشنیع پر جو خلاف جراءت سے متنبہ کرے اور چونکہ غضب افراد انسانی مین شامل ہے اوسکو تدبیرات سے متحرک کرے اور اگر غضب مین نقص ہے تو تحریک متواتر اوسکو ہیجان مین لائے جیسے آگ جب نہین جلتی تو اوسکو بار بار ہو نکنے مین اور لوہے کو تپھر پر گیٹے ہے

ہین تب آگ نکلتی ہے اور مشتعل ہوتی ہے۔ ایسے ہی امراض بلغمی کو حرارت سے
رفع کرتے ہین اسی طرح اتفاق کے پیدا کرنے مین جو عوارض لاحق ہوتے ہین اونکو
بزور عقل علیحدہ کر کے اس کار خیر کی طرف کہ تمام مقاصد کا ملجا و ماوا ہے رجوع کرے۔

خوف

عبارت ہے ہیبت نفسانی سے جو غالب آجاتی ہے طبیعت پر اور نفس اوسکو رفع
نہین کرسکتا اور خوف بسبب زمانہ سابق سے متعلق ہوتا ہے اور وہ ضروری ہوتا ہے
یا ممکن یا وقوع اور عدم وقوع برابر ہوتا ہے اور یہ صورت دو حال سے خالی نہین
ہوتی کہ وقوع اوسکا اپنی ذات خاص سے ہو یا ذات غیر سے مگر وقوع اوسکا لامحالہ
ہوگا پس وقوع امر خوف مین جلدی کرنا اپنے اوپر آپ بلا لانا اور اوس مین پیشقدمی
کرنا خود رنج اوٹھانا ہے اور

علاج خوف کا

یہ ہے کہ وقوع امر خوف کے لئے کوئی وقت معین اور مقرر نہ کرے بلکہ حتی الوسع
وقوع اور عدم وقوع کو برابر سمجھے کیونکہ عجلت مین ایذا و سختی ہے اور استقبال
مین رنج اور یہ دونون حالتین انسان کو مصالح دینی اور تدابیر دنیوی سے غافل
کرتی ہین اور یہی خیال باعث رنج و فکر ہوتا ہے جو خلاف رائے صائب کے
ہے اور کسی طرح انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ خوف جو امر قبیح ہے اور قلب مین
مخفی ہے اوسکو کوئی دیکھ اور جان نہین سکتا یہ محض خلاف عقل ہے کیونکہ جو

ممکن ہے اوسکا وقوع بعید نہین اسواسطے خوف پر اقدام کرنا اور خوف کو قلب مین جگہ دینا مقتضاے خرد نہین۔ خوف کی اصل موت ہے اور موت ناگزیر ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنے کوئی نفس ایسا نہین جو نہ چکھے مزا موت کا اسکا خوف کرنا محض خلاف عقل ہے۔ یا این ہمہ کہ انسان دیکھتا ہے کہ بعض کی اونگلی یا ہاتھ کٹ جاتا ہے یا امراض خبیثہ سے بعض اعضا گل اور سڑ کر معدوم ہو جاتے ہین اور انسان زندہ رہتا ہے پھر خوف مین زیادہ مبتلا ہونا اپنے کو مورد لعن و طعن بنانا ہے۔ اسیطرح تصورات سزا اور نقصان وغیرہ پر خائف ہونا ضمیمہ حیات ہے اور قطع حیات رافع کل آلام چنانچہ حکما نے تعریف انسان مین کہا ہے حَیٌّ نَاطِقٌ مَائِتٌ یعنے زندہ بولنے والا مرنے والا پس موت درجہ آخری انسانیت کا ہے اور اوسمین توہم نقصانات وغیرہ کا باعث نقصان عقل ہے کیونکہ بحکم اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ یعنے اپنے وقت معین سے موت نہین ٹلتی اور قبل از وقت نہین آتی پھر اس اندیشہ مین مبتلا ہونا قدرت مین دخل دینا گنا مین قدم رکھنا ہے اور جو عاقل ہین وہ حیات جسمانی سے حیات روحانی کو ترجیح دیتے ہین جسمین ہر طرح کی نیکنامی دارین ہے اور وجود بدن لازمہ فسا دہے اگر موت نہوتی تو ابتداے آفرینش سے آجتک بنی آدم کی یہ کثرت ہوتی کہ زمین پر پانون رکھنے کو بھی جگہ نہ ملتی چہ جائیکہ پانون پھیلا کر سونا اور زراعت کرنا جو سبب اور باعث زیست انسان ہے پس تمناے دوام حیات و کراہت

حماقت خیالات محالات سے ہے اور داخل جہالت اسواسطے عاقل کو چاہیئے
کہ اپنے آئینہ دل کو ایسی کدورت سے صاف رکھے اور جس طرح پر نظام عالم کو شاہدہ
کرتا ہے اوسپر عمل کرے اور توہمات کو دخل نہ دے کہ طول امل موجب فسادات
ہے اور یہ بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ پیری مین ساری قومی کو انحطاط ہوتا ہے
حواس ظاہری و باطنی بیکار و سُست ہوجاتے ہین لذت صحت کہ جامع لذائذ ہے
مفقود ہوجاتی ہے قوت مین ضعف صحت مین علت عزت مین ذلّت ہوجاتی
ہے یہانتک کہ اولاد پر بھی وہ بار ہوجاتا ہے پس طالب عمر دراز جو حد اعتدال سے
زیادہ چاہے اسکا مستحق ہے کہ وہ کسی کی آنکھ مین عزیز نہو اسیکی طرف اشارہ ہے
اِس آیت مین اَوْ یُرَدُّ اِلَی اَرْذَلِ الْعُمُر اِس سے معلوم ہوا کہ موت واجب
اور ضروری ہے اور قرارگاہ نفس انسانی کا دوسرا عالم ہے پس خردمند اور عاقل
کو چاہیئے کہ کسب سعادات سرمدی اور لذات ابدی مین کوشش کرے اور
علائق جسمانی کو بمقتضاے مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا اسطرحپر ترک کرے کہ جب
مرگ طبعی پہونچے تو فضائل انسانی کے ساتھ انتقال کرے اور جوار قدس مین
فائز ہو اور حکیم افلاطون کا قول ہے مُتْ بِالْاِرَادَۃِ وَحَیِیْ بِالطَّبِیْعَۃِ
یعنے مر مرگ ارادی سے اور زندہ رہ حیات طبعی پر۔ اِس سے مراد
یہ ہے کہ خاصہ حیوانی کو جسمین سواے اکل و شرب کے کچھ نہین ہے چھوڑ دے
اور قواے جسمانی مین قوت روحانی پیدا کرے جس سے عالم بالا کی سیر کرسکتا ہے

ان تینون علتون مین سے دو علل یعنے جبین اور خوف اتفاق پر مائل نہین ہوتے
کیونکہ اتفاق کی تعریف ہے کہ جہات و رسوم معتبرہ مین سب یکجان و دو قالب ہون

چاہیئے ایک سب کا ہو مقصود	گو ہون سبکے جدا جدا اغراض

مگر اسمین احتمالات کو بہت دخل ہے اور احتمال کے ہمیشہ پہلو کثیر ہوا کرتے ہین
جیسے رنج و راحت وغیرہ اور جبن اور خوف کو سوائے راحت کے تکلیف و رنج
گوارہ نہین یہان اوس زمانہ پر خیال کرنا چاہیئے جسکی نسبت جناب قبلہ گاہی
حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ نے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ارشاد فرمایا ہے
اور قرون بالضم جمع ہے قرن مفتوح کی بمعنے زمانہ دراز جسکی مدت بعض اہل لغات
نے ستر برس اور بعض نے تیس ۳۰ برس قرار دی ہے خلفاے راشدین کے عہد خلافت
مین جیسا اتفاق تہا اظہر من الشمس ہے سو دل توانا اور قوی یاروں کی ہمت انتہی نہ
منتظم ہر قوم ملت کی جماعت ان سے تہی ہے انہین کے زور اتفاق سے اسلام
کا علم خانہ کعبہ مین نصب ہوا شام و روم مین انکی تیغ کا پرچم چمکا بادشاہ حلب
رعب اسلام سے داخل اسلام ہوا دمشق سے قلب مکان کو اتفاق اسلامی نے
فتح کیا۔ نفوس چند اہل اسلام نے جب کفار پر حملہ کیا ہزارون کو خاک مین ملادیا
لاکہون کا منہ پہیر دیا جدہر کو یہ قافلہ گذرا کوئی تاب مقابلہ نہ لاسکا مصر کو زور اتفاق
نے سے لیا ہرقل سے شاہنشاہ کو اونہون نے آن کی آن مین بہگادیا بیت المقدس
پر نشان محمدی کا پہرہرا اونہون نے اوڑیا عجم کے آتش خانون کو آبیاری سے

انہون نے بجہایا بجہا اسے زنار کے رشتہ توحید کو انہون نے مضبوط کیا ایکہزار چہتیس ۱۰۳۶ شہر کفار دار الاسلام ہوئے سو ہر جگہہ تہی حکومت اسلام بہ روز افزون تہی قوت اسلام بہ تواریخون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم نے بیتن کروڑ کفار کو اپنے ہاتہہ پر کلمہ توحید پڑہایا اور اونکو سچا مسلمان بنایا ہزارون بتخانے اور بڑے بڑے گرجے گرائے اور ہزارون مساجد و مدرسے بنوائے بڑے بڑے نامی وگرامی بادشاہون اور شاہنشاہون کی لڑکیون کو اپنے گہرون مین لائے کسی نے اونکو لونڈی بنایا کسی نے برغبت نکاح پڑہایا اسی ایک اتفاق کے یہ سب کرشمے ہین انکی ہر رگ و ریشہ مین اتفاق کا پورا جوش تہا انکا ظاہر و باطن یکسان تہا یہ نفاق کو معیوب جانتے تھے جہوٹ اور بدعہدی کے پاس نجاتے تھے انکے دل مثل آئینہ کے شفاف اور علایق دنیوی سے پاک و صاف تھے ان کے عہد و پیمان پر دین اسلام کا مدار تہا انہین کی زبان پر جنگ اور صلح کا فیصلہ ہوتا تہا اسی اتفاق نے تاریکی کفر کو دور کیا اسی اتفاق نے انوار اسلام سے تمام روئے زمین کو پُر نور کیا یہ اوسی اتفاق کا صدقہ ہے کہ مسلمان ہندوستان سے کفرستان مین بجاے صداے ناقوس کے ہر شہر و قصبہ و قریہ مین پنجگانہ باواز بلند اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہین کوچہ و برزن مین بلا خلش اپنے خداے واحد و ربی اوحد کو پکارتے ہین مسجدون اور میدانون مین اوقات معینہ پر بے مزاحمت نماز پڑہتے ہین جدہر چاہتے ہین بے کہٹکے چلے جاتے ہین اور ارکان

اسلام ہر موقع و محل پر بجا لاتے ہین ہمارے جو اوقات نماز کے ہین اون مین دوسرے مذہب والے ناقوس یا باجہ وغیرہ نہین بجانے پاتے ہین نہ اس قسم کا شور و شغب مچا سکتے ہین جسمین اہل اسلام کی عبادت مین فرق آئے اور پھر مذاہب مختلفہ کے لوگون کو علی العموم اپنے مذہب حقہ مین داخل کرتے ہین اور کوئی دم نہین مار سکتا اور جو غیر مذہب کے ذی علم اور عاقل ہین وہ بلا تحریک احدی اپنی کتب معادی سے حقیت اسلام کو سمجھکر خود مسلمان ہوجاتے ہین چنانچہ لورپول جو مضافات لندن سے ہے وہان کے اکثر نصاری مسلمان ہوگئے اور ہوتے جاتے ہین مسٹر عبد اللہ کو یلیم اور محمد الگزنڈر رسل وب کی کامیابیون کو دیکھو جنہون نے امریکہ سے ملک مین جہان سواے معاش کے معاد کا ذکر بھی نہ تھا جہان سواے علم دنیوی کے مذہب یعنی علم الٰہی کے مفہوم سے بھی کوئی واقف نہ تھا وہان کس زور شور سے اسلام کو جاری کیا جسکی نسبت بعض مسلمانان ہندوستان کا خلاف حکمت یہ قول تھا کہ جہان علم و صناعت کو ترقی ہے وہان دین کو کون پوچھتا ہے حالانکہ انہین دو آدمیون کے اتفاق نے یہ گل کھلایا اور بڑے بول والون کو نیچا دکھایا اور اگلے سے اتفاق کا کچھ مزا چکھایا سچ ہے ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را	پراگندگی آرد انبوہ را

اب اسکے یقین مین کوئی شک نہ رہا کہ انسانی تقویت محض اتفاق پر منحصر ہے اور حیات قومی بغیر اتفاق کے ممکن نہین اسی اتفاق کی بدولت انسان ہر قسم کے

فتوحات حاصل کر سکتا ہے اگر بفرض محال بڑے بڑے فتوحات کو جن کا ذکر اوپر ہوا غیر ممکن ہو تو استحکام ملت اور بقاے قوم اور ترقی قوم مین تو کسیطرح کا شک نہین

خواب غفلت سے اب تو ہوبیدار
آنکھ کھولو ذرا تو ہوشیار
قوم پر آگئی تباہی ہے
دو جہان کی یہ روسیاہی ہے
کام مین اپنے اہتمام کرو
اہل دنیا مین اپنا نام کرو
امر معروف پر نظر رکھو
نہی منکر کو دل مین راہ نہ دو
راست بازی کو اختیار کرو
کذب سے یک قلم کنار کرو
شرم غیرت کو کام مین لاؤ
متفق ہونے پر قسم کھاؤ
قوم مین اپنی اتفاق کرو
دل پژمردہ چست وچاق کرو
تاکہ عزت ملے وقار ملے
ہرطرح تمکو اقتدار ملے

اور پھر جسقدر افادہ اور استفادہ کی ضرورت بڑہتی جائے گی اوسیقدر اتفاق سے مدد ملتی جائیگی

ہمت اگر سلسلہ جنبان شود
مور تواند کہ سلیمان شود

چونکہ اس زمانہ مین اتفاق نفاق سے بدل گیا ہے اوسکا یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ اونہین مسلمانون کی اولادین جن کا ڈنکا غرب سے شرق تک بجتا تھا اب گوشۂ گمنامی مین پڑے ہین جو عزت مین سب سے بڑھے تھے اب ذلت مین یکتا ہین جو سب قومون مین ذی مقدور تھے وہ ہر قوم کے سامنے محتاج و مجبور ہین جو معزز و باوقار تھے اب ذلیل و خوار ہین ؎ وہ شان رہی رہی نہ شوکت ✤ وہ جاہ رہا رہی نہ حشمت ✤

کوڑی کو بھی پوچھتے نہین ہین	بگڑی ہوئی قوم کی ہے قسمت

ایک زمانہ وہ تھا کہ مسلمانون کے نام سے شاہان نامدار تھراتے تھے اب اون سے ادنی قوم کے بھی لوگ نہین ڈرتے جنکے ملنے سے اعلیٰ درجہ کے امیر فخر کرتے تھے اب اون سے کم درجہ والے عار کرتے ہین جنکے میل جول کو حکام غیر قوم سعادت ابدی سمجھتے تھے اب اونکے سلام لینے کو ننگ جانتے ہین یہی نفاق مقدرت اور ثروت کا عوض ناسی اور ذلت کے ساتھہ دے رہا ہے جسکو اہل اسلام خوب سمجھتے ہین مگر اتفاق پر اصلا و مطلقا توجہ نہین کرتے سو مال و دولت نامبارک ہے نہو گر اتفاق ہے قوم جس دولت کی ہو کی ہے وہ دولت ہے یہی ہے تم ہمارے کام آؤ ہم تمہارے کام آئین جس سے کل چلتی ہے دنیا کی وہ حرکت ہے یہی ہے قوم کی ذلت کو سمجھین اپنی ذلت سب عزیز ملک مین عزت سے رہنے کی صورت ہے یہی ہے اور نفاق کے لفظی معنی ہین دو رخہ ہونا یعنے دل مین کچھہ اور ظاہر مین کچھہ جسکو دوغلا پن بھی کہہ سکتے ہین اور وہ شخص جو ظاہر مین دوست اور باطن مین دشمن ہو ایسی صفت کا آدمی منافق ہوتا ہے۔ اور نفاق کے جو ذاتی صفات اخلاق کے ساتھہ ہین وہ مختصر طور پر یہ ہین یعنے جیسے آگ کو لکڑی کے ساتھہ نسبت ہے اور تلوار کو گلے کے ساتھہ اور ہوا کو چراغ کے ساتھہ اور موت کو حیات کے ساتھہ اور مار و کژدم کو انسان کے ساتھہ بیماری کو تندرستی کے ساتھہ اسی طرح نفاق کو اتفاق کے ساتھہ محبت ہے اور جہان نفاق ہے وہان محبت نہین اور جہان محبت نہین وہان اتفاق نہین مگر اس زمانہ مین شاذ و نادر

محبت دیکھی ہی جاتی ہے تو غرض سے خالی نہین کیونکہ کلیتہ مان لیا گیا ہے کہ
محبت جب ہی ہوتی ہے جب کسی سے توقع ہو اور جب توقع کا لفظ درمیان میں
آیا تب غرض لاحق ہو گئی اور توقع کے لئے بھروسا ضرور ہے اور بھروسا اوسی پر
ہوتا ہے جسکی وفا پر یقین ہو اور وفا بغیر فضائل کے نہین اور فضائل کے واسطے
شرافت مقدم ہے اور شرافت کے لئے تواضع وانکسار اور توقع مراد فہ امید
ہے اور امید مبدا ر اتفاق اور اتفاق رافع حاجات غرضکہ امید کا میدان احتیاج
سے بدرجہا بڑا ہوا ہے جسکی وسعت کا پایان نہین اور کسی حکیم نے اوسکو محدود
نہین کیا حق یہ ہے کہ امید سرشت انسانی مین داخل ہے جس سے کوئی نفس خالی
نہین اسمین امیر ہو یا فقیر یہ امید ہی کا رتبہ ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ دنیا بامید
قائم امید ہی ترک وطن کراتی ہے عزیز و قریب کو چھڑاتی ہے منازل دور دراز
پر لیجاتی ہے امید ہی یگانہ کو بیگانہ اور بیگانہ کو یگانہ بناتی ہے امید ہی ہمجنسون اور
غیر جنسون کی خوشامد کراتی ہے۔ امید ہی کفار کی خدمت کراتی ہے امید ہی دوست
کو دشمن اور دشمن کو دوست بناتی ہے امید ہی امیر کو فقیر اور فقیر کو امیر آزاد کو اسیر کراتی
ہے امید ہی میدان جنگ مین سر کٹاتی ہے امید ہی عہد و پیمان کراتی ہے امید ہی اعلے
کو ادنی کے پاس اور ادنی کو اعلی کے پاس لیجاتی ہے امید ہی انسان سے محنت شاقہ
کراتی ہے امید ہی دلون مین جوش پیدا کرتی ہے اور جوش پورا کرنے کے لئے
انسان بڑے استحکام اور استقلال سے مستعد ہوتا ہے اور جبتک اوسکا نتیجہ نہ نکل

آپ تیر اپنے ارادہ سے باز نہین آتا اور اگر مزاحمت اضداد اور منازعت حسّاد
اوسمین داخل یا خارج ہو تو اوسکو آسانی خواہ وقت سے رفع کر کے اپنے خیال کو نہین
چھوڑتا اور بڑے بڑے مصائب کو اپنے اوپر گوارہ کر لیتا ہے افسوس ہے کہ ایک
امید موہوم پر انسان ایسا منہمک اور از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ جبتک اپنی امنگ
نہ نکال لے دوسرے کام کی طرف متوجہ نہین ہوتا حالانکہ اتفاق سے بڑھ کر کوئی
ذریعہ کشود کار کا نہین اور یہ ظاہر ہے کہ جب افراد متفق ہو جاتے ہین تب سارے
فتوحات دنیا کے ہاتھ آجاتے ہین اور کوئی کام ایسا مشکل نہین جسکو اتفاق آسان
نہ کر دے قال تعالے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یعنے نہین ہے واسطے انسان کے
کچھ مگر جو کوشش کی اوسنے پس بمقابل اور کوششون کے افضل تر یہ ہے کہ
اتفاق مین انسان بالاستحباب ساعی رہے اور محنت و استقلال سے کام لے
کیونکہ سلف سے خلف تک کسی مفرد یا جماعت متفق نے بغیر محنت و استقلال کے
ترقی نہین کی مگر شرط یہ ہے کہ اوسکا مین نظر مخیر ہو جب اتفاق مین اس نظر سے
کوشش کیجاے کہ اللہ کے احکام جاری کرنے اور دین کی ترقی دینے مین مدد
کرینگے عام اس سے کہ ملک گیری ہو یا بعض بلاد کا مسخر کرنا یا قطعات اراضی
پر قابض آنا منظور ہو اللہ تعالے ضرور اوس ارادہ مین برکت دے گا اور
کامیاب کریگا خصوص اس زمانہ مین کہ اہل اسلام پر وقت نہایت تنگ سے ہے
اور جب حکم احکم الحاکمین بعد زحمت رحمت کا ہونا جس مین فقط ایک نقطہ کا فرق

ہے ضرور آگے فرمایا ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ یعنے
رنج کے ساتھ راحت ہے رنج کے ساتھ راحت ہے اور یہ دونون جملے تاکیدی
ہین پس تنگی کے بعد فراخی کا ہونا لازم وملزوم ہو گیا پھر اتفاق مین کوشش
نہ کرنا گویا عمر عزیز کا ضائع کرنا ہے اور حکماے متقدمین کا قول ہے کہ قوام
اتفاق کا محبت ہے اور تمامی موجودات کا انتظام محبت سے ہوا ہے
اور محبت مین اختلاف ونفاق نہین ہوتا کیونکہ ہر فرد موجودات مین مادہ
محبت کا رکھا گیا ہے اور جب یہ مادہ علی قدر قوت ہیجان مین آتا ہے تب
اوسمین منافقت کا اثر نہین رہتا اور یہ بھی یاد رکھنے کے لایق ہے کہ محبت میل
اور خواہش کرنے کو کہتے ہین اور میل کبھی اون چیزون کی طرف ہوتا ہے جو
بالطبع انسان کو مرغوب ہین جیسے خوبصورتی خوش آوازی کھانے کا ذائقہ
یا اسوجہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے اوسپر احسان کیا یا مصیبت سے بچا لیا اور
اون چیزون کی طرف میل ہوتا ہے جن کا حسن عقل سے معلوم ہوا جیسے محبت
علما وصلحا یا محبت قومی جس سے ہر قسم کی جلب منفعت دینی ودنیوی متصور
ہے اور وجود کے واسطے جسطرح وحدت لازم ہے اوسی طرح وحدت کے لئے
محبت لابد ہے پس جو موجود ہے وہ محبت سے خالی نہین اور وجود وحدت
سے خالی نہین مگر ہان محبت کے مراتب ضرور ہین جیسے موجودات مین کمال
اور نقصان شامل ہے ویسے ہی محبت مقتضی قوام وکمال ہے اور غلبہ مقتضی فساد

ونقصان کا سبب ہے اور ظہور اوسکا موجودات پر موافق نقصان ہر قسم کے ہوا کرتا
ہے ہرچند کہ بہت سے حکما کا یہ مذہب نہین کہ قوام عالم کا محبت سے ہے مگر فضیلت
محبت کے سب بالاتفاق قائل ہین اور ہر نفس مین اسکا اثر کثیر خواہ قلیل پایا
جاتا ہے دوسرے انسان اُنس سے مشتق ہے اور جب اُنس طبعی خواص انسان سے
ہے تو لامحالہ اظہار خاصیت کا اپنے ابنائے نوع مین ضرور ہوا اور یہی مبدا ہے
تمدن وتالیف ہے چنانچہ قاضی عیاض نے بھی اسی موقع پر کہا ہے کہ باہم محبت
کرنا اور اتفاق رکھنا فرائض دین سے ہے کیونکہ محبت درحقیقت ایک صفت
صفات الٰہی سے ہے اسواسطے انسان کو لازم ہے کہ جو شخص اپنے پاس آئے اوسکی
ہر طرح کی اعانت مین کوشش کرے اور دلجوئی وغمخواری سے دریغ نکرے اور
اس اخلاق سے ملے کہ ہر فعل مین آثار مسرت کے ظاہر ہون تاکہ روز انہ دوستی
واتحاد مین ترقی ہوا ور کسی حرکت سے دلون مین غبار نہ آنے پائے کیونکہ اختلاف
طبع علت تباین کی ہے اور تباین بنیاد دشمنی کی اور اتحاد کہ بنیاد اتفاق ہے
اوسکا خاصہ یہ ہے کہ تباین سے قطعاً احتراز ہوتا کہ اخلاق وتدبیرات اتفاق مین
خلل نہ آنے پائے اور حکما وعلما دونکا اسپر اتفاق ہے کہ بمقابل صداقت کے
محبت کا ادنی درجہ ہے کیونکہ محبت فطرت انسانی مین داخل ہے جسکی نسبت
اطلاق عام ہوتا ہے اور صداقت کم لوگون مین دیکھی جاتی ہے جو دلیل خاص
کی ہے اور محبت کا مقتضا یہ نہین کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہوا ور

ہتک ظاہری ودنیوی مین کوئی دقیقہ نہ اوٹھا رکھے اور مومنین مین جو محبت ہوتی
ہے وہ صحیح اور سچی ہوتی ہے اسیکو خلت نامہ کہتے ہین جس سے مراد محبت روحانی
ہی جیسے مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ اور شیخ کو مرید کے ساتھ ہوتی ہے اورایسی محبت
مین کبھی خلل نہین پڑتا۔ اور شریعت نے اس معاملہ مین بہت مبالغہ کیا ہے اور
صاف حکم دیا ہی کہ مومنین پنجگانہ نماز محلہ کی مسجدون مین ادا کیا کرین تاکہ ہر روز
باہم ملاقات ہوتی رہے اور ملاقات ہی مبدء محبت ہے۔ ارسطو نے کہا ہے
کہ انسان اوسکا دوست بنے جو اوسکی مانند ہو یعنے یک جان و دو قالب ہو اور
رضاے دوست کو اپنی خواہش پر مقدم سمجھے جو مثل کبریت احمر کے ہے کیونکہ
ایسے ہی دوست روح کو راحت پہنچاتے ہین مشکل کے وقت کام آتے ہین کسی نے
ایک حکیم سے پوچھا کہ بہائی بہتر ہے یا دوست
حکیم نے کہا کہ بہائی بھی اوسی وقت کام آئے گا جب دوست ہو ورنہ حالت نزاع
مین بہائی سے بڑھکر کوئی دشمن نہین۔ اور حضرت عبداللہ علیہ الرحمۃ کہ اکابر
دین سے ہین فرماتے ہین کہ اگر مجھے معلوم ہو جاے کہ تمام عمر مین اللہ تعالی میری
ایک دعا قبول کرے گا تو مین یہی دعا کرون کہ بادشاہان وقت کو توفیق عدالت
اور مسلمانون کو قوت اتفاق دے تاکہ اوسکا نفع تمام خلق اللہ کو پہونچے اور نقصان
سے مامون اور محفوظ رہے اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ مطلق محبت سے ہے اور عدالت
اوسکی نائب اسیطرح مسلمان صفت ہوئے اور اتفاق موصوف بس جب انسان

مین خلق واتفاق پیدا ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اس سے عمدہ کام دنیا اور عقبا کا
نکلے گا اور حدیث مین آیا ہے کہ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ
یعنے اطاعت کرو حکم خدا کی اور شفقت اوپر خلق اللہ کے پس تعظیم لامر اللہ سے مراد
فروتنی اور پرستش ذات احدیت ہے اور طریق عبودیت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت
نکرنا اور والشفقۃ علے خلق اللہ سے یہ مطلب ہے کہ تعظیم سلاطین وتکریم علما کی کرنا
امانت کا ادا کرنا اور آبا واجداد گذشتگان کا قرضہ ادا کرنا مرتے وقت وصیت
نکرنا اور یہ حدیث تمام اخلاق وسیاست ومدن پر مشتمل ہے ان مختصر الفاظ نبوی پر
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ تعلیم معلم حقیقی کا ہے اسی کو قل ودل کہتے ہین
یعنے تہوڑی عبارت مین مضمون بہت اور سارے مفاد دینی ودنیوی سے مالامال
اور حدیث قدسی ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ۔
یعنے تہا مین گنج پوشیدہ پس چاہا مین نے کہ پہچانا جاؤن پس پیدا کیا مین نے
خلق کو اس سے معلوم ہوا کہ محبت اور عرفان کا عادی ہونا انسان کے واسطے واجبات
سے ہے کیونکہ آفرینش خلق کی اسی واسطے ہوئی اور بقا ہر شئے کا اور درستی اوسکی
محبت پر موقوف ہے اب رہی تفصیل تقدیم وتاخیر محبت وعرفان کی اس کے
واسطے رغبت طبیعت کہ خاصہ فطرتی انسان ہے اسی کی مقتضی ہے کہ محبت مقدم
ہو کیونکہ محبت پر دوسری چیز غالب نہین آسکتی اور محبت کا لازمہ اتفاق ہے اور
عرفان کے واسطے محبت ضروری ہے کیونکہ جب دل مین محبت ہوتی ہے تب انسان

خداکو پہچانتا ہے اور اوسمین سچی حیا و شرم ہوتی ہے اور یہی عرفان کے معنی ہین
اور مراعات دوستی و محبت کو ایسے افعال و حرکات مین ظاہر کرے جو واقعی
اور حقیقی طور پر دل مین مخفی ہون اور اوسمین تکلف کی آمیزش نہو جس سے دیکھنے
والے خوش ہون اور ستایش کرین اور جو امور خلاف اتفاق کے ہین
یا مضر ہین اون سے حذر کرتا رہے اور ایسے مواقع پر اسکو یاد رکھے ؎

دانی کہ چہ چیز است کمالِ مردی		مپسند بکس انچہ بخود نہ پسندی

اور عیب چینی اور غیبت سے دور رہے کیونکہ یہ شیوہ ناقص اور بے عقل
آدمیونکا ہے جس سے اتفاق مین نفاق پیدا ہوتا ہے ؎ جرمِ غیبت سے
احتراز رہے + سرقہ و افترا سے باز رہے + اور اتفاق کے فوائد زیادہ سمجھانے
کے قابل نہین یہ ظاہر ہے کہ ہر کام کی اصلاح اوس کام کے کرنے سے ہوتی
ہے اور نتیجہ بعد مین معلوم ہوتا ہے پہلے عمل کرو اور دیکھو کہ خداے تعالیٰ نے
اوسمین کیسی برکت دی اور وَعَدَ اللہِ حَقًّا کا مصداق اتفاق کہانتک ہوا جو
اخلاق کے عادی ہین وہ اتفاق کو اپنی عین عزت و آبرو جانتے ہین اور وہی
اس سے محظوظ ہوتے ہین اس مسلک کے جو ارباب و اصحاب ہین وہ یہانتک
اسمین افراط کرتے ہین کہ اپنی عزت و حرمت کو طاق پر رکھکر دوسرونکو عزیز و محترم
رکھتے ہین اور اِس صفت حمیدہ سے خلائق کے دلون کو اپنا صید بناتے ہین
اور کبھی نفاق و دل آزاری کو پسند نہین کرتے ؎ بہ بیدانہ زخرمن در آسیا افتاد

زسمربان موافق جدا نبایدشد + یہ لطف اتفاق ہی مین ہے کہ ہر زمانہ اور
ہر وقت امن مین گذرتا ہے اور انسانی خوشی کا نام اتفاق ہی ہے اور شرف
و دولت اوسکی تابعدار جسکو دنیا مین حکومت ملی ہے محض اتفاق کی بدولت
اسواسطے مقتضاے عقل یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اتفاق کی کوشش کرتا رہے
کہ اِنَّ اللّٰہَ لَایُخْلِفُ المِیْعَادِ یعنے اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہین۔ واسے
برحال اونکے جو حکم خدا و رسول کو نہین مانتے قوم سے ہمدردی نہین کرتے
سواے فریب وعداوت کے کوئی کسی کے حال سے خبر نہین ہوتا کہ کسکی کسطرح
گذرتی ہے ٭ کیا خبر کسپہ کیا ہوئی بیداد + غیر کی کیا سنے کوئی فریاد + یہان
تو گھر کی بھی جب خبر نہین تو باہر کو سواے خدا حافظ کے اور کیا کہا جاے
٭ دختران راہمہ جنگ است وجدل با مادر + پسران راہمہ بدخواہ پدر می بینم +
ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد + ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسری بینم + جو بات اس
زمانہ مین دیکھی جاتی ہے انوکھی اتفاق سے دور نفاق سے قریب شوہر کو
تو طلاق دینے کا ارادہ زوجہ خلع پر آمادہ ساس بہو سے بہو ساس سے
ناخوش خسر داماد سے داماد خسر سے آشفتہ جسکو دیکھو وہ نااتفاقی کا آلہ
جن لوگون سے گھر مین کچھ بناے نہین بنتی تو واے برحال قوم۔ اسکی وجہ
دریافت کرنے مین جو کوشش کی گئی تو یہ معلوم ہوا کہ ہر شخص امرا کی تقلید
کرکے اپنے اوقات راحت کے ساتھ بسر کرنا چاہتا ہے اور خلاف مقدرت کے

جو سعی کرتا ہے وہ بیکار جاتی ہے تب حاسد بنکر بیگانہ و بے گانہ کا دشمن بنجاتا ہے
اور تقدیر سے زیادہ کا خواہان ہوتا ہے ایسے شخص کو جو اپنے حق سے زیادہ
طلب کرے اوسکو جائر کہتے ہین اور جائر کے معنی ہین (حق سے زیادہ گذرنے
والا) اور جائر تین طرح کے ہین اول جائر اعظم وہ ہے جو احکام آلہی کی پابندی
نہ کرے اور مثل فاسق و کافر کے رہے دوم جائر اوسط اوسکو کہین گے. جو
حاکم وقت سے بغاوت کرے سوم جائر اصغر وہ ہے جو خائین و سارق و بد معاملہ
ہو یا قلتبالی کرے اس صفت کے آدمی سے کسی طرحکی امید نکرنا چاہئے اور
حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ
یعنے نہو ایسے لوگون سے جنھون نے تفرقہ ڈالا دین مین اور ہوگئے گروہ گروہ
یہ سمجھنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے دین مین تفرقہ ڈالنے والے سے بیزاری
ظاہر فرمائی اور رسول خدا کو اون سے علیحدہ کیا اب دیکھو اہل نفاق کو جنھون
نے اتفاق مین تفرقہ ڈالا اور اسی تفرقہ نے مسلمانون کے ہاتھ سے سلطنت
ہند چھین لی فاتح کو مفتوح حاکم کو محکوم اعلےٰ کو ادنی امیر کو فقیر بنا دیا پس اہل نفاق
ضرور اسکے مستوجب ہین کہ اون سے نفرت کیجاے اوسوقت تک کہ وہ راہ راست
پر آئین۔ حضرت عرفجہ کہتی ہین مین نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے
آپ فرماتے تھے کہ قریب ہے فتنہ اور فساد پہر جو کوئی چاہے اس امت کو
بگاڑنا تو اوسکو تلوار سے مارو۔ اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے

فرمایا کہ جو شخص جماعت کا ساتھ چھوڑ دے تو اوسکی موت جاہلیت کیسی ہوگی
دیکھو باب وجوب ملازمت مسلم شریف مین۔ اسی طرح جو فرمان خدا و رسول اور
حکم شاہی کی اطاعت بمقتضاے نص قرآنی وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اطاعت کرو حکم خدا اور پیغمبر خدا اور بادشاہ کی
جو تم مین سے ہو نکیے تو وہ حکم خدا سے باہر ہو گیا اور جس نے اطاعت کی
اوسکا زمانہ مساعد ہو گیا۔۔
اور حجاج بن محمد کہتے ہین کہ اولی الامر سے حاکم اور امیر مراد ہین مسلمانون کی
اور یہی قول ہے جمہور سلف و خلف کا بعض مفسرین و فقہا کہتے ہین کہ علما مراد
ہین اور بعض نے کہا کہ امرا و علما دونون مراد ہین اور جسنے کہا صرف صحابہ مراد ہین
اوسنے غلطی کی۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے میری اطاعت
کی اوس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اوسنے اللہ تعالے
کی نافرمانی کی اور جو کوئی اطاعت کرے حاکم کی جسکو مین نے مقرر کیا اوس نے
میری اطاعت کی اور جس نے اوس کی نافرمانی کی اوسنے میری
نافرمانی کی یہ عین اتفاق کی دلیل ہے چنانچہ زمانہ غدر مین اسکا بھی تجربہ ہو چکا
ہے کہ جس نے تقدیر اللہ سے زیادہ چاہا یا حکم شاہی کو نہ مانا وہ کیسا خراب ہوا
شاہ دہلی ایک لاکھ اور نانا راو ایک لاکھ اور نواب باندہ ~~~~ اور
نواب فرخ آباد ~~~~ ماہوار سرکار انگریزی سے پاتے تھے جب اونہون نے

بادشاہ وقت سے بغاوت کی اور نعمت عطیہ خداسے زیادہ کے طالب ہوئے
کیسے خراب وتباہ ہوئے ۔ گر زمین را بآسمان دوزی ٭ نہ دہندت زیادہ از روزی
بہت سی موروثی ریاستین اسی علت مین ضبط ہوکر خیرخواہان شاہی کو ملگئین ادنی
ادنی جو خیرخواہ سلطنت رہے وہ امیر اور صاحب جاگیر ہوگئے یہ فقط حکم خدا کا اثر ہی
اس واسطے انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ تقدیر پر شاکر رہے اور اتفاق کا خواہان
اور جو عاقل ہین وہ ہر حال مین زندگی کو خوشی کے ساتھ بسر کرتے ہین اور واہب العطایا
کا شکر بجالاتے ہین اب باقی رہا یہ امر کہ اگلے زمانہ مین بھی ایسے لوگ تھے یا نہ تھے
تو تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زمانہ اچھے اور برے سے خالی نہین رہا
اور نہ آئندہ خالی رہے گا کیونکہ معیار نیک وبد کی شناخت کی یہی ہے اگر برا نہو
تو کوئی اچھے کو نہ پہچان سکتا اور اگر اچھا نہوتا تو برا نہ پہچانا جاتا جیسے تلخ وشیرین
تاریکی وروشنی رات ودن بد ونیک جاہل وفاضل گبر ومسلمان کفر واسلام وغیرہ
اہل منطق کا یہ قول مسلم ہے تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا یعنے ہر شئے پہچانی جاتی
ہو اپنی ضد سے اور یہ تو ضرور ہے کہ جہان گل ہوگا وہان خار بھی ہوگا ہان گذشتہ
زمانہ مین بوجہ قربت زمانہ نبوت نیک زیادہ تھے اور زمانہ حال مین کم بہرحال انسان
کو چاہئے کہ اخلاق واتفاق کا عادی ہوتا کہ اوسمین گل کی صفت پیدا ہو اور نا اتفاقی
کو خار سمجھے تاکہ اورون کی آنکھون مین نہ کھٹکے ۔ اور اتفاق ہر فرد بشر پر فرض ہے
کیونکہ اتفاق مرتبہ عبادت مین داخل ہے یہان عبادت اور عبودیت مین فرق

اختلاف کیا ہے کوئی کہتا ہے کہ عبادت مقدم ہے اور کوئی کہتا ہے کہ عبودیت
جنہون نے عبودیت کو مقدم کیا ہے اونہون نے دلیل یہ قرار دی ہے کہ جنت مین
عبادت نہ جائیگی بلکہ عبد جائے گا لہذا عبودیت افضل ہے بشرطیکہ اپنے شرایط
پر ٹھیک ہو جو انسان خلاف اخلاق کے استعمال کرتا ہے وہ خواہ مخواہ مصائب
مین مبتلا ہوتا ہے اہل حکومت اور صاحب ثروت کو جو اس طرف میلان ورغبت
نہین بظاہر اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ادا سے فرائض وسنن وتہذیب
اخلاق وفوائد اتفاق سے ماہر نہین ورنہ یہ ممکن نہین کہ اہل کمال اور اہل ہنر
کی وہ خدمت نکرین اونسے ملنے مین منہ چورائین بجاے روپیہ دینے
کے کچھ الفاظ تعریفی اونکے نذر کردین جسمین نہ امیر کا کچھ خرچ ہو نہ اہل کمال کو
فائدہ خود مار خزانہ بنے بیٹھے رہین یہ کج اخلاقی اور بیدردی محض ناواقفیت کا سبب ہے

ایسا ہو دردمند کہ سہوا کبھی دوستو	آزردہ دل کرے نہ کسی فرد کباب کا
پروانہ کے حضور جلائے نہ شمع کو	بلبل کے آگے پھول نہ توڑے گلاب کا

کسی بزرگ کا قول مشہور ہے اگر بر دریا روی خسے باشی واگر بر ہوا پری مگسے باشی
دل بدست آر کہ کسے باشی اللہ جلشانہ نے انسان کو عقل دی ہے جو اور مخلوق کو
نہین دی اسی واسطے وہ مستوجب عذاب اور مستحق ثواب ہوا ہے اور عذاب نتیجہ
بد اخلاقی ہے اور ثواب مال اخلاق مگر انسانی سرشت مین ایک غفلت کا شعبہ
ایسا رکھدیا ہے کہ جو معصیت سے ہوشیاری اور بیداری پر غالب آجاتا ہے

الٰہی تو غفلت اوٹھا قوم سے | تو بیدار کردے اسی نوم سے
اوٹھانے سے ہرگز یہ اوٹھتے نہین | کسی طرح کروٹ بدلتے نہین
یہ سوتے ہین یارب کہ بیہوش ہین | گرانبار ہین اور سبکدوش ہین
چڑھا ہے وہ غفلت کا انکو بخار | کیا سب نے غفلت کو اپنا شعار
یقینی یہ مردے ہین سوتے نہین | جگاتے سے ہشیار ہوتے نہین
یہ غفلت کہ غفلت پہ کرتے ہین ناز | بہے کیون نہ گرداب مین یہ جہاز
مدد غیب سے کر تو بہر نبیؐ | بدل انکی حالت تو بہر علیؑ
نکل آئے کشتی یہ گرداب سے | جو بیدار ہوجائین یہ خواب سے

جبتک انسان اتفاق پر کمر مضبوط نہ باندہے اور اخلاق کی پوری پوری پابندی نہ کرے اوسوقت تک فلاح اور رفاہ مشکل ہے کسی کام پر ہمہ تن متوجہ ہونا ایسا نہین جو آسان نہوجائے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب انسان کسی کام کے انجام دینے پر اپنی کل قوت خرچ کردیتا ہے تب خدا خود اوسکا معین ہوجاتا ہے اور اوس کام کو ایسے ذریعہ سے پورا کردیتا ہے جو انسان کے وہم وخیال مین بھی نہ تھے پھر اتفاق پر کوشش نکرنا کیا معنی اور بیشتر خود یہ سمجھ لینا کہ یہ مشکل کام ہے محض فضول ہے سعی کسی کے کسی کام مین بیکار نہین جاتی گو اوسکا فائدہ و نتیجہ ہماری حیات مین نہ نکلے مگر قوم ضرور اوس سے مستفید ہوگی اور یہی حصہ اتفاق کا ہے غرضکہ نیک کام جہانتک ہوسکے کئے جائے ہم نہین تو ہماری اولاد اوس سے فیض

کامیاب ہونگی اور سعی کا پورا ہونا خدا ہی پر موقوف ہے اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ یعنے کوشش میری ہے اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور ایسے ہی خیال نا فعال سے قوت انسانی اور قوت قومی کو مدد ملتی ہے اور درس و تدریس اولاد مین ایسی سعی ہونا چاہئے کہ دینی و دنیوی کامون مین اونکو محتاجی نہو نکہ صرف وعظ اور ناصح بنائے جائین جو سواے فقر و توکل کے قوم کو کچھ نہ سکھائین اور کوئی تدبیر عروج مقدرت و ثروت کی نہ بتائین جس سے ظاہری قوت اسلام کی بڑہے قوم سے افلاس دور ہو دلون مین ولولے بڑہین دین و دنیا کے کام قوت اور رزو نرکے ساتھ چلین اور یہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ جب تک دنیا سے اطمینان نہین ہوتا کوئی کام دینی اچھی طرح بن نہین پڑتا ۔ شب جو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭ جتنی چیزین دنیا مین ہین اون مین قدرتی معدات نے ایسا باہم تسلسل اور ارتباط رکھا ہے کہ ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری پیدا ہوتی ہے یعنے حکومت سے مقدرت اور مقدرت سے قوت اور قوت سے رونق اور یہی تینون چیزین ترقی اسلام اور اہل اسلام کے لئے درکار ہین اور معدات کا مادہ عد بالکسر ہے جسکے معنی (وہ پانی جسمین مادہ موجود ہو اور منقطع نہو جیسے چشمہ) پس ہر مقصود کے حاصل کرنے کے لئے اون چیزون کا مہیا کرنا جس سے اوسکے استحصال مین کافی مدد ملے امید بر آنے کا ذریعہ ہے اب ایسے اسباب بہم پہونچانا اور اوسکی کوشش کرنا جس سے کامیابی ہو سواے اتفاق

کے دوسری تدبیر نہین مگر افسوس ہی کہ مسلمانون مین کوئی ایسا مدبر نہین جو اتفاق
مین کوشش کرے ہان اگر ہر فرد بشر اپنا فرض منصبی ادا کرنے پر مستعد ہو جائے
تو ممکن ہی کہ انسان اپنے مقصود پر پہونچ جائے حکیم ارسطاطالیس کا
قول ہی کہ اگر فضائل کے دس حصے سمجھے جائین تو واقع مین نو حصہ اتفاق ہے اور
ایک حصہ مین کل فضائل اور نفاق جو ضد اتفاق کی ہے وہ ایک جزو رذالت
کا نہین بلکہ بالکل اور سرتاپا رذالت ہے اسواسطے اتفاق کمال فضائل مین داخل
ہی۔ باوجودیکہ اہل اسلام علی العموم اتفاق کے معنی ومفہوم سے بخوبی واقف ہین مگر
اپنے چال وچلن اور وضع وطرز معاشرت کو ایسا بگاڑے ہوسے ہین کہ قطعاً اسطرف
متوجہ نہین ہوتے جسکی وجہ سے وہ قومین جو آج دعویدار تہذیب اخلاق مین انپر
ہنستی ہین اور شل اپنے اعتبار نہین کرتین اور واقعی جہانتک نظر غائر دیکھو تو صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہ کے سب حرکات وسکنات بخلاف زمانہ گذشتہ کے
متبدل ہوگئے ہین اور سب نے دنیوی کامون مین خود غرضی اور حرص کو شامل کردیا
ہے جو خلاف دیانت ہے اکثر مومن صورت کافر سیرت نظر آتے ہین دتعلیم ہین ا
منہیات سے کنارہ نہین اور اعتبار جو معیار اتفاق ہے اوسکو نفاق اور بے اعتباری
سے بدل لیا ہے بارہا دیکھا گیا ہے کہ جن لوگون نے دوسرون کو فائدہ پہونچایا اور
اپنے فائدہ کو اون کی ترقی کی کوششون مین بحل کردیا اور جنکی بہبودی اور فلاح کے
لئے اپنی اوقات عزیز کو وقف کردیا وہی لوگ اپنے عزیز محسن کے تمام احسانات

فراموش کرکے بلاوجہ مخالف ہوگئے حالانکہ محسن الیہ سے محسن کا حق کسی طرح ادا نہین
ہوسکتا یہانتک کہ اگر بعد احسان کے محسن سو برائی کرے تو محسن الیہ کو شاکی نہوتا چاہیئے
بلکہ ہمیشہ اور ہر حال مین اوس کا مداح اور شکر گذار رہے اور دوستی کا حق اور منشا
بھی یہی ہے چنانچہ جالینوس نے لکھا ہے کہ دوستی اور دشمنی انسان کو بہرہ اور
اندہا کر دیتی ہے کہ دوست کے افعال قبیح بھی احسن معلوم ہوتے ہین اور دشمن کے
نیک کام بھی برے نظر آتے ہین حدیث مین آیا ہے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ
یعنے دوستی چیز کی اندہا اور بہرہ کرتی ہے اسواسطے دوستی دانا سے کرنا چاہیئے
اور بعد قائم ہونے دوستی کے دوست سے اپنے معائب دریافت کرے اور جب اوسکو
اپنے عیوب معلوم ہون تو اوسکے ترک پر سعی بلیغ کرے اور افلاطون نے کہا ہے
کہ نیکو نکو بدون سے نفع پہونچتا ہے کہ اون کے افعال بد سے نیک کارہ ہوتا ہے
اور لقمان نے کہا ہے کہ مین نے ادب بے ادبون سے سیکھا۔ اور بعض حکما کا قول
ہے کہ اوروں کے افعال اپنے آئینہ دل مین دیکھے اور غور کرے جو فعل پسندیدۂ
خلق ہو اوسکو اختیار کرے اور جو خلاف آئین اخلاق معلوم ہو اوسکو ترک کرے
کیونکہ انسان اپنے رذائل پر خود آگاہ نہین ہوتا۔ اسی طرحسے حکما نے کہا ہے
کہ اگر رابطہ اتحاد باہم ہو تو کبھی نالش و فریاد و عدالت کی حاجت نہو کیونکہ خلاف
محبت ہے۔ اور اتفاق کا منشا اور محبت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ایک دوسرے کی
شکایت تک بھی نہ پہونچے چہ جائیکہ حاکم وقت سے دادخواہی کرتا اور یہ ظاہر ہے کہ محبت

ایک سرشت انسانی ہے جو بے اختیار صادر ہوتی ہے اور ساری قوتون سے
قوی ہے اور عدالت بزور حکومت داد دیتی ہے یا بدلہ دلاتی ہے جو بمقابل طبعی
امر کے مغلوب ہے اور اتفاق کبھی شئے مغلوب کو پسند نہین کرتا اور یہ تو ہر انسان
سمجھ سکتا ہے کہ جہان اتفاق ہے وہان نفاق کا گذر نہین اس زمانہ مین جو متعدد
محکمے داد خواہی کے مقرر ہوئے ہین وہ محض نفاق کی بدولت ورنہ ہر شخص جانتا
ہے کہ جنگ دوسر دار داور عدالت کا مدار فیصلہ دستاویز اور گواہون پر ہے جسمین ہر طرح
کی صنعت ہوسکتی ہے پھر بعض دادخواہ اسپنے سچے حق کے حاصل کرنے کے لئے
عدالت مین رجوع ہوتے ہین اور بعض محض فریق ثانی کو تکلیف دینے کے لئے
اور اسمین دونون طرح کے متخاصمین گاہ کامیاب ہوتے ہین اور گاہ ناکام اور
مفت مین محنتانہ وکیلون کا غذ اسٹامپ و دیگر اخراجات عدالت سے زیر بار ہوکر
تباہ ہوتے ہین اور نہین خیال کرتے کہ یہ نتیجہ ہمارے نفاق کا ہے بحالت صحت
دعوی ممکن ہے کہ باخود ہا معاملہ کرلین اگر آپس مین فیصلہ ممکن نہو تو قوم کے
چار مکھیا سے رجوع کر کے اپنا فیصلہ کرالین اور اگر اپنا جی خوش کرنے اور دوسرے
کو تکلیف دینے کے لئے نالش کی ہے تو اوس سے افضل یہ ہے کہ بموجب حکم
خدا و رسول کے باہم سمجھوتا اور صفائی کرلین اور جو امر باعث نزاع ہے اوس سے قطع نظر
کرین یا معذرت کے ذریعہ سے معافی چاہین تو عدالت مین رجوع ہونے کی ضرورت
نہو اور مفت مین عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہون اور اس حدیث پر عمل کرین

کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ ۔ یعنے دنیا کھیتی ہے آخرت کی اسمین جس طرح کی تخم ریزی کروگے ویسا پھل پاؤگے دوسری یہ مثل بھی قابل تحفظ ہے یعنے جو مرغی اچھی طرح انڈے سیتی ہے وہ پورے بچے نکالتی ہے ورنہ اکثر گندے ہو جاتے ہین اسی طرح اگر انسان حکم خدا کی پوری پوری حفاظت کرے اوسکا عمدہ صلہ پاتے ورنہ مردود حق ہو جاتے شہر پونا جو مولد وملجا برہمنون کا ہے وہان کے لوگون نے عقد موافقت کو ایسا مضبوط باندھا ہے کہ کوئی اپنے حق کی نالش عدالت انگریزی نہین کرتا راست بازی یہانتک اختیار کی ہے کہ جھوٹا دعوی کرنے کو عیب جانتے ہین اور اگر بمقتضاے وقت کہ انسان کے واسطے تنگدستی بھی لازم ہے کسی مدیون سے وعدہ پر قرضہ نہ ادا ہو سکا تو داین جلسہ قومی مین اپنا دعوی زبانی کرتا ہے اور جلسہ فریقین کی حالت موجودہ پر غور کرکے حسب حال طرفین فیصلہ کر دیتا ہے اور فریقین کو اوسکی تعمیل مین کچھ عذر نہین ہوتا اونہون نے چندہ سے روپیہ جمع کرکے اپنے نوجوان اور ہونہار اولاد کو تعلیم دلائی اور ہر پیشہ کا کام سکھا کر ولایت سے کلین منگا ئین اور ہر قسم کا کارخانہ تجارت اپنے شہر مین جاری کیا یہ لوگ کوئی چیز ولایتی خرید نہین کرتے ہر چیز پیداوار ملکی کو اپنے صرف مین لاتے ہین اس زمانہ مین اس قدر اتفاق بھی قابل تحسین وآفرین ہے کہ اونہون نے اپنی قوم موجودہ شہر کو تباہ نہین ہونے دیا اِن کے کارخانجات تجارت مین ہزارون آدمی نوکری اور مزدوری کے ذریعہ سے پرورش پاتے ہین اور کسی کے سامنے اپنی حاجت نہین لیجاتے

یان کی ہر چیز کو خرید کرو ہمت ملکیان مزید کرد
لو نہ زنہار غیر ملک کی چیز غیر دیکھین تمہاری تاکہ تمیز
ہندی ہندی کے سب معین منین سنگ خارہ سے پھر نگین منین
چاہئے اسکی سبکو پابندی تاکہ مشہور ہو خردمندی
جسکو سنکر ہر ایک ہو خوشنود اور تمکو حصول ہو بہبود
عاقلانہ بھی کوئی کام کرو ساری دنیا مین اپنا نام کرو
تاکہ ظاہر ہو یانکی دانائی عقل کی طاقت و توانائی
کینہ و بغض اور حسد چھوڑو جملہ افعال بد سے موںہہ موڑو
بغض مذہب کا ہو نہ ملت کا ہر جگہہ پر ہو ذکر خلقت کا
جبکہ ہر شخص مین محبت ہو اگلی پچھلی نہ کچھ شکایت ہو
فرق ہو گرچہ ظاہری تاہم مثل شیر و شکر رہو باہم
پھر تو کیا پوچھنا ہے کیا کہنا فخر کا پہنے ہند پھر گہنا
اپنی یکتائی مین جو ہو مشہور ہر حکومت پہ قوم ہو مامور

اگر انسان کو اپنی کوشش مین کچھ ناامیدی معلوم ہو تو ہمت نہ ہارے بلکہ اون موانع کے دریافت پر متوجہ ہو اور جب سبب ہرج معلوم ہو جائے تو پہلے ہرج کے رفع کرنے پر زور دے اور پھر اصلی مقصود کی طرف رجوع کرے کیونکہ جب تک موانع کو انسان رفع نہ کرے گا اپنے مطلب پر فائز نہو گا جیسے کاسب صنعت مثلاً نجار

جسکو دروودگر بھی کہتے ہین وہ اپنا کام کرنے کو بیٹھے اور بسولا یا آری کام نہ دے
جسکے سبب سے کاریگری مین ہرج ہو تو پہلے دروودگر بسولے کے دم یعنے باڑہ اور
آری کے دانتون کو درست کرے گا اور بعد رفع کرنے اس ہرج کے اپنے اصلی کام
مین مصروف ہوگا اسیطرح اگر کاتب کا قلم ٹوٹ جائے یا دوات مین سیاہی نہ رہے
تو لامحالہ کتابت مین ہرج ہوگا اب بنانا قلم کا اور دوات مین سیاہی ڈالنا مقدم
ہوا بعد اوسکے علت غائی کی جانب رجوع کرے گا یہ طریق استحصال مقصود کا ہے
اسی طرح طبیب پہلے دفع مرض کے اسباب سوچے گا اور پہر حفظ صحت کی طرف رجوع
کرے گا اسی طرح اخلاق مین بھی دو چیزون کا لحاظ ضروریات سے ہے۔ اول
حفظ فضیلت کہ بمنزلہ صحت ہے **دوسرے** ازالہ رذالت کہ مرض نفسانی ہے
جس نفس مین جسقدر فضیلت ہو اوسکی حفاظت اور اوسپر عمل کرنا اور معاشرت و مخالطت
نیک آدمیون سے کرنا باعث ترقی اتفاق ہے کیونکہ نفس مین صحبت بہت اثر
کرتی ہے اور حدیث مین بھی اسکا ذکر ہے۔ حکما نے بھی کہا ہے کہ طبیعت مثل چور
کے ہے یعنے پوشیدہ طور پر اخلاق ہمنشین کو حاصل کرتی ہے خصوص ان حکایات
اور اطوار کو زیادہ تر جو مزخرفات سے ہون جس سے طبیعت مین ہیجان خلاف فضیلت
کے پیدا ہوتا ہے اور پہر اوسکی اصلاح دشوار ہوتی ہے کیونکہ نفس کو بدن سے
تعلق ہے اور بدن سے کل قوتون کو محبت ہے اشرار کی صحبت سے شہوت و غضب
جو فطرت انسانی مین شامل ہے مبتلا ہو جاتا ہے حالانکہ جبلت انسانی فضیلت پسند

واقع ہوئی ہے مگر صحبت عوام مبدء رذالت ہوجاتی ہے اگر قید حکمت و عقل کی
نہو تی تو تمام نوع انسان اس بلا مین مبتلا ہوتے اسی واسطے کتب آسمانی نازل
ہوئین نبیون پر بنی آئے تا کہ انسان کو نیک و بد امر و نہی سے آگاہ کرین اور
لذائذ جائزہ کی طرف راجع اور نا جائز سے کنارہ کرین کیونکہ جنت بغیر تکلیف اور
جبر نفس کے حاصل نہین ہوتی چنانچہ حدیث مین ہمانت طور پر ارشاد ہے حُفّت
الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّہَوَاتِ یعنے احاطہ کئے ہوئے ہے بہشت کو رنج و سختی
اور احاطہ کئے ہوئے ہے دوزخ کو خواہش نفسانی پس جو تحمل نہ کرے خواہش نفسانی
پر وہ جنت مین داخل نہو گا اور اپنی خواہش نفسانی کا پورا کرنے والا جہنم مین جائیگا
اسواسطے مزاج کو اعتدال پر رکھنا چاہیئے اور بے باکی اور شوخی و تمسخر کو کہ مقتضا ہے
بشریت سے ہے حد سے نہ گذرنے دے کہ بنیاد بیحیائی کی ہے اور بیحیائی مبدء رذائل
جس سے انسان نافرمان خدا و رسول اور والدین کا ہوجاتا ہے اور فسق و فجور کرنے لگتا ہے

یہ ہنسی دل لگی مزاح تمام	اُلُل ہی بیکار ہے برا انجام

اور اعتدال وہ چیز ہے کہ ایسے انسان کو ظریف اور خوش طبع کہتے ہین چنانچہ جناب
رسالت مآب صلوٰۃ اللہ علیہ بھی ظرافت فرماتے تھے مگر سخن راست جیسے ایک
ضعیفہ نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ یا حضرت مین جنت مین جاؤنگی آپ نے
ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت یا مرد بوڑھا بہشت مین نہ جائیگا الا جوان۔ اسواسطے انسان
کو عادت کرنا چاہیئے کہ ظرافت بھی اسطرح کی کرے جسمین لطیفہ ہو اور اسباب

حفظ صحت نفس اور افعال جمیلہ کو ہمیشہ مدنظر رکھے تاکہ افزائش ہمسران مین آبرو اور
اعتبار اور سعادت مجازی مثل نام آوری وجاہ و منصب دنیوی کے باوے واسے
بر حال اونکے جو نیک و بد سمجھتے ہین اور جانتے ہین کہ سب معاملات دنیوی معرض
زوال مین ہین اور نفس رہزن پہلو مین ہے مگر کسی کو تنبیہ نہین ہوتی
اور کوئی اخلاق و اتفاق پر کہ سرمایہ حیات اور باعث اکتساب کسب و ثواب ہے
متوجہ نہین ہوتا اور یہ وہ زیور ہے جو کبھی انسان سے جدا نہین ہوتا پس اسمین
انسان کو ہر طرح کی سعی اور کوشش کرنا چاہئے کہ جو ہر زندگانی ہے ـ

چاہئے کوشش ہنرمندی	ہے یہی باعث خردمندی
فکر ہو معاش کی اگر منظور	عمل اسپر کرو جو ہے مسطور

ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ جسکو معاش علی قدر ضرورت حاصل ہو اوسکو زیادہ
طلب کرنا داخل بیماری ہے جیسے بھوک و پیاس حالت بیماری مین لذت ہوتی
ہے اوسی طرح غلبہ نفسانی مین اعتدال جس سے مراد صلاحیت ہے ناگوار ہوتا ہے
اسلئے لازم ہے کہ ہر انسان حاجت کے لایق خدا سے طلب کرے اور اوس مین اپنی
تدبیر اور خیالات کو دخل نہ دے اور دوسرے حیوانات مطلق کی طرف ذرا چشم غائر
سے دیکھے اور غور کرے کہ جب وہ سیر ہو جاتی ہین تو پھر زیادہ دانہ یا چارہ کی طرف
رغبت نہین کرتے اور واقعی لذت ہر چیز کی صحت مین ہے اور صحت اعتدال کا نام
ہے اور کلیہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیٹ سے زیادہ نہین کھاتا اعم اس سے کہ

اپنے گھر مین ہو خواہ دوسری جگہ مدعو ہو پھر زیادہ اوس سے طلب کرنا خلاف
اصول اخلاق کے ہے اور جو خلاف اخلاق کے ہے وہ مانع اتفاق ہے اور جو عاقل
و فرزانہ ہین اون سے کوئی فعل خلاف عقل صادر نہین ہوتا جس سے اتفاق مین
روز بروز رونق و افزایش ہوتی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور
تجربہ مین باہم ایسا ارتباط ہے جسکے اتفاق نے سے افعال انسانی پہچانے
جاتے ہین اور ارادے کے مواقف نتیجے نکل آتے ہین پس انسان کو لازم ہے
کہ بہ نسبت اپنی قوت جسمانی کے دماغی قوت سے زیادہ کام لے تو ممکن نہین کہ کامیاب
نہ ہو اور جو شخص بمقابل قوت دماغی کے جسمانی قوت سے کام لیتا ہے اوسکو ضرور
ناامیدی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور قوت دماغی سے جو لوگ کام لیتے ہین وہ مستقل
مزاج ہو جاتے ہین اور عمدہ خیالات پیدا کرکے مرجع مقاصد و مرام بنجاتے ہین
اتفاق ہی انسان کو مقبول عالم کر دیتا ہے مین نے جو کچھ اتفاق کے باب مین
لکھا ہے اوسکا یہ منشا نہ سمجھا جاے کہ احکام الٰہی و ارشادات رسالت پناہی کے
خلاف من کل الوجوہ ہر فرقہ سے اوس حد تک اخلاق و ارتباط بڑھایا جائے کہ ارکان
مذہبی مین بھی تفریق نہ باقی رہے کیونکہ جناب رب الارباب کی کتاب اعجاز مآب مین حکم
ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم یعنے اے ایمان والو مت دوستی
کرو اوس قوم سے جسپر اللہ کا غضب ہے۔ اور حضرت بابرکت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ایاکم وایاہم لا یضلونکم یعنے بچو تم اون سے تاکہ وہ

تمکو گمراہ نکردین اور اسطرح کے بہت سے آیات کتاب فیض انتساب مین اور بہت سے
حدیثین کتب احادیث مین موجود ہین اس سارے بیان سے راقم کی علت غائی
یہ ہے کہ اتفاق بعض الوجوہ مین رابع اور چشم پوشی کرنا اور امور دینوی مین کسی فریق
سے عداوت و کینہ رکھنا اونسے مراسم اخلاق کو چھوڑ دینا خلاف آئین اہل اسلام کے
ہے کیونکہ اللہ جل شانہ الشفقۃ علی خلق اللہ کا عام حکم دیتا ہے جس سے مراد یہ ہے
کہ دوسرے ستم کردہ مظلوم کی اعانت کرو لوگون کے ساتھ سلوک کرو مشکل کے
وقت مین اونکے کام آؤ اونکے نیک و بد کی خبر رکھو اونکی تعلیم و تربیت مین مضائقہ نکرو
اونسے وفا سے عہد کرو اونکو حاضر و غائب برا نکہو اونکی غیبت نکرو اونکی اہانت
نکرو اونکے نقصان کو اپنا نقصان سمجھو اون سے دغا اور فریب نکرو دوسرے
فرق کے جو ذی ہون اونکی تعظیم و تکریم کرو اون سے بکشادہ پیشانی ملو گو وہ کسی
فرقہ اور مذہب کے ہون باہم مدارات اور اخلاق قائم رکھنا داخل فضائل مومنیت
و شرافت ہے اور اسی کا نام اسلام ہے اور اسی کو ایمان کہتے ہین جو لوک اسکی
پابندی کرتے ہین وہی لوگ مورد تحسین و آفرین ہوتے ہین انہین کا وقار انہین کا
اعتبار دنیا مین ہوتا ہے اتفاق ہی قوم کی عزت اور ترقی کا سرمایہ ہے جو لوگ
لاطمع اور خوش طبع اور خواہان اتفاق ہین وہ قوم کے واسطے کبریت احمر کا اثر
رکھتے ہین ایسے لوگون کا طرز عمل اثبات قابلیت کے لئے ایک ایسا نمونہ ہے
جسکی شعاعین قیام قیامت تک روشن رہنے والی ہین اور یہی روشنی روحانی

آئندہ نسلون کو اپنی روشنی پہونچانے والی ہے اس متروکہ کو وارثان نعمت عظمےٰ
سمجھیں اور جان سے عزیز تر رکھین کیونکہ تمام متقدمین کیا علما کیا حکما سب یہی
نصیحت کر گئے ہین کہ چال چلن نیک اختیار کرو یہانتک کہ کتب سماوی اور اقوال
حضرت رسالت پناہی اسی کے موید ہین اور اس مسئلہ چال چلن مین امیرون کی تقلید
نکرنا چاہیے بلکہ اونکی پیروی کرو جن کا افعال موافق اخلاق احمدی کے ہوا در
یہ بھی خوض اور غور کے قابل ہے کہ انسان کا حال مثل معدنیات کے ہے جیسے بعضی
کان ایسے کی اور بعض سونے کی اور بعض کویلہ کی اوسی طرح انسان بھی انواع مین
مختلف ہین کوئی خاندان کا اچھا ہے کوئی برا جو اچھا ہے وہ نیک کام نیک خصائل
اختیار کرتا ہے جو برا ہے وہ رذائل کی طرف مائل ہوتا ہے اور ہر فعل اوس کا دور حقہ
ہوتا ہے ایسے لوگون مین عاقل اور خوش اخلاق اور صالح کہان سے ملین اور ان سے
چشم امید کیا ہوسکے چنانچہ ابو موسیٰ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کہ میری ہدایت اور علم کی مثال ایسی ہے جیسے پانی بارش کا ہر زمین پر
برابر برسا اور زمین مین کچھ حصہ ایسا تھا جسنے پانی کو جذب کر لیا جس سے چارہ اور
سبزہ جما اور کچھ حصہ سخت اور عمیق تھا اوس نے پانی کو سمیٹ کر جمع کیا جس سے مخلوق
کو فائدہ پہونچا یعنے انسان اور حیوان نے اوس سے پانی پیا اور کچھ حصہ شور تھا جسمین
نہ سبزہ اوگا نہ پانی جمع ہوا پس جسنے خدا کے دین کو سمجھا اللہ نے اوسکو فائدہ بخشا
اوسنے خود سیکھا اور ورون کو بھی سکھایا اور جسنے اسطرف توجہ نہ کی اوس نے میری

ہدایت کو قبول نکیا اس سے معلوم ہوا کہ شیشہ نے زمین کی تین قسمین ہین اسی طرح انسان بھی تین طرح سکے ہین قسم اول وہ کہ جنہ علم دین سیکھا اور عمل کیا اور لوگونکو سکھایا قسم دوم وہ ہین جنہون نے علم حاصل کیا مگر عمل نکیا نہ دوسرونکو سکھایا اور قسم سوم مین وہ ہین جنہون نے خود علم نہ سیکھا اور جو عالمون اور داعظون سے سنتا تھا نہ اوسکو یاد رکھا نہ اوسپر عمل کیا اس وقت کا آدمی بمقابل اتفاق نفاق پر زیادہ مائل ہوتا ہے پس ہر انسان کو ہر حالت مین لازم ہے کہ اپنے معبود کو پہچانے اور اوسکی اطاعت کرے اور اوسکے حقوق کو نگاہ رکھے اور تمامی مواہب کو اوسیکی طرف سمجھے اور آسایش و خواب کو مقدم نکرے اور ہمیشہ نفس کے ساتھ احتساب کرتا رہے اور خوب یاد رکھے کہ اصل مین انسان کیا تھا اور بعد فوت کیا ہوگا اور کسی کو ایذا نہ دے کہ اسباب دنیوی کو تغیر و زوال ہے وہ شخص بدبخت ہے کہ عاقبت سے غافل ہو اور رذالت سے باز نہ آئے اپنے شخص کو حکیم نہ سمجھو جو لذائذ دنیا پر شاد ہو اور مصائب عالم پر واویلا کرے اور غمناک رہے ہمیشہ موت کو یاد کرنا اور سخن بیسود سے محترز رہنا بہت مفید ہے انسان کو سب کا دوست اور خیر خواہ ہونا داخل نیکی ہے اور جلد غصہ کرنا داخل رذائل ہے جو آج تیرا محتاج ہو اوسکی حاجت روائی کل پر نہ چھوڑ کیونکہ ع چہ دانی کہ فردا چہ حادث شود ہ اگر کوئی کسی بلا مین گرفتار ہو اوسکی فوراً معاونت کرو مگر جو شخص عمل بد کے عوض مین مبتلا ہوا ہو تا وقتیکہ اوسکے جرم پر اور خطا وسپے خطا پر ماہر

نہو جاؤ۔ اہانت نکرو۔ اور زادراہ تیار رکہو نہین معلوم کہ سفر آخرت کس وقت پیش آجاوے۔ اور مکافات کرو نیکی کے ساتھہ اور درگذر و بدی سے۔ اور دنیا کے کسی کام پر ملول نہو۔ اور کبہی سستی اور بتانی کو اپنے مزاج مین راہ ندو۔ حکمت کو دوست رکھو اور حکیمون کی بات سنو۔ اور ہواے دنیوی کو دور کرو اور کوئی کام پیش از وقت نکرو۔ اور جب کسی کام مین مشغول ہو تو از روے فہم و فراست اوس کام کو کرو۔ توانگری پر متکبر نہو۔ مصائب اور خواری کو اپنے دل مین راہ نہ دو نیک کام مین جو رنج پہونچے اوسکو رنج نہ سمجھو بلکہ خوش ہو کیونکہ رنج باقی نہین رہتا اور فعل نیک کو بقا ہے۔ اور جو برے کام مین لذت پاؤ تو اوسکو فانی سمجھو اور بدنامی کو باقی۔ اور یقین کرو اس بات پر کہ اوس عالم مین کوئی نہ دوست کو پہچانے گا نہ دشمن کو اسلئے اس عالم مین کسی کے درپے نقصان نہو اور یہ بھی جان لو کہ اوس عالم مین خداوندگار اور خدمتگار متساوی ہوگا پس اس عالم مین تکبر نکرو اور دوست سے وہ معاملہ کرو جسمین حاکم کی احتیاج نہو۔ اور دشمن سے ایسا کام کرو کہ بیشگاہ حاکم سے ظفریاب ہو۔ اور ہر کس و ناکس سے بتواضع پیش آؤ اور کسی متواضع کو حقیر نہ سمجھو۔ اور جس امر مین خود معذور رہو اوسمین دوسرے کو ملامت نکرو اور طالب پر شاد نہو اور بخت پر اعتماد نکرو تا کہ نیک بختون مین مشہور رہو۔ اور ترقی اسلام مین ہمیشہ عین رہو اور اہل اسلام کے ساتھہ وہ سلوک کرو جس سے رونق اسلام ہو۔

اسلام کی اسے خدا مدد کر اور قوم سے آفتونکو رد کر

اخلاق رسول اسکو دیا ہے — سرسبز تو اسکو تا ابد کر
اعدا ہیں قوی تو اسکو زر دے — اب شیب سے قوم کی مدد کر
پھر آسے بہا [illegible] ہر آن — مقبول دعا کو اسے صمد کر

یا اللہ یا رفیق خیر الرفیق اللہم اہدنا الصراط المستقیم بحق محمد و آلہ الکریم ـ

تاریخ ختم کتاب از جناب مولوی شیخ وارث علی صاحب المتخلص بہ حیران

نسخہ ایسا لکھا یہ انجم نے — کرتے سب اور نہ ہوگا اسکا جواب
کہا حیران نے بہ زروے حساب — نادر و بے مثال ہے یہ کتاب
۱۳۰۵

ایضاً طبع زاد جناب مولوی شیخ محمد متقی صاحب ادراک فرخ آبادی

مخدوم من تمیز من زبدہ سادات — فاروق علی صاحب عالی‌شان شہرۂ آفاق
تالیف باخلاق نمود این چنین نسخہ — ہر کس کہ شنید از پے دیدن شدہ مشتاق
ہاتف پے تاریخ سنش گفت بہ تمت — ادراک رقم کن کہ بہ روضہ اخلاق
۱۳۰۵

ایضاً از جناب شیخ محبوب عالم صاحب محبوب

صد شکر میر صاحب عالی وقار نے — لکھی کتاب غیرت قند و نبات ہو
محبوب خضر نے کہا پئے سال مہمل — بولا کہ رشک چشمۂ آب حیات ہے
۱۳۰۵ھ

تاریخ طبعزاد جناب منشی محمد مسعود عالم صاحب موزون تخلص

یہ انجم نے کیا خوب نسخہ لکھا — پیئے بہرہ نفع ہر خاص و عام

کہا یہ تاریخ موزون نے یون — یہ روح سخن فلسفے سے ہے کلام

۱۳۰۵ھ

ایضاً طبعزاد جناب سید فیاض علی صاحب

انجم نے لکھی کتاب کیا خوب — اخلاق کا ہی یہ سارا زین

تصنیف کا سال ہے یہ فیاض — مضمون ہی حسین بان ہی عمدہ

۱۳۰۵ھ

تاریخ طبع کتاب مشہر الاخلاق طبعزاد سید فیاض علی صاحب خلف مولف کتاب

علم اخلاق مین چھپی یہ کتاب — دھوم ہے اسکی کاف سے تا قاف

لکھدے فیاض تو بھی اک تاریخ — طبع نسخہ یہ ہو گیا شفاف

۱۳۱۴ھ

تاریخ طبع طبعزاد جناب مولوی شیخ وارث علی صاحب حیران

بہر نفع عام یہ عمدہ کتاب — واہ وا کیا خوب انجم نے لکھی

کہا حیران نے یون از روی ہنر تاریخ — یہ کتاب اخلاق مین اچھی چھپی

۱۳۱۴ھ